تقدیر بدلتی ہے

سکندر سہراب میو ایم اے

Marfat.com

Marfat.com

5869

تقدیر بدلتی ہے

سکندر سہراب میو ایم۔اے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

81313

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: تقدیر بدلتی ہے

مصنف: سکندر سہراب میو، ایم اے

ناشر: محمد صادق، نسرین صادق

پبلشر: سہراب پبلشرز

نگرانِ طباعت: کامران صادق

کمپوزنگ: میو سسٹرز

بارِ اول: اگست 2002ء

تعداد: 11000

قیمت: 150 روپے

پریس: عباس پرنٹنگ پریس

ملنے کا پتہ:

سہراب پبلشرز: سہراب منزل مکی سٹریٹ نمبر 3 بالمقابل فائر بریگیڈ بند روڈ لاہور

فون نمبر: 7555066

Marfat.com

انتساب

ہے ان اہلِ ہمت سے گفتگو
جنہیں عظمتوں کی تلاش ہے

Marfat.com

انسان تقدیر کے ہاتھوں میں کھلونا ہے

تقدیر انسان کے ہاتھوں میں کھلونا ہے

کب؟

یہی بھید اس کتاب میں کھولا گیا ہے

Marfat.com

فہرستِ مضامین

مضمون	صفحہ نمبر
خلش	9
خدا کی تلاش	12
برتر قوت	
برتر قوت	23
جادوئی چکر	24
سب میں ایک' ایک میں سب	25
دوسرا جادو	25
تیسرا جادو	26
اس سے بھی عجیب	26
اللہ دانا' حاکم' فاعل	29
انسان	31
نظامِ کار	31
شکنجہ	
ماورائی علوم	33
جستجو	35
ابتدائے خیال	35
اہلِ نجوم	37

مضمون	صفحہ نمبر
ماہرینِ اعداد	37
اہلِ جفر	37
اہلِ ساعات	38
مسمریزم	38
ہپناٹزم	38
رمل	38
زمان و مکان	38
ٹیلی پیتھی	39
چہرہ شناسی	39
پامسٹری	39
خواب	39
جادو	40
ہیمیا	41
ریمیا	41
سیمیا	42
روحانیت	43
نجوم و بروج	45

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
حروف کے اعداد	52
استخارہ از علم الاعداد	52
ساعات	54
علم الساعات	56
علم الاعداد	62
پامسٹری	73
چہرہ شناسی	77
آپ کریں ہیں	
اٹل حقیقت	79
اللہ کا رشتہ	85
تدبیر بمقابلہ تقدیر	86
نوشتہ	87
وہی کرتا ہے	90
غالب مددگار	91
اللہ کافی	91
اختیار	91
پہلے طے ہے	91
شہاب ثاقب یا نگران دستہ	93
جنات کی عاجزی	93
مستقبل کی خبر	94
واپسی کا سفر	95
تقدیر اور تگ و تاز	97
ایک ہی راستہ	99
دو راستے	100
وقعت قوت واسباب	101
شیطان بہکاتا ہے	102
زندگی کے کئی روپ	
انسان کیا ہے	104
جسم یا لباس	105
فطرت اور قدرت	106
عالم اور جاہل	107
فرق کیا پڑتا ہے	108
سائنس کی معکوس ترقی	108
طاقت کا سمندر	109
فائدے	110
مکانِ اسفل	110

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
زندگی	120
زندگی کے کئی روپ	120
انسان اور کائینات	126
انسان اور تقدیر	127
مواخذہ کیوں؟	128
لفظ قاتل لفظ مسیحا	
دعا	131
دعا اور لفظوں کی قوت	131
زندہ قوت	134
موت ہار گئی	136
بھاری بھرکم تخت اڑ گیا	138
الفاظ میں شفا	139
آواز اور زندگی	141
اظہارِ قوت	142
لفظ اور بدنی اعمال	143
سرخ آندھی کا قہر	143
الفاظ کی قوت	145
ایک راز	146
دعا	147
لفظ قاتل لفظ مسیحا	148
فرشتوں کا نزول	149
اچھے نام	152
روح اور گمان	
عجیب عمل	154
عام قانون	155
جذب اور اخراج کا قانون	156
خالق اور کاسب	
تقدیر	156
واپسی کا سفر	159
روح بیدار	
جب روح بیدار ہوتی ہے	168
ایمان کا قانون	171
رازِ دروں	
رازِ دروں	172
پردے میں کیا ہے	177
دن اور ساعتیں	178

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
اٹل فیصلہ	178
پتھر پہ نام	182
دست قدرت	183
عمل	185
معیارعمل	186
بے حرکت عمل	188
فطرت سے مدد	189
قدرت سے مدد	190
دورخ	190
توہی تو	
فیصلہ	195
ایک مشاہدہ	196
حکایت	202
فطری خواہش	207
اسرارِ الٰہی اور ان کے حجاب	216
مکانِ احسن اور مکانِ اسفل	219
تفسیرِ عمل	223
طرزِ سفر	
طرزِ سفر	226
ایک بھید	227
صاحبِ روح	228
نفس یا جان	229
ایک لاعلمی	231
ایک کھلی قوت	231
رابطے کا قانون	234

Marfat.com

خلش

موضوع کچھ اور تھا، تقدیر کا ذکر تو درمیان میں ضرورتاً آ گیا۔ اور پھر ایسا آیا کہ کتاب کا عنوان بن کر رہ گیا۔ دنیا میں تقریباً ہر کوئی اپنا نصیب سنوارنے کی فکر میں ہے۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ زندگی کی بہتر آسائشیں اسے میسر ہوں۔ جو چاہے اسے مل جائے ۔مگر کم خوش نصیبوں کی یہ خواہش پوری ہوتی ہے۔ وہ بھی ادھوری ۔ بہت کچھ حاصل کرنے کے بعد بہت کچھ ایسا رہ جاتا ہے جسے انسان حاصل کرنا چاہتا ہے مگر یہ حسرت پوری ہونے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔

عام انسان کا تقدیر کے متعلق تصور مادی خوش نصیبی اور بدنصیبی سے ہے۔ ہم نے بھی اسی بات کو ذہن میں رکھ کر اس راز سے پردہ اٹھایا ہے کہ تقدیر کیا ہے؟ کیسے تشکیل ہوتی ہے؟ اور کیسے بدلتی ہے؟ اصل موضوع جو آٹھ نو سال سے کانٹے کی طرح دل میں کھٹک رہا تھا وہ بھی دلچسپ اور ضروری ہے۔

اس کتاب کے شائع ہونے کا سہرا محمد صادق کے سر ہے۔ نسرین صادق اور کامران صادق کو اس کا کریڈٹ اس سے بھی پہلے جاتا ہے کہ ان کی روحانیت سے دلچسپی کے باعث یہ سلسلہ اتنا طویل اور مضبوط ہوا کہ اعتماد کی حدوں سے نکل کر دوستی کے سمن زار تک پہنچا۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ اپنے حفظ و امان میں رکھے اور حق شناسی کے جس راستے کو انہوں نے اپنایا ہے۔ ان کے لیے آسان سے آسان تر اور ہر لحاظ سے خوش تر بنا دے۔ اس کتاب کی وجہ ایک واقعہ ہے۔ ایک دن ایک صاحب نے کہا کہ اللہ نے بھی کئی متضاد باتیں کی ہیں۔ ایک جگہ ہے کہ اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے۔ دوسری جگہ ہے کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ تیسری جگہ ہے

Marfat.com

کہ شیطان تم سے غلط کام کرواتا ہے۔اور کہیں یہ ہے کہ ہر ایک شے کی تقدیر مقرر کردی گئی۔

جس نے یہ اعتراض کیا وہ ایک مولانا تھے۔اور جہاں بیٹھ کر اس نے یہ بات کی وہ ایک بڑے تبلیغی ادارے کا مرکزی دفتر تھا۔اس کے کہنے کا انداز تلخ تھا۔یا میں نے محسوس کیا۔کوئی ایسی بات ضرور تھی کہ مجھے بہت غصہ آیا۔میں نے کہا، قرآن میں تضاد نہیں، بات ہمارے سمجھنے کی ہے۔یہ معمولی بات نہیں تھی۔ایک ایسے شخص کی زبان سے جو ایک بڑے تبلیغی ادارے میں بطور خاص ملازم ہو۔اور کرتا دھرتا افراد میں شمار ہوتا ہو۔مجھے بہت صدمہ ہوا کہ جس کو خود جس بات کا یقین نہیں وہ دوسروں کو کیا سمجھائے گا۔یہ بات ایک کانٹا تھا جو دل میں چبھ گیا۔تب میں نے فیصلہ کیا کہ اس موضوع پر ضرور لکھوں گا۔یہ کوئی آٹھ نو سال پہلے کی بات ہے۔ماہنامہ عشبہ کے صفحات میں اس سے متعلق کئی مضامین لکھے۔مگر کتاب کے بغیر طبیعت مطمئن نہیں ہو رہی تھی۔جب لکھنا شروع کیا تو پتہ چلا کہ بات چلتے چلتے تقدیر تک جا پہنچی ہے۔اور اس کا ذکر کئے بغیر موضوع مکمل نہیں ہوتا۔تو سوچا دونوں ہی باتیں ہو جائیں۔تقدیر تفصیل طلب ہونے کی وجہ سے پہلے نمبر پر آ گئی۔اور اس طرح اس کتاب کا نام "تقدیر بدلتی ہے"، ہوا۔

یہ موضوع کوئی آسان نہیں۔آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی سمجھتا ہوں۔کسی بات کو سمجھنا آسان اور سمجھانا مشکل ہوتا ہے۔اس لئے کہ ہر کوئی اپنی علمی اور ذہنی استعداد کے مطابق ہی کسی بات کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔کچھ لوگ اپنے نظریات کے ایسے قیدی ہوتے ہیں کہ ہر بات کو اپنی عینک سے دیکھنے پر بضد ہوتے ہیں۔ایسے لوگوں کا نہ ماننا الگ بات ہے۔مگر کسی کے ماننے یا نہ جاننے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔اس لئے کہ کسی کا انکار یا لاعلمی کسی حقیقت کی نفی نہیں کرسکتی۔

Marfat.com

آخر میں اپنی تینوں بیٹیوں، رخشندہ جہاں، شہزادی شگفتہ اور شہزادی سکندر بخت ثریا کا ذکر نہ کرنا ناانصافی ہوگی۔ اس لیے کہ اس کتاب کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور ترتیب و تدوین انہوں نے ہی کی۔ ان کے بغیر یہ کام شاید میرے لئے کافی مشکل ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

سکندر سہراب میو، ایم۔اے

سہراب منزل بندروڈ، مئی 2002

Marfat.com

خدا کی تلاش

تدبیر اور تقدیر کی اہمیت جاننے کے لئے اس دنیا کی اصلیت جاننا ضروری ہے۔اس کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ یہ کیسے وجود میں آئی؟اس کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟ان اجزا میں کیا کیا خوبیاں ہیں؟ان میں کیا کیا کمال پوشیدہ ہیں؟دوسری مخلوق میں انسان کا کیا مقام ہے؟ یہ جبر واختیار کی کن حدود کا پابند ہے؟ان سب سوالوں کے جوابات جاننے کے لئے ان سب کے بنانے والے کے وجود سے آشنا ہونا اور اس کے نظریۂ تخلیق کو سمجھنا تحقیق کا فطری تقاضا ہے۔تب ہی ہم کوئی درست فیصلہ کرسکیں گے۔ابتدا ہم سائنس سے کرتے ہیں کہ اس کی دانائی کی بڑی دھوم ہے۔

سائنس نے جو آج اتنی عزت پائی ہے تو اس کی وجہ اس کا خدا کے اس فرمان پر عمل کرنا ہے کہ میری آیات میں غور کرو۔سائنس نے غور کیا اور نہ صرف یہ کہ بہت باوقار ہوئی بلکہ دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کردیا۔بودوباش سے لے کر میدان کارزار تک کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔مگر چونکہ اس کا مقصد خدا کی تلاش نہ تھا بلکہ انسان کی امن اور جنگ کی ضروریات کو پورا کرنا تھا۔یوں کہئے کہ اس کی بنیاد مادی ترقی پر تھی اس لئے اس نے خیر کو کم اور شر کو زیادہ فروغ دیا۔پہلے تو اس نے انسان کو مادی لذات فراہم کرکے روح سے بیگانہ کیا۔عیاشی اور عریانی کو فروغ دیا۔اور سب سے برا کام یہ کیا کہ مذہب سے بیگانہ کیا۔سائنس سے ایک لفظ ''سائنٹیفک'' نکلا۔اس لفظ نے روح کے کمالات کو بھی اپنی تنگ لیبارٹری میں پرکھنا چاہا۔اور یوں انسان کی اڑان کم کردی۔مگر یہ الزام سائنس کے سر نہیں جاتا بلکہ یہ کم فہمی کا قصور ہے۔ورنہ سائنس تو سیاروں کی تسخیر اور ان پر قدم جمانے کی تگ ودو سے یہ ثابت کررہی ہے کہ انسان کی اڑان ان سے بھی

Marfat.com

آ گے ہے۔ جیسا کہ شب معراج اعلان کر رہی ہے۔ ہم اپنے مضمون کی ابتدا سائنس ہی سے کرتے ہیں کہ سائنس دان خدا اور کائنات کے بارے میں کیا تصور رکھتا ہے۔ ذیل میں مغرب کے کچھ معروف سائنسدانوں کے نظریات پیش ہیں۔

یہ اکتسابات ہم نے پرویز کی کتاب ''انسان نے کیا سوچا'' سے لئے ہیں۔ جدید نظریہ مذہب کے حامی ان کی جدت اور ترقی پسندی کے بہت قائل ہیں۔ وہ مغربی سائنس دانوں کے نظریات پیش کرتے ہوئے کہتا ہے۔ ''آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ٹرنر کا خیال ہے کہ مادہ کا کوئی وجود نہیں۔ لہذا مادہ کا تجزیہ کرتے جایئے تو وہ آخر میں توانائی یا محض حرکت ہے۔ گویا مادہ کی اصل غیر مادی ہے۔ پرفیسر ملیکن کے مطابق مثبت اور منفی برقیات ہی تمام کائنات کی اصل ہیں۔'' یہاں میں ایک بات کہتا چلوں کہ علمائے تصوف یا روحانیت نے حروف کو دو خانوں میں تقسیم کیا ہے، شمسی اور قمری۔ کل اٹھائیس حروف میں سے چودہ شمسی اور چودہ قمری۔ ان کی تشریح یہاں اتنی ہی بہت ہے کہ ان کو مثبت اور منفی برقیات تصور کر لیجیئے۔ اب ہم ایک اور سائنس دان کا خیال پیش کرتے ہیں۔ سر جیمز جینیس کے خیال میں ''مادی کائنات لہروں کے سوا کچھ نہیں''۔ آئن سٹائن کی تحقیق کی رو سے مادہ کوئی ٹھوس اور جامد وجود نہیں۔ بلکہ وہ چند مربوط حوادث یا منجمد خیالات کا مجموعہ ہے۔ جس کی اصل حرکت یا توانائی ہے۔ پرفیسر ریڈنگٹن کہتا ہے کہ خود طبعی سائنس دان اب اپنی خارجی دنیا کا تصور کچھ اس قسم کا پیش کرتا ہے۔ جسے ہم باطنی دنیا کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ وائٹ ہیڈ کہتا ہے۔

''سائنس کے فکر کی قدیم بنیادیں اب نا قابل فہم ہوتی جا رہی ہیں۔ زمان، مکان، ایتھر، برق، میکانیت، نامیاتی نظام، ترتیب اجزاء، ساخت، قالب اور افعال سب پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

اس سلسلے میں معروف صحافی معین باری کا ایک مضمون (سائنس دان خدا کی تلاش میں) جو 24 مارچ 2002ء کو روز نامہ نوائے وقت میں شائع ہوا ملاحظہ ہو۔

''انسان کے اندر جو اعضائے رئیسہ ہیں ان کے فنکشن کو دن رات کون مانیٹر کر رہا ہے۔؟ شوگر اور کولسٹرول، بلڈ پریشر اور یوریا خاص خاص حد تک نہ رہیں تو انسان بیمار ہو جاتا ہے۔ دل و دماغ، گردے اور جگر دن رات کام میں مصروف رہتے ہیں۔ آنکھ کی بناوٹ پر بڑی بڑی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور کان کی بناوٹ اس طرح سے کی گئی ہے کہ شور کی آواز حد سے بڑھ جائے تو قوت سماعت آٹومیٹیکلی ٹرپ یا بند ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر سعید ڈائریکٹر میڈیکل سروسز اسلام آباد فرمانے لگے۔ مجھے زندگی میں بہت سے افسروں اور اہل فکر ونظر انسانوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ایک خاص بات جو میرے مشاہدہ میں آئی یہ تھی کہ دیانتدار اور بلند اخلاق شہرت والوں کے چہروں پر میں نے خاص قسم کے نور اور جاذبیت کو محسوس کیا۔ بد دیانتوں اور بد کرداروں کے چہروں پر تنفر اور کراہت کے آثار دکھائی دیئے۔ ایک دن درویش گنج بخش کی کتاب ''کشف محجوب'' پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ کتاب کا انگریزی میں نکلسن نے ۱۹۸۰ء میں ترجمہ کیا تھا۔ جس پر اسے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی۔ اس میں لکھا ہے کہ جیسے انسان کا جسم ہوتا ہے ویسے ہی روح کا بھی جسم ہوتا ہے۔ روحانی جسم خاکی جسم سے ملتا جلتا ہے۔ انسانی اعمال روحانی جسم پر نشانات چھوڑ جاتے ہیں۔ مثبت نشانات اور منفی نشانات''۔

جب درویش سرمد کا قلعۂ دلی میں ٹرائیل ہو رہا تھا، جس میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس (قاضی القضا) ملزم کے بیانات سن رہے تھے اور شہنشاہ اورنگ زیب مقدمہ کی کاروائی سننے موجود ہوتے تھے۔ ٹریبونل کے قاضی نے سرمد سے سوال کیا!

''تم کلمہ پورا کیوں نہیں پڑھتے'' سرمد نے جواب دیا ''ابھی تو میں منفی

Marfat.com

(نیگیٹو) کے چکر سے نہیں نکلا، مثبت (پوزیٹو) میں کیسے قدم رکھ سکتا ہوں۔'' سرمد اپنا وکیل خود تھا۔ اور اسے بیڑیوں میں جکڑ کر عدالت کے سامنے پیش کیا جاتا۔

بیسویں صدی میں سائنس نے بہت ترقی کی۔ جہاں انسان کی بنائی ہوئی مشینیں نظام شمسی کے سیاروں تک جا پہنچیں۔ سائنسدانوں نے اس عظیم ہستی کی بھی تلاش شروع کر دی جس نے کائیناتوں کو تخلیق کیا۔ آئن سٹائن نے لکھا کہ ''خدا کا نور انسانی جسم کے ہر حصہ میں رچا مچا ہوا ہے۔ اور اس کے بغیر زمین و آسمان میں توازن آ ہی نہیں سکتا۔'' قرآن میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کہ ''ہم نے کتاب اور توازن بھیجا'' پھر ذکر ہے! ''میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں''

ایک ہندو درویش بھگت کبیر لکھتا ہے

جیوں تل ماہیں تیل ہے جیوں چکمک میں آگ
تیرا سائیں تجھ میں بسے جاگ سکے تو جاگ

معنی۔ تیرا مالک تجھ میں اس طرح ہے جس طرح تل میں تیل اور چکماک میں آگ اگر تو جان سکے تو جان۔

ریڈر ڈائجسٹ کی مارچ اشاعت میں سائنسدان Vince Rause کا مضمون "SEARCH FOR THE DIVINE" شائع ہوا ہے۔ اس میں انسان کی وہ کیفیت لکھی ہے، جب وہ دوران عبادت اللہ کی یاد میں یکسو ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر Rause لکھتا ہے۔'' میں ڈاکٹر انڈرویو نیو برگ کے ساتھ ہوٹل میں لنچ کر رہا تھا جو نیو برگ یونیورسٹی pennsylbio میں پروفیسر ہے۔ میں اس سے biological theory of religion پر تبادلۂ خیال کر رہا تھا۔ اس کا یقین ہے کہ اس کے ذریعے neurological کو بنیاد بنا کر انسان کی پرانی شدید خواہش'' خدا کی تلاش

Marfat.com

science of ''کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔اس تھیوری نے پروفیسر نیو برگ کو neurotheology میں بہت مشہور کر دیا ہے۔جس میں وہ اس بات پر تحقیق کر رہا ہے کہ روح اور انسانی دماغ میں گہرا رشتہ ہے۔

Rause لکھتا ہے ''نیو برگ مجھے سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔جو چیز میری عقل سے باہر ہے کہ پیغمبروں اور درویشوں نے جس بڑی طاقت اللہ کا ذکر کیا ہے وہ در اصل حقیقت ہے۔میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیا سائنس کے ذریعے گنتی کر کے اس حقیقت کو دریافت کیا ہے؟ تو نیو برگ نے جواب دیا ''نہیں وہ حقیقت اتنی سچ ہے جتنا یہ سامنے پڑا ہوا میز، بلکہ اس سے بھی زیادہ'' تم تو کہتے ہو کہ سائنسی تحقیق کے ذریعے تمہیں پتہ چلا کہ خدا higher reality ہے۔اس نے جواب دیا ''خدا کا موجود ہونا سائنسی اصولوں کے خلاف نہیں ہے۔'' اس پر نیو برگ مسکرایا اور کہا۔''میں نے اس کیفیت کا مشاہدہ ہی نہیں کیا بلکہ تصاویر بھی لی ہیں۔

ڈاکٹر موصوف لکھتا ہے۔نیو برگ نے ڈاکٹر Eugened Aquil کی تحقیق کو بنیاد بنا کر جو ۱۹۷۰ء میں شروع ہوئی، اپنی تھیوری کی بنیاد رکھی۔ڈاکٹر Aquli کی تھیوری یہ ہے کہ انسانی دماغ کی اس وقت کیا کیفیت ہوتی ہے جب انسان دنیا کو بھلا کر اللہ کی یاد میں محو ہو جاتا ہے۔۱۹۹۰ء میں ڈاکٹر آ کولی اور نیو برگ نے ایک radiologist کو ساتھ لیا۔انہوں نے scanning کے ذریعے ان بدھ بھکشوؤں franciscan اور ننوں (nuns) جو عبادت میں یکسو ہو کر بیٹھے تھے کے ایکسرے لئے۔scan کے ذریعے مغز میں خونی گردش کا پتہ چلایا گیا۔سکیننگ اس وقت کی گئی جب یہ درویش پجاری یکسوئی اور جذب کی بلندیوں پر تھے۔جب سائنسدانوں نے سکینز کو دیکھا تو ان کی نظر دماغ کے بائیں سمت پڑی جسے

Marfat.com

parietal oriental association or lobe area کہا جاتا ہے۔ یہ وہ ایریا ہے جو نفس عمارہ کہلاتا (physical self) اور باقی existence کے درمیان حد بناتا ہے۔ اس جگہ neural انفارمیشن کا تانتا ہر وقت بندھا رہتا ہے۔

مضمون نگار لکھتا ہے scan میں یہ دیکھا گیا کہ مکمل یکسوئی اور عالم جذب کے وقت جب انسان اللہ کی یاد میں مکمل طور پر گم ہو جاتا ہے، اس وقت خون کا دباؤ نفس عمارہ کے خانے میں بہت کم رہ جاتا ہے۔ جونہی نفس عمارہ ریجن میں انفارمیشن کا فلو کم ہوتا ہے، دنیاوی خواہشات و خیالات غائب ہو جاتے ہیں۔ سائنسدانوں کا تجزیہ ہے کہ اس وقت انسان لامحدود غیبی طاقت سے آگاہی محسوس کرتا ہے۔ اور ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جو لامکاں ہے لکھا ہے۔ The subject would experience a sense of lmitless awareness melting in to infinite space اسی وقت کے لئے علامہ اقبال کی جستجو ملاحظہ ہو۔

مکانی ہوں کہ آزاد مکاں ہوں
جہاں میں ہوں کہ خود سارا جہاں ہوں
وہ اپنی لا مکانی میں رہیں مست
مجھے اتنا بتا دیں میں کہاں ہوں

صوفی، درویشوں اور جوگیوں پر یہ کیفیت اس وقت طاری ہوتی ہے، جب عبادت یا تپسیا کے دوران نفس امارہ کی دماغی رگوں میں خون خشک ہو جائے۔ اور دنیاوی خیالات کا بلیک آؤٹ ہو جائے۔ بھگت کبیر اس درویشانہ کیفیت کے متعلق لکھتا ہے۔

جب لگ ناتا جگت کا تب لگ بھگت نہ ہوئے
ناتا توڑے ہری بھجے بھگت کہاوے سوئے

Marfat.com

معنی۔ جب تک دنیا سے تعلق ہے اس وقت تک بھگت نہیں ہوسکتا۔ جو دنیا سے قطع تعلق کر کے خدا کو یاد کرے وہ بھگت کہلائے گا۔

ڈاکٹر رنوس لکھتا ہے "ڈاکٹر آکولی اور نیو برگ کا تاثر ہے کہ سپریم طاقت (خدا) کے اس قدر قریب جانے کی استقامت تو بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے۔ عام لوگ کوشش کے باوجود oriental assciation area کا بلیک آؤٹ نہیں کر سکتے۔ لیکن بعض تھوڑی عبادت اور خدا کی یاد کے ذریعے اس دنیا میں روحانی کرشمات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ سائنسی تجربات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے احساسات، جذباتی خیالات یا من پسند خواہشات کے ذریعے پیدا نہیں ہوتے۔ بلکہ انسانی دماغ کی brain wiring اس طرح کر دی گئی ہے کہ جب انسان اپنی توجہ دنیاوی خواہشات سے ہٹا کر اللہ کی طرف کرتا ہے تو اللہ بھی اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ قرآن میں ذکر ہے "جب تم ہم سے غافل ہو جاتے ہو تو ہم بھی تمہیں بھلا دیتے ہیں۔"

ڈاکٹر Theodor laurence اپنی کتاب Helping yourself with spells prayers and chantws میں لکھتا ہے "اسے یکسوئی سے یاد کیا کرو وہ طاقت ہر وقت تمہارے اندر سرایت کرنے کے لئے بے قرار رہتی ہے۔

ڈاکٹر راؤس نے انسانی دماغ کے دو کلر ایکسرے دکھائے ہیں۔ ایک عام آدمی کا ہے۔ جس کے مغز کی رگوں میں معمول کے مطابق خون گردش کر رہا ہے۔ دوسرا اس شخص کے دماغ کا ہے جو عبادت الٰہی میں مصروف ہے۔ اس میں parietal لوب میں خون بہت کم دکھائی دیتا ہے اس ریجن میں نفس امارہ کی بتیاں بجھی دکھائی دیتی ہیں۔ یہی نفس امارہ ہے جو انسان کو برائی پر ابھارتا ہے۔

ڈاکٹر رنوس لکھتا ہے "مجھے احساس ہوا کہ ایک mystic (عارف) عبادت

Marfat.com

کے دوران اس وقت تک نور الٰہی کا مشاہدہ نہیں کر سکتا جب تک وہ اپنے نفس کو کچل نہیں دیتا۔ نیو برگ سکین (scan) ظاہر کرتا ہے کہ صالح اور پجاری کے دماغ کو دو حقیقتوں کا تجربہ ہوتا ہے۔

(۱) خدائی نور نفس کے فلٹر سے ہو کر (mind) یا ذہن تک پہنچتا ہے

(۲) نفس کو نظر انداز کر کے درویش اللہ کی قدرت حاصل کر لیتا ہے۔

اس مضمون کو یہاں دینے سے ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ خدا کے وجود کو سائنس اور سائنس دان ماننے کی طرف آ رہے ہیں۔ ہماری اس بات "تقدیر بدلتی ہے" کا تعلق خدا کی وحدانیت سے بنیادی ہے۔ سائنس کے ہاتھ اتنے چھوٹے ہیں کہ وہ اس عظیم شخصیت کے تصور کو جسے اللہ کہتے ہیں، اپنی گرفت میں لینے سے عاجز ہے۔ اس لئے اس کی عظمت و شان پر اس طرح بات نہیں کر سکتی جو حق ہے۔ مگر ان کے لئے جو معجزات و کرامات کو سائنسی ایجادات کی طرح کھلے عام دیکھنا چاہتے ان کے لئے ایک یہ پیغام ہے کہ جس سائنس کی بنیاد پر مغرب نے مادی ترقی کی ہے اور دوسروں پر مادی برتری حاصل کی ہے۔ اور پھر اپنی تہذیب اور آزاد خیالی کا چرچا کر کے دوسروں کو مرعوب کیا ہے، وہی سائنس خدا کے وجود کی گواہی دینے لگی ہے۔ "خدا" ہے۔ برحق ہے۔ اس کا فرمان سچا، قرآن سچا اور صاحب قرآن سچا۔ ہم اس بات پر بحث نہیں کرتے کہ مشینی تجربات کی روشنی میں جو اصول اور قوانین اہل سائنس نے وضع کئے ہیں وہ کہاں تک سچ ہیں۔ اس لئے کہ ان کی بات ہی ابھی تک ادھوری ہے تو بحث کیسی۔ انہوں نے صرف یہ دیکھا کہ عالم جذب میں یا موت سے پہلے مر جانے کی کیفیت میں نفس امارہ کے خانے میں خون کا دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ جس سے دنیاوی خواہشات اور خیالات غائب ہو جاتے ہیں۔ اس سے آگے وہ ابھی کچھ نہیں بتا سکتے کہ اس عمل کی بنیاد کیا ہے؟ وہ نہیں بتا

Marfat.com

سکتے کہ مثبت روشنیوں کا بہاؤ منفی روشنیوں کو مغلوب کرے تو ہمارے ذہن ،جسم،سوچ،روح اور مادی زندگی میں کیسی کیسی تبدیلیاں آتی ہیں؟اور ان سے ہمیں کیا قوتیں اور کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں۔پھر ہمارا مقام زمین آسمان کے درمیان کہاں ہوتا ہے؟اور ہم دوسری مخلوق سے کتنی بلندی پر ہوتے ہیں؟یہ باتیں ابھی سائنس کی رسائی سے باہر ہیں۔مگر اس کے باوجود سائنس اور سائنس دانوں کی یہ اور اس قسم کی دوسری تحقیقات قابل قدر ہیں کہ اس سے مادہ پرست اذہان کو روشنی ملنے کا امکان ہے۔ اس لئے کہ جب وہ دیکھیں گے کہ یہ سارے قوانین ،ان کا طریق عمل اور ان کے نتائج وعواقب پر قرآن واحادیث میں تفصیلی بحث کی گئی ہےتو وہ اسلام کی طرف رجوع کریں گے۔اور جیسا کہ قانون ہے کہ اللہ کی آیات میں غور کرنے والے لئے ہدایت کا راستہ کھول دیا جاتا ہےتو وہ بھی سیدھے راستے پر آکر اللہ کے فضل سے دین و دنیا سنوار لیں گے۔

جذب وانہماک کا جو قانون سائنس آج دریافت کر رہی ہے ،وہ تو چودہ سو سال سے بھی پہلے قرآن میں موجود ہے۔

''اورتم اللہ کی طرف یعنی عبادت کے لئے دنیاوی معاملات سے بالکل کٹ کرآؤ''

آپ ﷺ کی ایک حدیث پاک ہے۔انت موتو قبل موتو''موت سے پہلے مرجاؤ۔آپ ﷺ کی غارحرا کی تنہائی میں عبادت اسی قانون کی خبر ہے۔

صاحب تجربہ نے آخر میں جو یہ بات کہی ہے کہ نورالٰہی کا مشاہدہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک نفس امارہ کو کچل نہ دیا جائے ،یعنی مار نہ دیا جائے۔تو یہ قانون ایسے نہیں، بلکہ بات نفس امارہ سے ٹکراؤ سے بنتی ہے۔اسے مارنا مقصود نہیں بلکہ مغلوب

Marfat.com

کرنا مقصود ہے۔اگر بات اس کے مارنے سے بنتی تو اسے پیدا کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی یہاں ہم ایک بزرگ کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ایک بزرگ نہا رہے تھے۔انہیں خیال آیا کہ یہ ساری شرارت اس نفس کی ہے،اسے کاٹ کر پھینک دیا جائے تو بات بن جائے۔ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ آواز آئی۔اگر تم اس نفس کو کاٹ کر پھینک دو گے تو میں تمہارے ایک ایک بال میں نفس بھر دوں گا۔

ایک دن صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی مجلس اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم ایسے نیک ہو جائیں کہ کوئی گناہ نہ کریں تو پھر کیا ہو؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ ایسے لوگ لے آئیگا جو خطائیں کریں گے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کریں گے۔

اس سے بھی یہی بات نکلتی ہے۔کہ بات نفس سے ٹکراؤ سے بنتی ہے۔اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان کے حرم میں اتنی بیویاں نہ ہوتیں۔انبیائے کرام میں کوئی شادی ہی نہ کرتا۔کھانا پینا،بیوی بچے،یوں کہیئے کہ وہ دنیا کا کوئی کاروبار نہ کرتے۔کہ ان سے زیادہ اس بات کا کوئی دوسرا حقدار نہ تھا کہ وہ دنیاوی علائق سے بے نیاز رہتے۔اور یہ قوت ان سے زیادہ اور کسی میں نہ تھی کہ وہ جنسی خواہشات پر قابو پاتے۔انبیا کرام ہی کے ذریعے انسانوں کو ہدایت اور زندگی کے اچھے اصول ملے۔اگر دنیاوی نظام سے بے تعلقی مقصد ہوتا تو سب سے پہلے یہ حکم انہی کو دیا جاتا کہ اس کو اپنے اوپر نافذ کرو،مگر ہم دیکھتے ہیں ایسا نہیں۔ بلکہ عیسائی راہب ہندو جوگی اور دوسرے مذاہب میں ترک دنیا کا جو تصور موجود ہے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں رہبانیت کا حکم نہیں دیا، بلکہ اسے انہوں

Marfat.com

نے خود اختیار کیا پھر اس کا جو حق تھا اسے ادا بھی نہیں کر سکے۔

سائنس نے مانا کہ ''خدا'' ہے۔ وہ لوگ جو اسلام کے قوانین کو پرانے دور کی باتیں کہتے ہیں۔ جدید علوم کی روشنی میں انسان کے خود ساختہ قوانین حیات کو آج کی ضرورت کہنا لازم سمجھتے ہیں، جو سائنس کی تحقیقات سے مرعوب بلکہ مغلوب ہیں، وہ یہ سمجھیں کہ سائنس اور سائنس دان خدا کے وجود کو مان رہے ہیں۔ اس کی بڑائی اور طاقت کو برتر جان رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس کے قانون بھی برتر، اٹل اور ناقابل تبدیل ہیں۔

سائنس اور سائنس دانوں کی تحقیق کی حقیقت تو ایسے ہے جیسے کوئی کسی مصور یا موجد کے نگار خانے میں گھس کر اس کی بنائی ہوئی چیزوں کے رنگوں کے نام جاننا چاہے۔ یا یہ دیکھے کہ ان میں کیا میٹریل استعمال ہوا ہے اور اس پر بغلیں بجائے کہ اس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ یا کوئی بھوکا جنگل میں کوئی پھل کھالے اور خوش ہو کہ اس نے ایک ایسا پھل دریافت کر لیا ہے جو بھوک مٹاتا ہے۔ اس کے ذائقے اور فوائد پر گفتگو کرے۔ اس کے رنگوں پر بات کرے۔ حالانکہ اس نے اسے پیدا نہیں کیا۔ اور وہ اس کی پیدائش اور قانون سے بھی پوری طرح واقف نہیں۔ ایسے میں بات اس کی معتبر ہو گی جس نے اسے پیدا کیا ہے۔

81313

Marfat.com

برتر قوت

اس دنیا کا آغاز جیسے بھی ہوا لیکن ایک بات پر سب متفق ہیں کہ اس دنیا کو مخلوق میں سے کسی نے نہیں بنایا۔اختلاف اس پر ہے کہ یہ کیسے بنی اور کس نے بنائی؟ سائنس ،فلاسفرز اور اہلِ مذہب کی آراء بظاہر الگ الگ دکھائی دیتی ہیں۔مگر غور سے دیکھا جائے تو سب مختلف راستوں سے ایک ہی نکتہ پر پہنچتے ہیں۔زندگی کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔اور ہر شے میں وہی سرایت ہے۔اسی کا نام خدا ہے۔جرمنی کے ایک بڑے فلاسفر کا قول ہے،''خدا کی طرف سے کتنی ہی آنکھیں بند کیوں نہ کی جائیں لیکن اس کا اثر ہر جگہ موجود ہے۔ایک ہی اثر ہے جو جمادات میں غیر محسوس نظر آتا ہے،حیوانات میں ناقص اور انسان میں کامل حالت کو دکھلا رہا ہے۔'' سکھیا منی نے بدھ مذہب میں اسی عقیدہ کی تعلیم پر بہت زور دیا ہے۔وہ کہتا ہے۔ہم فنا ہوتے ہیں اور اس میں مل جاتے ہیں۔اسی کا نام غایت عیش ہے۔اس سے نربان یا توحید و فنا مراد ہے۔یورپ میں اریوس نامی ایک فلاسفر نے عیسائی مذہب کا مدار بھی اسی مسئلہ پر ثابت کیا ہے۔دسویں صدی عیسوی میں خلیفہ الحاکم ثانی کے عہد میں بطرس بزرگ عیسائی اور میمونیدس یہودی کا مذہب بھی یہی تھا۔(تعلیم غوثیہ)

گروہِ صوفیا:۔

مسلمان صوفیاء میں دو گروہ ہیں۔ایک ہمہ اوست،سب وہی ہے۔اور دوسرا ہمہ از اوست،سب اسی سے ہے کا قائل ہے۔دونوں نظریات میں ایک بات تو مشترک ہے کہ سب کا تعلق اللہ ہی سے ہے صورت کوئی بھی ہو۔علمائے یہود و نصاریٰ و اسلام کی یکجائی میں اس فلسفہ کی طرف توجہ ہوئی اور ارسطو کے عقائد کو اکثر نے

Marfat.com

رہنما بنایا کہ ہر ایک چیز کا ایک ہی مخرج ہے۔صوفیاء کے نزدیک فنافی الشیخ ،فنافی الرسول اور فنا فی اللہ کا جو تصور ہے فلسفہ بھی یہی جانتا ہے۔جس کا سب سے بڑا عقیدہ یہ ہے کہ تمام عالم کا مخرج ایک ہی ہے اور اس میں سب کو جذب ہونا ہے۔ بلکہ اب بھی ایک ایسا نامعلوم جاذب ہے کہ مفہومات کلی اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔سائنس کا نظریہ تخلیق یہ ہے کہ یہ زمین سورج کا حصہ ہے اور تمام زمینی مخلوق کی پیدائش ،اس کے مزاج میں پوشیدہ جوش نمو کا اثر ہے۔تخلیق کی یہ تعبیر ادھوری ہے۔اس لیے کہ اس میں سورج کی تخلیق پر روشنی نہیں پڑتی ۔اور جب ہم بات کو آگے بڑھائیں گے تو بات پھر اسی ایک غیر محسوس اور نظر نہ آنے والے وجود کی طرف جائے گی جسے مختلف نظریات کے حامل لوگ مختلف نام دیتے ہیں اور قرآن میں اس کا نام ''اللہ'' ہے۔اسی نے دنیا کا یہ عجیب و غریب طلسم کدہ بنایا ہے اور چلا بھی رہا ہے۔

جادوئی چکر:۔

''تمام عالم کا مخرج ایک ہے اور سب کو اسی میں جذب ہونا ہے''۔وہ مخرج روشنی ہے۔ یہ بڑا عجیب سا اور نا سمجھ آنے والا فلسفہ لگتا ہے۔اور اس سے زیادہ عجیب یہ کہ روشنی پتھر بن گئی، پودے بن گئی ،جانور ،انسان، خشکی تری اور ستاروں، سیاروں میں ظاہر ہوگئی؟ پھر سب کچھ اسی میں کیسے جذب ہو جائیں گے؟ وہ ایک اتنے وجودوں میں بٹ کر خود مکمل کیسے رہ گیا؟ یہ جادوئی سا چکر چل رہا ہے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہا ہے۔ہم سب دیکھ رہے ہیں لیکن اس طرف ہمارا دھیان کم آتا ہے۔

آم کی ایک گٹھلی بظاہر خشک ہے۔زمین میں دبانے سے وہ پھوٹتی ہے۔اس میں سے جڑیں، تنا، شاخیں اور پھول پھل اور اس کے علاوہ بہت سی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔درخت کی چھال، اندر گودا، اس کی رگوں میں دوڑتا ہوا پانی جو آم میں پہنچ کر پہلے

Marfat.com

کھٹا پھر میٹھا لذیذ اور خوشبو دار رس بن جاتا ہے۔ پھر ایک آم کے درخت میں سینکڑوں ہزاروں آم بنتے ہیں۔ اور ہر آم میں ایک گٹھلی ہوتی ہے۔ ان تمام اجزاء کی حامل جو اجزا پہلی گٹھلی میں تھے اسی شکل وصورت میں۔ کیا یہ جادو نہیں؟ کہ ایک گٹھلی نمو کر کے اتنی صورتوں میں ظاہر ہوئی پھر جڑ، لکڑی، پتے، چھلکا، رس اور آم کا اپنا چھلکا ان سب کو اس نے اپنے سے نکال باہر کیا۔ ان کو الگ وجود دیا۔ خود سے جدا کیا۔ مگر گٹھلی پھر اصل صورت میں نہ صرف موجود بلکہ ایک سے بڑھ کر ہزاروں کی تعداد میں پہنچ گئی۔ پھر ہر گٹھلی میں یہی سب کچھ موجود۔ اس سے بڑا طلسم اور کیا ہوگا؟

سب میں ایک، ایک میں سب:۔

آم کی نمو اور ارتقا سے یہ بات تو سمجھ آئی کہ پہلے آم میں بعد کے سب آم موجود تھے اور بعد کے تمام آموں اور پیڑ میں پہلا آم موجود تھا۔ ایک میں سب اور سب میں ایک کا فلسفہ میرے خیال میں اب سمجھ آ جانا چاہیے۔ اگرچہ اتنی بڑی حقیقت کو سمجھانے کے لئے یہ چھوٹی سی مثال بہت جامع تو نہیں مگر بات کچھ سمجھ آ جاتی ہے کہ سب اسی سے ہے، سب وہی ہے۔

دوسرا جادو:۔

ایک آم یا گٹھلی نے اپنا وجود کھو کر بہت اور آموں کو وجود دیا، ہماری نگاہوں سے پوشیدہ یہ کمال ہو گیا۔ مگر یوں بھی ہوتا ہے کہ بغیر بیج کے بھی ایسا کمال ہو جاتا ہے۔ گلاب اور انگور کی قلمیں مٹی میں گاڑو۔ اوپر کے سرے پر مٹی یا گوبر لگا کر اسے کپڑے یا پلاسٹک سے باندھ دو۔ کچھ دن بعد شاخ پھوٹنے لگے گی۔ اور نئی بیل پہلی کی طرح مکمل اور پوری طرح پھول اور پھل لائے گی اور الگ سے اپنا پورا وجود ثابت

Marfat.com

کرے گی۔ اب وہ پہلی بیل کی محتاج نہیں ہوگی۔ نہ اس کا پھل آدھا ہوگا۔ نہ پہلی بیل کے پھل سے کسی طرح کم ہوگا۔ یہ نباتات کی بات تھی۔ کہ ایک چھوٹی سی قلم میں پوری بیل تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک بیل میں بہت سی بیلیں ہوتی ہیں۔

تیسرا جادو:۔

اب ایک اور کمال دیکھیں، ان سے بھی بڑھ کر۔ پہلے بیج مٹی میں دبایا اور ایک ویسا ہی درخت پیدا ہوا۔ پھر ایک شاخ کو مٹی میں ٹانکا اور ویسی ہی بیل پیدا ہو گئی۔ اب نہ مٹی میں دبانا ہے نہ کوئی ٹکڑا کاٹنا ہے۔ ایک مرغی یا کوئی پرندہ ایسے کسی عمل سے گزرے بغیر محض اپنی مخالف جنس سے ملاپ کے بعد ایک انڈے کو اپنے جسم سے خارج کرتا ہے۔ جس میں ایک رقیق مادہ ہوتا ہے۔ اسے توڑ کر مٹی پر بہا دو تو ختم۔ پرندہ اس پر بیس تیس دن بیٹھ کر اپنے جسم سے حرارت بہم پہنچاتا ہے یا کسی اور مصنوعی طریقے مطلوبہ حرارت بہم پہنچائی جائے تو ایک ویسا ہی پرندہ پورا مکمل نکل آئے گا۔ پہلا پرندہ ویسا کا ویسا ہی۔

اس سے بھی عجیب:۔

یہ نباتات اور پرندوں کی بات تھی۔ چوپائے اور انسان کے لئے اس سے بھی عجیب قانون ہے۔ کہ ہو بہو اپنے جیسا ایک اور وجود تخلیق کرتے ہیں۔ اور پھر خود بھی اسی طرح مکمل۔ ان میں کوئی جزو حیات کم نہیں ہوتا۔

راز:۔

اس میں ایک بات تو سمجھ آئی کہ ایک وجود میں ویسے ہی بہت سے وجود ہیں جو پہلے ہے، وہی آخر بھی ہے۔ جو قانون پہلے انسان کے لئے ہے وہی آخری انسان کے لئے بھی ہے۔ جو خوبیاں پہلے میں موجود تھیں آخر والے میں بھی ہیں۔ بات ہے محنت کوشش

Marfat.com

اور حوصلے کی۔ عصاء موسیٰ، ادائے موسیٰ کا متقاضی ہے۔

سچائی :۔

انسان کو دعویٰ ہے کہ اس نے بہت ترقی کر لی ہے تو ذرا بتائے کہ ایک خشک گٹھلی میں یہ رنگ یہ ذائقے یہ خوشبو کہاں سے آئے؟ یہ سبز پتے، یہ شاخیں، یہ نرم و نازک شگوفے کیسے پیدا ہوئے؟ یہ زمین میں اترتی ہوئی جڑیں یہ آسمان کی طرف بلند ہوتے تنے کہاں سے آئے؟ جڑیں تو زمین سے ایک ہی طرح پانی اور مٹی جذب کر کے پیڑ کی رگوں میں بھیجتیں ہیں، اس مٹی اور پانی میں سے اتنی ساری مختلف شکل اور ذائقوں کی چیزیں الگ الگ کیسے نکل آئیں؟ آم کی خشک گٹھلی میں تو یہ سب کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اگر یہ سب کچھ پانی میں ہے تو کوئی سائنس، کوئی سائنس دان پانی سے یہ سب چیزیں نکال کر دکھائے۔ اگر یہ چیزیں مٹی میں چھپی ہیں تو کوئی نکال کر دکھائے۔ اگر یہ ہوا اور سورج کی روشنی میں ہیں تو دونوں کو لے کر کوئی انہیں نچوڑے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ آم کی گٹھلی میں یہ خاصیت ہے کہ ان اجزا کو جذب کر کے مختلف اشکال میں ڈھال دے، تو بھی سوچنے کی بات ہے کہ یہ خاصیت انسان کی پیدا کردہ تو نہیں۔ یہ خوبی کسی اور نے اسے دی ہے۔ تو اتنی بات جان لینے کے بعد یہ بھی مان لینا کہ وہ جو بھی ہے ہم سے زیادہ علم والا اور ہم سے زیادہ سمجھ والا ہے۔ زیادہ قوت والا بھی ہے کہ اس کے کاموں میں کسی کو دخل دینے کی جراءت نہیں۔ اس نے جو طریقہ بنا دیا اس سے ہٹ کر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ تو پھر اس کی بات مانو جو ہم سے زیادہ بڑا ہے۔ علم، عقل اور قوت میں بلکہ ہر لحاظ سے۔ وہ اتنا بڑا ہے کہ

"پاکی بیان کرتا ہے واسطے اللہ کے جو کچھ بیچ آسمانوں اور زمین کے ہے۔ اور وہ ہے غالب حکمت والا۔ واسطے اس کے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ زندہ

Marfat.com

کرتا ہے اور مارتا ہے۔اور وہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔وہ ہے سب سے پہلے اور سب سے پیچھے۔اور سب میں ظاہر اور سب سے چھپا ہوا۔اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو بیچ چھ دن کے۔پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے۔جانتا ہے جو کچھ کہ داخل ہوتا ہے بیچ زمین کے اور جو کچھ کہ نکلتا ہے اس سے،اور جو کچھ کہ اترتا ہے آسمان سے،اور جو کچھ کہ چڑھتا ہے اس میں۔اور وہ ساتھ تمہارے ہے جہاں ہو تم۔اور اللہ ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم دیکھنے والا ہے۔واسطے اسی کے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور طرف اللہ کے پھیرے جاتے ہیں سب کام۔داخل کرتا ہے رات کو بیچ دن کے اور داخل کرتا ہے دن کو بیچ رات کے۔ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسول ﷺ اس کے کے۔"(الحدید۔آیۃ،ا تا ۷)

ان میں ساری باتیں اللہ تعالیٰ نے بہت کھول کر بتا دی ہیں کہ اللہ ہی حکیم و دانا ہے۔وہ سب کچھ جانتا ہے۔اس کے مقابلے میں تمہارا علم بہت ناقص اور کم ہے۔بلکہ تمہارا علم کیا ہے؟ یہ اتنا بھی اسی اللہ کا دیا ہوا ہے۔اس لئے وہ جو کہتا ہے وہی درست ہے اگر اس کی کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو یہ تمہارے سمجھنے کا فرق ہے،بات میں کوئی فرق نہیں۔اگر اس کے باوجود تم شیطان کے بہکاوے میں آ کر اس کی بات نہیں سمجھتے تو اس کا کیا بگاڑو گے اپنا ہی نقصان کرو گے۔اس لئے کہ جس زمین آسمان کے درمیان تم رہ رہے ہو،اس کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے۔اور بادشاہی بھی ایسی ہے کہ وہی زندہ بھی کرتا ہے اور وہی مارتا بھی ہے۔اگر تم اس سے سرکشی کرو گے تو وہ جب چاہے تمہیں مار سکتا ہے۔زندگی کی یہ ڈھیل،یہ مہلت بھی اسی کے کرم سے ہے۔تمہاری اکڑ،تمہاری اتراہٹ اور تمہاری سرکشی ایک پل میں ختم۔اس زمین اور آسمان سے باہر نکل کر تم جا نہیں سکتے۔اس کی حکومت ان کے اندر بھی ہے اور ان کے

Marfat.com

باہر بھی ۔ بلکہ یوں کہو کہ ہر جگہ اسی کی بادشاہی ہے۔اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ، پیدا کر کے یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ عرش پر متمکن ہوگیا ،اس کائینات کا نظام چلاتا ہے اور اس کی دیکھ بھال کرتا ہے ۔ یہ سارا نظام اسی کے حکم سے چل رہا ہے۔وہ ذرہ ذرہ کو دیکھ رہا ہے ۔وہ جانتا ہے زمین میں کیا داخل ہو رہا ہے اور اس میں سے کیا نکل رہا ہے۔ آسمان سے کیا اتر رہا ہے اور آسمان میں کیا چڑھ رہا ہے۔وہ کسی شے سے غافل نہیں ۔وہ سب کی خبر رکھتا ہے ۔اندر، باہر، ظاہر، باطن، چھوٹا، بڑا، کم، زیادہ وہ سب کے بارے میں جانتا ہے۔یہی نہیں بلکہ وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو، یہ دیکھنے کے لئے کہ تم اس کی ان نعمتوں کا استعمال کیسے کرتے ہو۔تم سے حساب لیا جائے گا۔حساب اس لئے لیا جائے گا کہ زمین و آسمان کی بادشاہی اسی کی ہے۔ اس بات کو اس لئے دہرایا ہے کہ تمہیں پھر یاد دلا دیں ۔اور یہ کہ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے، وہ سب ہماری طرف پلٹتا ہے۔ہم مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں تو حرکت ہوتی ہے ۔نتیجہ نکلتا ہے اور مزدوری ملتی ہے۔اب تمہیں یہ دکھائی نہ دے تو تمہاری آنکھوں کا قصور ہے۔تم اگر اندھے رہو اس کے بعد کہ اللہ نے تمہارے لئے وہ نور بھیجا اس غرض سے کہ تم اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آجاؤ تاکہ تمہیں سب صاف صاف دکھائی دے اور دھوکہ سے کھائی میں نہ گر پڑو۔اس کے باوجود تم اندھیروں میں رہو تو کیسے نظر آئے، کیسے دیکھو گے ۔نہیں دیکھ سکو گے تو سیدھی راہ سے بہک جاؤ گے ۔پھر یہ ہو گا کہ منزل بھی نہیں ملے گی اور راستے کے خوف اور خطرات تو ہوں گے ہی، ہم تمہیں سزا اور دیں گے۔

اللہ دانا، حاکم، فاعل:۔

انسان کا سارا کام دن رات سے ہے۔دونوں میں سے ایک بھی گم ہو جائے

Marfat.com

تو بندہ مشکل میں پھنس جائے بلکہ سارا کام ٹھپ ہو کر رہ جائے۔ شب و روز کی جو یہ چکی چل رہی ہے، اسے اللہ ہی چلا رہا ہے۔ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ وہ تمہاری سینے والی بات کو بھی جانتا ہے۔ کہ تم کیا سوچتے رہتے ہو۔ تمہاری سوچ اور عقل اسی وقت درست سمت میں آئے گی جب تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ گے، ورنہ ہم تمہارے سینے میں چھپی بات کو جانتے ہیں کہ وہ غلط ہے یا صحیح۔ اور انسان کم سمجھتا ہے۔ (القرآن آیۃ، ۷۔۱۰)

تمہاری سمجھ کا تو یہ حال ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو تم گھبرانے لگتے ہو کہ ہمارا مال کم ہو گا۔ اللہ کہتا ہے کہ تمہارا مال بڑھے گا۔ مگر تم نہیں سمجھتے جبکہ تم دیکھتے ہو کہ ایک بیج کو زمین کے اندر دبایا جائے تو اس میں کتنی بڑھوتری ہوتی ہے، وہ کتنے گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ اگر زراعت کا یہ عمل تمہاری آنکھوں کے سامنے نہ ہوتا تو تم اسے بھی نہ مانتے۔ ایک تو یہ بات ہوئی، دوسرے میراث تو ساری اللہ کی ہے تمہارا اس میں دخل کیا ہے۔ تم سے پہلے یہ میراث ان کے پاس تھی جو تم سے پہلے تھے۔ ان کے بعد ہم نے تمہیں اس کا وارث بنا دیا۔ اگر یہ ان کا مال ہوتا تو وہ اپنے ساتھ لے جاتے، تمہارے پاس کیوں چھوڑ جاتے۔ اب تم اس کی ملکیت کا دعوی کرتے ہو، تو کیا تم اسے ساتھ لے جاؤ گے۔ نہیں تم بھی اسے یہیں چھوڑ جاؤ گے۔ اس لئے کہ میراث ساری اللہ ہی کی ہے۔ تمہیں تو اسے برتنے کی مہلت بھی ہماری مرضی سے ہے۔ جس دن ہم نے یہ مہلت ختم کی، تم ایک لمحہ بھی اس دنیا میں قیام نہیں کر سکو گے۔ عجیب ہے انسان اللہ کے دیئے مال میں سے، اللہ کی راہ پر، اسی کے نام پر خرچ نہیں کرتا، ناشکرا ہے اور ناشکری کی سزا یہ ہے کہ مال چھین لیا جائے اور آخرت میں الگ سے عذاب دیا جائے۔

Marfat.com

انسان :۔

انسان بہت کچھ جان گیا ہے ،مگر ابھی بہت کچھ نہیں جان سکا۔ جب ایٹم کو نہیں جانتا تھا ایٹم کا تصور اس کے لئے محال تھا۔مگر اس وقت بھی خود کو بہت دانا بینا اور عاقل سمجھتا تھا۔ جب ٹی وی ،ریڈیو اور ٹیلیفون سے واقف نہیں تھا تو ان کا یقین کرنا اس کے لئے بہت مشکل تھا۔اسی طرح اب اس کے لئے اس بات کا یقین کرنا بہت مشکل ہو رہا ہے کہ انسان کائنات کا سب سے بڑا طلسم ہے۔جتنی قوتیں گولہ و بارود سے ایٹم تک ہیں، سب اس میں موجود ہیں ۔اس کی اصل زمین یا مٹی ہے ،تو مٹی یا زمین کی ہر قوت اور صلاحیت اس میں موجود ہوگی ، بلکہ یوں کہیے کہ قرآن کے مطابق انسان مٹی کا خلاصہ ہے۔دوسرے لفظوں میں انسان مادہ میں موجود تمام قوتوں کا خلاصہ ہے ۔اوران قوتوں سے رابطہ کا کوئی طریقہ ضرور ہے۔ جو عام تو سب کے لئے ہے مگر جانتے اسے خواص ہیں۔اس لئے کہ عام انسان ان پر غور ہی نہیں کرتا ۔اس پر ہم نے اپنی کتاب ''انسان ایک طلسم کدہ''میں بحث کی ہے۔یہ ایک بڑا تفصیل طلب موضوع ہے ،اس لئے کتاب کی ضخامت اور قیمت کے پیش نظر یہاں اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

نظامِ کار:۔

کائنات کی ہر شے کی اصل ایک ہے۔اس طرح سب کا آپس میں ایک تعلق ہے۔انسان ان سب کا خلاصہ یعنی کائناتِ اصغر ہے۔اس کا بھی سب سے رشتہ ہے۔ ہر شے کے تعلق کی ڈوری اس کی گردن سے لپٹی ہوئی ہے۔ جو ڈور بھی ہلے گی اس کی گردن کو جھٹکا ضرور لگے گا۔زمین و آسمان کے درمیان کہیں کوئی واقعہ ہو انسان اس

Marfat.com

سے ضرور متاثر ہوگا۔قرآن کریم میں اچھے کام کا حکم اور برے کام سے روک دینے کا قانون برے اثرات سے بچنے کے لئے ہے۔کئی جگہ اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ کوئی شخص یا گروہ ناپسندیدہ یا غلط بات کررہا ہوتو اسے روک دو۔کم از کم دل میں اس فعل کو ناپسند ضرور کرو اور وہاں سے اٹھ آؤ ورنہ تم بھی ان میں شمار ہوجاؤ گے۔فلسفۂ جہاد کی بنیاد بھی یہی ہے کہ برائی اور ظلم کے خلاف تلوار اٹھاؤ۔ورنہ ظالم کا ظلم اور باطل قوتوں کے غلط اعمال پوری دنیا کو نقصان پہنچائیں گے۔اسی قانون کی بنیاد پر ستارہ شناس لوگوں کی قسمت کی خبر دیتا ہے کہ کون سا سیارہ کس نام پر ہے اور کیا اثرات پیدا کررہا ہے۔

Marfat.com

ماورائی علوم

انسان کا اختیار:۔

انسان ابتدائے شعور سے اس بھید کو پانے کی فکر میں ہے کہ اس دنیا کے نظام کو وہ اپنی مرضی کے مطابق کیسے چلا سکتا ہے۔ یہ اس نے کبھی نہیں سوچا کہ آج اگر پانچ ارب انسان اپنا اپنا شوق پورا کرنا شروع کر دیں گے تو کتنا گھپلا ہوگا۔ سب کے شوق آپس میں ٹکرا کر ایک طوفانِ بدتمیزی پیدا کر دیں گے۔ کچھ بھی نہ ہوگا۔ سب خلط ملط ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ بار بار اسے سمجھا رہا ہے کہ یہ جو تجھے وہم ہو گیا ہے کہ تو اپنی عقل، اپنے علم، اور اپنے زور سے کچھ کرتا ہے تو یہ تیرا وہم ہے اگر تو تھوڑی سمجھ سے کام لے تو تجھے معلوم ہو جائے کہ تیرا اس دنیا میں اختیار کیا ہے؟ جب اللہ نے تجھے پیدا ہی نہیں کیا تھا، تب تیرا یہ اختیار کہاں تھا؟ جب تو ماں کی گود میں اپنا ہاتھ بھی اپنے منہ تک لے جانے کے قابل نہیں تھا، تب تیرا اختیار کہاں تھا؟ پھر بڑھاپے میں جب تجھے اللہ پھر ناقص حالت میں لے جاتا ہے تب تیرا اختیار اور زور کہاں ہوتا ہے؟ مان کہ یہاں سب زور اور سب حکم اللہ ہی کا ہے۔ یہ مان لے اسی میں تیری بھلائی ہے۔ اللہ فرماتا ہے!

”کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو بچھونا۔ اور پہاڑوں کو میخیں۔“ (النباء) بولو یہ تم نے بنایا۔ ”قسم ہے ان باؤں کی کہ چھوڑی گئی ہیں نرمی سے۔ پھر زور کرنے والیوں کی زور کرنے کر، اور بادل اٹھانے والیوں کی بادل اٹھانے کر، پھر جدا کرنے والیوں کی مینہ کو جدا کرنے کر، پھر ان فرشتوں کی کہ ڈالنے والے ہیں ذکر کو الزام دینے کو یا ڈرانے کو“ (المرسلت)

Marfat.com

یہ ساری قسم کی ہوائیں ہم ہی نے چلائیں ہیں۔کیا تم انہیں چلا رہے ہو؟ یہ سب کام ہم فرشتوں سے لیتے ہیں۔تمہارا تو اس میں دخل ہی نہیں۔ جو ذکر ہم نازل کرتے ہیں فرشتے کے ذریعے۔وہ ذکر ایسا ہے کہ ایک ہی بات سے کچھ لوگ بھلائی حاصل کر لیتے ہیں اور کچھ گمراہی میں پڑ جاتے ہیں ۔وہ تمہارا اپنا گمان اور تمہاری اپنی سوچ ہے ،ورنہ ہم تو تمہاری ہدایت ہی چاہتے ہیں۔اللہ کی حاکمیت کو مانو سرکشی سے باز آؤ!

''تحقیق جو وعدہ دیئے جاتے ہو تم البتہ ہونے والا ہے۔پس جس وقت کہ تارے مٹائے جاویں ،جس وقت کہ آسمان کھولا جاوے ،اور جس وقت کہ پہاڑ اڑائے جاویں''(المرسلٰت)

تو کیا تب تم سمجھو گے جب کھیل ہی ختم ہو جائے گا۔وہ جدائی کا دن ہو گا ان سب سے جن کے لئے تم اللہ کو بھولے ہوئے ہو۔پھر پیغمبر تم پر گواہی دینے کے لئے لائے جاویں گے۔اس دن جھٹلانے والے بہت خوف اور گھاٹے میں ہوں گے۔اور اپنے رب کے حضور سر جھکائے کھڑے ہوں گے ،تب تمہیں ہوش آئے گی کہ اختیار کس کا ہے۔اختیار اللہ ہی کا ہے ،تمہارے یا کسی اور کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔اگر کسی شے میں کوئی صفت اور صلاحیت رکھ دی گئی ہے تو وہ خود مختار نہیں ہو گئی ۔ بلکہ اللہ کے حکم کے بغیر وہ اس صفت اور صلاحیت کا استعمال بھی نہیں کر سکتی ۔اور اس کا نتیجہ بھی حاصل نہیں کر سکتی۔

''ایک تیری چاہت ہے ،ایک میری چاہت ہے ۔ہوتا وہی ہے جو میری چاہت ہے ،اگر تو خود کو اس کے حوالے کر دے جو میری چاہت ہے تو میں تجھے وہ بھی دے دوں گا جو تیری چاہت ہے ۔اگر تو اس کے خلاف کرے گا تو میں تجھے تھکا دوں

Marfat.com

گا اور ہو گا پھر وہی جو میری چاہت ہے" (الحدیث)

وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے تیرا کام تو بس یہ ہے کہ موت سے پہلے مر جا ۔جیسے مردہ کے دل میں کوئی خواہش نہیں ہوتی ،اسی طرح ہر خواہش کو دل سے نکال ۔اور جس طرح مردہ دوسروں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے تو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر اور سارے کام اس پر چھوڑ دے۔بس تیرا کام یہ ہے کہ اس نے جو حکم دیا ہے اسے بجا لانے کی کوشش کر،کہ پوری طرح حکم بجا لانا بھی تیرے بس میں کہاں؟ مگر یہ سب بھی اسی کی توفیق سے ہے۔تیرا کام تو بس خواہش اور گمان کرنا ہے۔ تیرا کام بس چاہنا ہے ،مدد اللہ ہی کرے گا۔ یہ دوٹوک فیصلہ سن کر بھی انسان کو چین نہیں آتا۔اسکے بعد ایک اور سوال اس کے دل میں سر اٹھاتا ہے کہ یہ نظام چل کیسے رہا ہے؟ کھوج لگانا اس کی فطرت میں ہے۔

جستجو:۔

تجسس اور کھوج کی خوبی نے اگر ایک طرف انسان کو بے چین رکھا ہے تو دوسری طرف اسے بہت سے رازوں سے آگاہ بھی کیا ہے۔سائنس کی نت نئی ایجادات اور ماورائی علوم اسی کی عطا ہیں۔

یہ دنیا کیا ہے؟اس کا نظام کیسے چل رہا ہے؟اس میں انسان کا مقام اور اختیار کیا ہے؟ یہ اور اس قسم کے اور کئی سوالات،انسان کی متجسس طبیعت کا فطری تقاضا بھی ہیں اور احساس بقائے وجود کی علمی،عقلی ضرورت بھی۔

ابتدائے خیال:۔

زندگی کی تگ و دو میں محنت اور کوشش کے باوجود ناکامیوں نے انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ اس کو اس کی محنت کا خاطر خواہ پھل کیوں نہیں ملتا؟اس کیوں کے

Marfat.com

کرکے لکھا ہے اور بعض علماء نے ایرانی شمسی مہینوں سے مطابق کرکے لکھا ہے، عاجز عربی، گریگواری عیسوی، رومی، قبطی، ایرانی، ہندی مہینوں کے نام لکھتا ہے اور عبری اور قمری ہندی نام بھی لکھتا ہے کیونکہ یہ قمری مہینوں میں لوند کرکے شمسی حساب کرتے ہیں۔

شمسی مہینوں کے نام

نمبر شمار	عربی	گریگواری	رومی	قبطی	ایرانی	ہندی	عبری	قمری ہندی
۱	حمل	مارچ	مارث آزار	برمہات	فروردی	میکھ	آدار	چیت
۲	ثور	اپریل	نیسان	برمودہ	اردی بہشت	برکھ	نیسان	بیساکھ
۳	جوزا	مئی	مایسی ایار	بشنس	خرداد	متھن	ایار	جیٹھ
۴	سرطان	جون	ذیران	بوؤنہ	تیر	کرک	سیوان	اساڑھ۔ باڑھ
۵	اسد	جولائی	تموز	ابیب	امرداد	سنگھ	تموز	ساون
۶	سنبلہ	اگست	آب اغسطس	سری	شہریور	کنیا	آب	بھادوں
۷	میزان	ستمبر	ایلول	توت	مہر	تلا	ایلول	کوار۔ اسوج
۸	عقرب	اکتوبر	تشرین اول	بابہ	آبان	برچھیک بریچک	تشری	کاتک۔ کارتک
۹	قوس	نومبر	تشرین ثانی	ہاتور	آذر	دھن	مرحشوان	اگھن
۱۰	جدی	دسمبر	کانون اول	کیہک	دے	مکر	کسلو	پوس۔ پوہ
۱۱	دلو	جنوری	کانون ثانی	طوبہ	بہمن	کنبھ	طبت	ماگھ۔ ماہ
۱۲	حوت	فروری	شباط	امشیر	اسفندیار	مین	شباط	پھاگن

Marfat.com

جواب میں پہلے پہل وہ صرف اتنا جان سکا کہ کوئی ایسی طاقت ہے جو محنت اور نتیجے کے قانون سے بالاتر ہے۔ وہ کیا ہے اور کیسے کام کرتی ہے؟ اس کے بارے میں اس کے علم نے اسے کوئی اور تسلی بخش جواب نہ دیا۔

شروع سے انسان کسی ایسے نکتے یا ایسے فارمولے کی تلاش میں ہے جو اسے زندگی میں یقینی کامیابی کی ضمانت دے سکے۔ محنت ، ہمت، تدبیر، موجودوسائل کا بہتر استعمال، وقت کی پابندی، باقاعدگی اور مسلسل کوشش کے باوجود جب وہ ناکامی کا منہ دیکھتا ہے تو اس کے ذہن میں ایک لفظ گونجتا ہے، ''تقدیر''۔ تقدیر کی اصلیت جاننے کے لئے وہ غیر مادی نظام کی طرف رجوع کرتا ہے۔ رمل، جفر، نجوم، اعداد، ساعات ، مسمرازم، ہپناٹزم اور اسی قسم کے دوسرے علوم کی طرف جھکتا ہے، جادو اور روحانیت کے طریق کار پر غور کرتا ہے، مگر ہر بار وہ کسی فیصلے پر پہنچتے پہنچتے رہ جاتا ہے۔ ہر علم کہیں نہ کہیں آکر بے بس ہو جاتا ہے۔ اور آخر کار وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کوئی ایسی طاقت ہے جو تمام اصول و قوانین سے بالاتر ہے ، اور تمام قوانین اس کی مرضی کے پابند ہیں۔ اس کی مرضی ہی حکم ہے، اور اس کا حکم ہی قانون ہے۔ اس نے جیسے چاہا اس دنیا کو بنایا اور جیسے چاہتا ہے اس کو چلا رہا ہے۔ جس کو جو دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ جس سے جو لینا چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ جس کو پیدا کرنا چاہتا ہے، پیدا کر دیتا ہے اور جس کو مارنا چاہتا ہے، مار دیتا ہے۔ مگر اس فیصلے کے بعد پھر انسان بے چین ہو جاتا ہے۔ کہ اگر ایسا ہی ہے ، تو یہ جزا سزا کس بات کی ۔ جرم و خطا انسان کے سر کیوں؟ اور پھر وہ نئے سرے سے سوچنے لگتا ہے کہ انسان کا اس کائینات کے نظام میں کتنا دخل ہے؟ مگر ہر بار وہ کسی حتمی فیصلے پر پہنچنے سے محروم رہتا ہے۔ اور پھر ایک بار تقدیر کی دیوار پر سر ٹکا دیتا ہے۔

Marfat.com

دنیا کی قریب قریب تمام اقوام تقدیر کا تصور رکھتی ہیں۔مگر تقدیر کیا ہے؟ کیسے تشکیل ہوتی ہے؟اس کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا۔مختلف طبقہ فکر کی تقدیر کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔

ماورائی علوم،فطرت سے بالاتر قانون کی نشاندہی کرتے ہیں۔اس اعتبار سے یہ معجزات اور کرامات کا اعتراف کرتے ہیں جب کہ فطرت پرست معجزات اور کرامات کی ایسی وضاحت کرتے ہیں جو قدرت کے منشاء ہدایت انسانی کے خلاف ہے۔اس لئے ہم یہاں کچھ علوم پر تفصیل سے بات کریں گے۔پہلے سرسری تعارف کراتے ہیں۔

اہلِ نجوم:۔

اہل نجوم کہتے ہیں ۔انسان کی پیدائش کے وقت جو نجوم و بروج حاکم ہوتے ہیں،انسان انہی کے زیر اثر ساری زندگی گزار دیتا ہے۔یہی اثرات اس کی زندگی کا رخ متعین کرتے ہیں۔اس کی سوچ،اس کے خیالات ،اس کے اعمال و افعال سب انہی کے تابع ہوتے ہیں۔اس کی کامیابی اور ناکامی انہی کے تحت ہوتی ہے۔

ماہرینِ اعداد:۔

علم الاعداد کے ماہرین کے نزدیک دنیا حساب کا فارمولا ہے۔وہ ہر کام کو اعداد کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ایک سے نو تک ہر عدد کی ایک خاصیت ہے۔کسی شخص کی پیدائش اور نام کے جو اعداد ہوتے ہیں ،اسی سے اس کی صحت،شخصیت اور تقدیر بنتی ہے۔

اہلِ جفر:۔

علم جفر کے مطابق یہ سارا کھیل حروف کا ہے۔اسی لئے ان کے نزدیک نام

Marfat.com

کی بہت اہمیت ہے۔ ہر حرف کی ایک خاصیت ہے، رنگ ہے۔ مزاج ہے۔ اس علم کے مطابق حروف اور الفاظ اپنا مخصوص اثر رکھتے ہیں۔

اہلِ ساعات:۔

علم الساعات والوں کے نزدیک ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ اسے اپنے وقت معین پر ہونا ہے۔ کچھ کے نزدیک واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے لئے وقت اور مقام کا اتصال ضروری ہے۔ مقام تبدیل کرنے سے واقعات اور حادثات کو ٹالا جا سکتا ہے۔

مسمریزم:۔

اس میں تصور یا خیال کا اثر دوسرے کے دل پر ڈال کر پوشیدہ اور آئندہ کے حالات پوچھے جاتے ہیں۔

ہپناٹزم:۔

عمل تنویم یا توجہ کا علم ہے۔ مسمریزم ہی کی ایک شاخ کہہ لیجئے۔

رمل:۔

ایک علم جس میں لکیروں اور ہندسوں کے ذریعہ غیب کی باتیں بتانے کا دعوی کیا جاتا ہے۔

زمان و مکاں:۔

ساعات کے علم کے ساتھ ایک اور حقیقت کو بھی ماورائی علوم والے تسلیم کرتے ہیں وہ زمان و مکان کی اہمیت ہے۔ کوئی جگہ اور کوئی گھڑی کسی کے لئے بھاگوان ہوتی ہے، کسی کے لئے منحوس۔ اہل نجوم اکثر اس قسم کی بات کرتے ہیں کہ فلاں سمت سفر کرنا

Marfat.com

سود مند ہو گا اور فلاں شہر تمہارے لئے مناسب نہیں۔فلاں کام کے لئے فلاں وقت بہتر ہو گا۔

ٹیلی پیتھی:۔

ٹیلی پیتھی ایک علم ہے جس میں اپنے خیالات بغیر کسی واسطے کے دوسرے تک پہچانا اور دوسرے کے خیالات پڑھنا ہوتا ہے۔یہ سکوت ،ارتکاز اور توجہ کا علم ہے۔اس میں ذہن کو خالی کرنے کی مشق ،ارتکاز یا مراقبہ کے ذریعے کی جاتی ہے۔

چہرہ شناسی:۔

چہرہ شناسی کو بھی ہم غیر مادی علوم کی ایک شاخ کہہ سکتے ہیں۔اس میں کسی کے چہرے کی نقوش سے اس کے ماضی، مستقبل اور پوری شخصیت کے بارے میں انسان بڑی تفصیل سے بتا سکتا ہے جو عام لوگوں کو حیرت زدہ کر دیتے ہیں۔قیافہ شناسی بھی اسی کی ایک شاخ ہے۔

پامسٹری:۔

یہ ہاتھ کی لکیروں کا علم ہے۔ابتدا سے لے کر اب تک اس کی مقبولیت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ایک پامسٹ جو اس علم پر عبور رکھتا ہے وہ کسی کے ماضی کے حالات اور مستقبل کی کسی حد تک ٹھیک ٹھیک خبر دے سکتا ہے۔

خواب:۔

خواب خبر کا ایک غیر مادی ذریعہ ہے۔قرآن پاک میں ہے کہ حضرت یوسفؑ

Marfat.com

نے ایک خواب دیکھا اور بزرگی اور حاکمیت اس خواب کی تعبیر نکلی۔عزیز مصر نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر حضرت یوسفؑ نے دی اور وہ درست نکلی۔

جادو:۔

جادو کا ذکر قرآن پاک میں حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں ہے۔جب فرعون کے درباری نجومیوں نے اسے موسیٰؑ کی پیدائش کی خبر دی تو اس نے یہودیوں کے بیٹوں کے قتل کرنے کا حکم دیا مگر موسیٰؑ اللہ کے حکم سے زندہ بچ گئے اور جیسا کہ فرعون کو پہلے سے اس کے نجومیوں نے بتایا تھا کہ ایک یہودی لڑکا تمہاری حکومت کی تباہی کا باعث ہوگا وہ بات سچ ہوئی۔حضرت موسیٰؑ جب اللہ کے حکم سے فرعون کے پاس آئے اور اس کی حکومت میں بسنے والے یہودیوں کی آزادی کا مطالبہ کیا اور دین حق کی دعوت دی تو اس نے آپؑ کو مروانا چاہا۔لیکن خدا کے حکم سے آپؑ سلامت رہے۔اور وہ ناکام رہا۔آپؑ اور جادوگروں کے مقابلہ کے واقعہ میں جب جادوگروں نے رسیاں زمین پر پھینکی تو وہ دیکھنے والوں کو سانپ دکھائی دینے لگیں۔مگر جب آپؑ نے اپنا عصا زمین پر پھینکا تو وہ ان سب سانپوں کو نگل گیا۔یہ ایک حقیقت تھی جس سے جادوگر بہت متاثر ہوئے اور ایمان لے آئے۔اس میں دو باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ایک یہ کہ جادو کا وجود ہے مگر اس کی حقیقت وہ نہیں ہوتی جو آنکھوں کو دکھائی دیتی ہے۔بلکہ ایک احساس دیکھنے والوں کو متاثر کرتا ہے اور اسی تاثر کے زیر اثر وہ اس کے اثرات کو اپنے اوپر محسوس کرتا ہے۔اور جادو سے زیادہ یہ احساس اس کو نقصان پہنچاتا ہے۔جب کہ روحانیت میں جو ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے واقعتاً ہوتا بھی ایسا ہی ہے۔فرعون نے چونکہ حضرت موسیٰؑ کو ایک جادوگر کے طور پر اپنی حکومت کا باغی سمجھا تھا اسی لیے مقابلے کے

Marfat.com

لئے جادوگر بلوائے گئے۔ان کا خیال تھا کہ آپؑ بھی جادو کا تماشہ دکھائیں گے۔ہونا یہ تھا کہ ان کی جو رسیاں لوگوں کو سانپ دکھائی دے رہی تھیں تماشہ ختم ہونے کے بعد وہ پھر سے رسیاں ہی دکھائی دینے لگتیں۔اور جادوگر انہیں اپنی اپنی پٹاری میں رکھ لیتے۔مگر جب آپؑ کا عصا ان سب کو کھا گیا تو ان کو بڑی حیرت ہوئی۔اور انہیں یقین ہوا کہ یہ جادو نہیں بلکہ کوئی اور قوت ہے۔کیونکہ جادو کے ذریعے کوئی عصا کسی رسی کو مستقل نہیں کھا سکتا۔اور وہ اس حقیقت کو دیکھ کر ایمان لے آئے۔اس سے ظاہر ہوا کہ جادو کا وجود ہے مگر روحانی قوت کے سامنے کمتر اور کمزور ترین۔

ہیمیا:۔

یہ علم طلسم ہے۔جادو منتر ایک بہت پرانا علم ہے۔قرآن میں جادو کا تذکرہ ہے۔اس کے جاننے اور ماننے والوں کا دعوی ہے کہ جادو کے ذریعہ انسان کسی کو مار سکتا ہے۔کسی کو اس کی مرضی کے خلاف زبردستی اپنے پاس بلا سکتا ہے۔کسی کو پاگل کر سکتا ہے یا بیمار کر سکتا ہے۔غرض یہ کہ جادو ایسی غیر مادی قوت ہے جو دکھائی نہ دینے کے باوجود اس کے ماننے والوں کے دعوی کے مطابق ایک طاقتور اور کارآمد شے ہے۔اگر اسے مان لیا جائے تو ہمیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہماری زندگی پر کچھ ایسی قوتیں بھی اثر انداز ہو سکتی ہیں جو سراسر غیر مادی کہی جا سکتی ہیں۔

ریمیا:۔

یہ بھی جادو کی قسم کی ایک قوت ہے۔اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کا جاننے والا جہاں چاہے جا سکتا ہے۔یعنی انسان میں بغیر کسی مادی سہارے کے اڑنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔اس علم کے بعد اگر یہ کہا جائے کہ انسان جو دکھائی دیتا

Marfat.com

ہے اس کے علاوہ بھی کچھ ہے۔تو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔اور اس سے ہمیں انسان اور کائینات کے متعلق ایک نئے رخ سے سوچنے کی راہ ملتی ہے۔جادو اور ریمیا پر سوچتے ہوئے یہ سوال انسان کے ذہن میں ضرور پیدا ہوتا ہے کہ یہ قوتیں انسان کے اندر سے باہر نکالی جاتی ہیں۔یا باہر سے لے کر انسان کے اندر داخل کی جاتی ہیں کہ اس میں ایسے بعید مادہ یا بعید فطرت عجائبات دکھانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔دونوں صورتوں میں مادہ سے متعلق سائنسی نظریات کو کچھ وسعت دینا پڑے گی۔کہ جب سائنس یہ کہتی ہے کہ مادہ فنا نہیں ہوتا بلکہ توانائی میں بدل جاتا ہے۔تو ہمیں اس توانائی کی وسعتوں پر غور کرنا پڑے گا۔کہ توانائی اصل میں ہے کیا؟اور کتنی قوتوں کی مالک ہے؟ان دو طلسمات کی روشنی میں دیکھا جائے تو توانائی جو شے بھی ہے،بڑے کام کی شے ہے اور اس سے بہت عجیب وغریب اور حیرت انگیز کام لئے جا سکتے ہیں۔ایسے کام جو سائنس کی لیبارٹری کی تنگ حدود سے کہیں وسیع اور بلند ہیں۔

سیمیا:۔

سیمیا ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ اشیائے موہوم دکھائی جا سکتی ہیں۔وہ اشیا جن کا کوئی وجود ہی نہ ہو،ان کو دکھانا بھی جادو یا جادو سے بڑا کمال ہے۔اس علم کے ذریعے روح کو ایک جسم سے دوسرے میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔یہ اس سے بڑا کمال ہے۔اگر اس علم کو مان لیا جائے تو ہمیں زندگی اور دنیا کے بارے میں کئی نئے اور حیرت زا تصورات کو جگہ دینی پڑے گی۔اور مادی رخ کے ساتھ ایک غیر مادی رخ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔غیر مادی رخ کو تسلیم کرنے کے بعد زندگی کے بارے میں ہمارے نظریات بدل جائیں گے۔اس سے ہمارا طرز عمل بدل جائے گا۔ہمارے رویے بدل جائیں گے۔اور محنت اور وسائل کا جو نظریہ زندگی میں کامیابی کے لئے اب تک رائج ہے،اس

Marfat.com

میں ترمیم کرنی پڑے گی۔

روحانیت:۔

روحانیت کا علم وہ علم ہے جس میں انسان اپنی روح سے رابطہ کرتا ہے اور اس کے ذریعے کائینات کے سربستہ رازوں میں جھانکتا ہے۔انبیاء کرام اس گروہ میں سب سے اعلیٰ وافضل ہیں۔ان کے بعد اولیاء اللہ اور دوسرے بزرگ۔ان سے متعلق کہانیاں اور واقعات ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ اگر انسان اللہ کے احکامات پر خلوص ومحبت سے عمل کرے تو اس میں ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ اس کائینات کے مادی یا فطری قوانین کے خلاف بھی کام کرسکتا ہے۔انبیاء کرام سے ایسے واقعات رونما ہونے کو معجزہ کہتے ہیں۔اسی طرح بزرگ حضرات سے متعلق بھی ایسے بہت سے واقعات ہیں جن کا مادی قوانین سے کوئی تعلق نہیں۔ایسے واقعات کو کرامت کا نام دیا جاتا ہے۔قرآن پاک میں تختِ بلقیس کا حضرت سلیمانؑ کے دربار میں پلک جھپکتے میں آ جانا۔ان کا ہوا کے دوش پر سفر کرنا،حضرت موسیٰؑ کا دریا میں عصا مار کر راستہ پیدا کرنا۔پتھر پر عصا مار کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لیے بارہ چشمے جاری کرنا،قوم کے اصرار پر آسمان سے من و سلویٰ نازل کروانا۔حضرت عیسیٰؑ کا برص کے مریضوں ،مادر زاد اندھوں کو اچھا کردینا۔مٹی کے پرندے بنا کر پھونک مارنا اور انہیں زندہ کر کے اڑا دینا۔حضرت ابراھیمؑ کے لیے نارِ نمرود کا ٹھنڈا ہو کر گلزار بن جانا۔آپ ﷺ کی ذات گرامی کا چاند کو دو ٹکڑے کرنا،سورج کو واپس لوٹانا،شب معراج،مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور آسمانوں پر جانا اور پھر آسمانوں پر جا کر اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا۔ان کے علاوہ اور بہت سے واقعات کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔اسی طرح بزرگوں کی بہت سی کرامات کا تذکرہ ان کے

Marfat.com

حالات زندگی کی کتابوں میں ملتا ہے۔ان کا تعلق روحانیت سے ہے۔ یہ سب روحانیت کے کرشمے ہیں۔ان میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں ۔ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی کتاب قرآن پاک میں بیان کیا ہے۔روحانی قوت حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے عبادات کے طریقے بتائے ہیں۔باقی ماورائی علوم کسی نہ کسی طرح اسی روحانیت کے خوشہ چیں ہیں۔

علوم کی ان شاخوں پر گفتگو سے اصل میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مادی نظام کے ساتھ ایک اور نظام بھی ہے۔اور یہ نظام مادی نظام سے زیادہ طاقتور ہے۔جیسے فرعون اپنی تمام تر مادی قوت،شدید شیطانی خواہش کے باوجود حضرت موسیٰؑ پر غلبہ پانے میں ناکام رہا۔

مادی حیات کا ایک اور رخ بھی ہے۔اس طرز کے علوم کی تعداد کافی زیادہ ہے۔اس قسم کے علوم کو جاننے والوں میں ہر ایک کا دعویٰ ہے، کہ وہ جو کہہ رہا ہے وہی سچ ہے۔مگر واقعات جہاں اس کی تصدیق کرتے ہیں وہاں تکذیب بھی کرتے ہیں۔مثلاً ایک تاریخ، ایک دن اور ایک وقت میں پیدا ہونے والے سب بچے ایک طرح کامیاب اور ناکام نہیں ہوتے۔ایک ہی نام رکھنے والے سب لوگ ایک ہی طرح کی زندگی نہیں گزارتے۔جن لوگوں کا برج اور ستارہ ایک ہوتا ہے۔وہ ایک دوسرے سے مختلف حالات و واقعات سے دو چار ہوتے ہیں۔یہ تو مانا جا سکتا ہے کہ ان سب چیزوں کا زندگی میں کچھ نہ کچھ دخل ضرور ہوتا ہو گا۔مگر یہ کہ انسان پوری طرح ان کے تابع ہے،اس بات کو عقل اور مذہب دونوں تسلیم نہیں کرتے۔کیونکہ اگر اس کو مان لیا جائے تو جزا اور سزا کے نظریے کی نفی ہوتی ہے۔اور انسان کے اعمال و افعال کا جواب دہ اس کو نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔دوسرے لفظوں میں انسان کی جد و جہد بے معنی ٹھہرتی ہے۔مذہب

Marfat.com

کی تعلیمات کے مطابق انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ سعی کرتا ہے۔اور جو اس کی تقدیر ہے۔ بظاہر یہ دو متضاد باتیں ہیں مگر اصل میں بات ایک ہی ہے۔

نجوم و بروج:۔

بروج و نجوم کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔اہل نجوم کے نزدیک ان میں ہر ایک کسی خوبی یا قوت کا حامل ہے۔ بروج اور ستاروں کے مزاج سے متعلق ہم حضرت مولانا ملا معین الدین واعظ الکاشفی الہروی رحمۃ اللہ کی کتاب ''معارج النبوت'' سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔اس سے اہلِ نجوم کے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ بروج اور ستارے خصوصی اثرات رکھتے ہیں۔اس کتاب کے ہزارہا نسخے دنیا کی لائبریریوں میں اس کی مقبولیت کی دلیل ہیں۔مولانا لکھتے ہیں۔

''اے درویش! اگر اس ذات اقدس کا نور اور آنکھوں کا سرور نہ ہوتا تو نہ زحل چمکدار تاج سر پر رکھتا اور نہ قبائے مدول اوڑھتا اور نہ کاتبِ تقدیر منشور قضا کو مشتری کے نام لکھتا،اور مجلّات کے طلوع اور نہ افلاک کے گھوڑوں کو اس کے احکام کا مطیع و فرمانبردار کرتے اور نہ تغلب کا خنجر مریخ کے ہاتھ میں آتا اور زرنگاری نیزہ اس کے شانہ پر معلق ہوتا،اور خورشید فلک پیما حصول مملکت کے لئے سفید گھوڑے مشرق کے اصطبل سے محلات کی طرف لاتا اور نہ یہ روشن و منور قندیل جو مثل آفتاب روشن و منور تھی،فلک شش روزہ کی محراب پر لعل بدخشاں کی طرح تاباں و منور کی طرح منور و روشن ہوتی اور نہ زہرہ فلک سوم پر عیش طرب میں ہوتا،اور نہ بزم فلک کے ملمع ساز کی دھنوں پر مست و سرشار ہوتے،اور نہ عطارد کا منشی و محرر دریائے تیرہ کے نوک قلم سے صفحۂ شب پر مشکیں روشنائی سے لکھتا،اور نہ کافوری آئینہ سنہری آمیزش کے اپنی صفائی اور سفیدی کو روزگار

Marfat.com

پر ظاہر کرتا،اور نہ چمکنے والا چاند گنگا جمنی صحن چمن پر منقش اور جواہر نگار طبق کی شکل میں یا قیصر و کسریٰ کے جواہر نگار محلات کی صورت میں یا آئینہ صاف و مصفی کی صورت زمین پر ضو فشانی کرتا،یا دف کی شکل میں مطربان خوش اندام کے ہاتھوں میں با خد معشوق کی صورت میں اس کے دلفریب قد و قامت کے ساتھ اس گنبد نیلگوں میں اپنے جمال جہاں آراء کی نمائش کرتا۔ایسی حالت میں نہ تو پانی میں رقت رہتی اور نہ ہوا میں لطافت اور نہ آگ میں حرارت ،نہ خاک میں کثافت ہوتی اور نہ زمین میں زر و جواہر ملتے ،اس طرح ظرف و مظروف ایک دوسرے سے متقارب و ملاقی نہ ہوتے اور نہ فرشتے اس عالم دنیا میں متعین ہوتے ،نہ تو برگ و بار کو تراوٹ اور نہ بنفشہ کو نیلوفری اور نہ سبزہ زار کو آنکھوں کی ٹھنڈک نہ نرگس کو شان اور نہ سوسن کو زبان نصیب ہوتی۔

غرض یہ کہ تمام خصوصیات اور انعامات صدقہ ہیں سرورِ کائینات،فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود با جود کا۔اگر حضور علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق نہ ہوتی تو اس عالم کون و مکاں میں کچھ بھی نہ ہوتا۔

یہاں دو باتیں سمجھ آتی ہیں کہ اس کائینات کا سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے،اور بروج میں الگ الگ خصوصیات رکھی گئی ہیں۔گویا یہ جو اہل نجوم ستاروں کی چال اور بروج کے مزاجوں سے قسمت کا حال بتاتے ہیں،بے وجہ نہیں۔

مورخ اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل قریش بھوک اور افلاس کا شکار تھے۔ہر طرف خشک سالی کا دور دورہ تھا۔جانور بھوک کے مارے لاغر اور کمزور ہو گئے تھے۔جب جناب آمنہؓ حمل سے سرفراز ہوئیں تو باران رحمت کا نزول ہوا،قحط سالی دور ہوئی۔گھروں کو سیراب کرنے والی نہریں رواں دواں ہوئیں۔درخت سرسبز و شاداب ہو گئے۔اور مصیبت زدوں کی پریشانی دور ہوئی۔ہر

Marfat.com

طرف خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا۔ چنانچہ اسی سال کو سنتہ الفتح ،خوشی و مسرت کا سال کہا گیا۔ اور یہ سب نور محمدی ﷺ کی برکت تھی۔

جس رات نور محمدی ﷺ صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہوا، اسی رات ابلیس لعین کا تخت الٹ گیا۔ اور یہ مردود بارگاہ الٰہی میں چالیس دن بحر و بر میں مارا مارا پھرتا رہا۔ اور فرط غم و کثرت غیض و غضب میں سیاہ و سوختہ ہو کر کوہ ابو قبیس کے دامن میں آ کر رونے چلانے لگا۔ اس کی آہ و فغاں سن کر اس کی ساری ذریت جمع ہو کر اس گریہ ماتم کا سبب معلوم کرنے لگی۔ تو ابلیس نے کہا۔ اے میری ذریت تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اب ہماری ہلاکت متحقق ہو گئی۔ کیونکہ محمد ﷺ صلب عبد اللہ سے رحم آمنہ میں منتقل ہو گئے ہیں۔ یہ شخصیت اولین و آخرین کے لئے باعث شرف و عزت ہے۔ یہ نورانی پیکر حقانیت کی تلوار لے کر مبعوث و متولد ہوں گے۔ اور مشرکانہ رسموں کو ختم کریں گے۔ شراب اور جوئے کو حرام قرار دیں گے۔ انؐ کی وجہ سے آسانی سے خبریں اب ہم کو نہ مل سکیں گی۔ خطہ زمین سے ظلم و ستم کو کم کر کے اس کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ زمین کو اپنی سجدہ گاہوں سے ایسا ہی مزین فرمائیں گے جیسے کہ آسمان میں ستارے زینت کا سبب ہیں اور کائنات ارضی پر اللہ کی توحید کا پرچم بلند کریں گے۔ انؐ کی امت دنیا میں آنے والی تمام امتوں سے بہتر ہوگی۔ شرک کی برائیوں کو دنیا سے دور کر دیں گے کاموں میں خلوص پیدا کریں گے انؐ کے متبعین اہل تقویٰ و مغفرت ہوں گے۔ اور تمام نیکیاں اور اعمال خیر ان کی طرف منسوب ہوں گے اور اللہ کا نام لئے بغیر کوئی چیز نہ کھائیں اور پیئں گے۔ اچھائیوں کا حکم دے کر برائیوں سے روکیں گے۔ نیکیوں میں سبقت کریں گے۔ غریبوں اور مسکینوں پر شفقت اور رحم فرمائیں گے اور انؐ کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک سے پیش آئیں گے اور یہی صفات جو ان میں

Marfat.com

اور انؐ کے متبعین میں ہوں گی ہمارے لئے مصیبت واذیت کا سبب بنیں گی۔

یہ باتیں سن کر ابلیس کے ایک چیلے نے کہا کہ استاد فکر کی کیا بات ہے۔ خطہ زمین پر بسنے والی قوموں کو سات حصوں (زمانوں) میں منقسم کیا گیا تھا جس میں سے چھ حصے (زمانے) گذر چکے ہیں اور گذرنے والے اوقات میں بسنے والی قومیں آنے والی قوموں سے زیادہ مضبوط اور لمبی عمروں والی تھیں ان کے ساتھ ہم نے جس طرح چاہا کیا اور انکو جس طرح چاہا اپنی راہ پر ڈال دیا۔ ان کے ساتھ بھی ہم وہی طرز عمل اختیار کریں گے۔ ابلیس نے کہا لیکن انؐ کی امت کے ساتھ تم ایسا نہ کرسکو گے، اور اس کا سبب ان ذات اقدس کا امت پر لطف وکرم ہوگا۔ جس کے سبب وہ ہماری دست برد سے باہر ہوں گے۔ چیلے نے کہا کہ ہم انؐ کے متبعین کے دلوں میں خواہشات کو ڈال دیں گے اور بخل و تعدی کو ان کے مذاق و عادت میں شامل کر دیں گے۔ جو ان کی تباہی و ہلاکت کا سبب بن جائے گا۔ یہ باتیں سن کر ابلیس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کہنے لگا کہ ان باتوں سے میرا رنج کم ہوا ہے۔ اور تمہاری صلاحیتیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں۔

یہ فقرے سالکان راہ طلب کے لئے مشعل راہ اور راہ نجات کے حصول کے لئے بہترین لائحہ عمل ہیں اور اللہ کی توفیق شامل حال ہو تو شر شیطان سے حفظ و امان کا ذریعہ۔

ابن عباسؓ سے یہ روایت سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ جس رات نور محمدی ﷺ حضرت آمنہ کی سپرد ہوا اس کی تمام کاہنوں کو اطلاع ہوئی اور وہ ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے۔ مشرق و مغرب کے چرند و پرند اور بحری جانوروں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی کہ وہ وقت آنے والا ہے جب کہ خطہ زمین نورِ مصطفوی سے

Marfat.com

منور ہو جائے گا۔قریش کے پالتو جانوروں نے آپس میں کہا کہ جناب آمنہ نور مصطفیٰ ﷺ سے مشرف ہوگئی ہیں اور ان سے ایسی شخصیت ظہور میں آئے گی جو زمین کی امین اور اس کی ظلمت کو دور کرنے والی ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام دنیا کے بت دوسری صبح سرنگوں پائے گئے۔ابلیس کا تخت پلٹ گیا اور دوسرے بادشاہوں کے تخت سرنگوں ہو گئے صاحبان اقتدار حاکموں اور بادشاہوں کی زبانیں گفتگو سے قاصر اور گنگ ہوگئیں۔

جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ دوران حمل مجھے ایسی کوئی دقت ثقل یا بوجھ محسوس نہ ہوا جس طرح عورتوں کو دوران حمل ہوا کرتا ہے۔حتٰی کہ ابتدائی چھ ماہ میں مجھے احساس بھی نہ ہوا کہ میں حاملہ بھی ہوں یا نہیں۔صرف اتنا احساس تھا کہ اس دوران عوارض نسوانی (ماہواری) منقطع ہو گئے۔چھ مہینے گزر گئے۔چھ مہینے گزرنے کے بعد خواب و بیداری کے عالم میں کسی نے مجھ سے کہا کہ اے آمنہ تجھے اپنے حمل کی خبر ہے؟ میں نے کہا نہیں۔تب انہوں نے کہا کہ تم اس امت کے پیغمبر کے حمل سے ہو۔تب مجھے اپنے حاملہ ہونے کا یقین ہوا۔

جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو غیبی بشارت دینے والا آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کرو۔اعیذہ با الصمد الواحد من شر کل حاسد۔(میں حاسد کے شر سے اللہ واحد،صمد سے پناہ طلب کرتی ہوں)

ان کلمات کے پڑھوانے کے بعد مجھ سے فرمایا کہ جب تمہارے یہاں ولادت ہو جائے تو اس فرزند سعید کا نام محمد ﷺ رکھنا۔میں نے یہ نام رٹ کر یاد کر لیا۔اور اس واقعہ کو دوسری عورتوں کو سنایا۔اور انہی عورتوں کے مشورہ سے دو آہنی حلقے اپنی گردن اور کانوں میں ڈال لئے،لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ ہاتف غیبی آئے اور مجھ سے کہا کہ ان آہنی حلقوں کو اتار دو اور آئندہ کبھی استعمال نہ کرنا۔

Marfat.com

ان اقتباسات سے جو بات ظاہر ہوتی ہے۔وہ یہی ہے کہ جو کچھ پہلے سے مقرر کردیا گیا ہے وہی وقوع پذیر ہورہا ہے۔ایک خاص نام رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اسماء اور حروف کی بھی کچھ خاصیتیں ہیں۔یعنی ناموں کے اثرات ہوتے ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ سب اچھے نام اللہ کے ہیں۔بروج میں خبریں پوشیدہ ہیں۔جیسا کہ شیطان کے واویلے سے ظاہر ہے۔یہی بات قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے کہ جب شیاطین خبریں لینے کی غرض سے نزدیک ہوتے ہیں تو ان کے پیچھے شعلہ لگتا ہے اور وہ بھاگ جاتے ہیں۔گویا بروج میں کچھ ایسا ہے جو انسانی تقدیر اور کائیناتی نظام سے متعلق ہے۔اور یوں جو اہل نجوم یہ حساب کتاب لگاتے ہیں،اس کی کچھ بنیاد ضرور ہے۔اور اہل جفر جو یہ کہتے ہیں کہ نام انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔تو ان کے پاس اس کے لئے کئی دلیلیں ہیں۔زائچہ گر بھی انہی کی روشنی میں خانہ پری کرتے ہیں۔

حکیم غلام قادر اپنی ''کتاب زائچہ بنانا سیکھیں'' میں لکھتے ہیں۔از روئے نجوم زائچہء ولادت اس چیز کا نام ہے کہ دنیا میں جب انسان پیدا ہوتا ہے تو نجومی لوگ اس کی تاریخ ولادت اور وقت پیدائش کے لحاظ سے اس کا زائچہ قلمبند کرتے ہیں۔اور اس کی پیدائش کے وقت جو برج معلوم کیا جائے ،اسے طالع برج (جنم لگن) کہتے ہیں۔باقی برجوں کو بالترتیب بارہ گھروں میں درج کرکے اس تاریخ کے لحاظ سے جو جو سیارہ جس جس برج میں واقع ہو،اس برج میں لکھ دیا جاتا ہے۔جسے ہندی میں ٹیوہ اور جنم کنڈلی کہا جاتا ہے۔جب کہ فارسی زبان میں تسوید البیوت اور انگریزی میں ہورو سکوپ(HOROSCOPE) کہتے ہیں۔اور اس کی مدد سے اہل فن مولود کی زندگی میں آنے والے واقعات معلوم کرتے ہیں۔جو کہ ننانوے فیصد درست پائے جاتے ہیں۔وہ

Marfat.com

اس کے لئے قرآن کی یہ آیات پیش کرتے ہیں ''ہر دن ایک شان رکھتا ہے'' (القرآن) اور یہ کہ ''انسان کو ہم نے اچھے وقت میں پیدا کیا'' (القرآن)

ان علوم کو دیکھنے کے بعد تو ایسا لگتا ہے کہ سب کچھ پہلے سے طے شدہ ہے۔ اور جو ہو رہا ہے وہ پہلے کہیں سے لکھا ہوا ہے۔ انسان لکھے ہوئے کو بھگتنے پر مجبور ہے۔ قرآن پاک کا مطالعہ کریں تو بھی یہی بات سمجھ آتی ہے کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ وہی ہر شے پر قادر ہے۔ اور یہ بالکل سچ بھی ہے۔ مگر یہ بھی اللہ ہی کا فرمان ہے کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ سعی کرتا ہے۔ یہی بات سمجھنے کی ہے کہ وہ سعی کیا ہے؟

اصل بات شروع کرنے سے پہلے ہم بروج کے نام لکھے دیتے ہیں۔ بروج بارہ ہیں۔ سیارے سات ہیں۔ ۲ نو دریافت کو ملا کر نو ہوئے۔ ہر سیارے کا کسی نہ کسی برج سے تعلق ہے۔ پھر ان کا تعلق مختلف حروف سے ہے۔ اور خاص تاریخوں اور دنوں سے بھی۔ ہر حرف کے لئے ایک عدد ہے۔

نام برج	سیارہ	تاریخ	سر نام حروف علم جفر
حمل	مریخ	۲۱ مارچ تا ۲۰ اپریل	ا، ب، ج
ثور	زہرہ	۲۱ اپریل تا ۲۰ مئی	د، ہ
جوزا	عطارد	۲۱ مئی تا ۲۰ جون	و، ز
سرطان	قمر	۲۱ جون تا ۲۰ جولائی	ح، ط، س
اسد	شمس	۲۱ جولائی تا ۲۰ اگست	ک، ل
سنبلہ	عطارد	۲۱ اگست تا ۲۰ ستمبر	م، ن
میزان	زہرہ	۲۱ ستمبر تا ۲۰ اکتوبر	س، ع

Marfat.com

عقرب	مریخ	۲۱ اکتوبر تا ۲۰ نومبر	ف، ص
قوس	مشتری	۲۱ نومبر تا ۲۰ دسمبر	ق، ر، ش
جدی	زحل	۲۱ دسمبر تا ۲۰ جنوری	ت، ث
دلو	زحل	۲۱ جنوری تا ۲۰ فروری	ہ، ض
حوت	مشتری	۲۱ فروری تا ۲۰ مارچ	ظ، خ

حروف کے اعداد:۔

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
ط	ی	ک	ل	م	ن	س	
۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	
ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت	
۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	
ث	خ	ذ	ض	ظ	غ		
۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰		

علم جفر حروف کا کھیل ہے۔ ہر حرف کا ایک عدد ہے۔ ان کے ذریعے کسی کے نام کے اعداد معلوم کر کے اس کے متعلقہ برج اور سیارے کے بارے میں معلوم کیا جا سکتا ہے

استخارہ از علم الاعداد:۔

نقل از مجموعہ اعمال اعلیٰ حضرتؒ فرمودہ حضرت محدث

Marfat.com

مولانا علی صاحب مدظلہ، مدرسہ منظر اسلام بریلی۔ مریض کے متعلق اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ جسمانی مریض ہے یا سحر جادو کسی نے کیا ہے یا آسیب ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مریض کے نام کے حروف اور جس دن سائل نے سوال کیا ہے اس دن کے حروف لے کر دونوں کے اعداد نکال لیے جائیں پھر دونوں کے اعداد جمع کر کے چار سے تقسیم کریں اگر تین باقی رہیں تو خلل آسیب ہے اور اگر دو باقی رہیں تو مرض جسمانی ہے اگر ایک باقی رہے تو اندورنی بخار ہے اور چار سے برابر تقسیم ہو جائے تو سحر جادو تصور کریں اور جو معلوم ہو اس کا علاج کریں۔ مثلاً سائل نے شنبہ یعنی سنیچر کے روز سوال کیا ہے کہ میری بہن جس کا نام اکبری ہے اس کو کیا مرض ہے تو شنبہ کے اور اکبری کے عدد نکالے جائیں گے۔ ان سب کو جمع کیا تو 590 ہوئے۔

ش۔ن۔ب۔ہ۔ا۔ک۔ب۔ر۔ی

ان سب کو چار سے تقسیم کیا تو 2 بچے معلوم ہوا کہ مرض جسمانی ہے سحر آسیب جادو وغیرہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ان حوالہ جات کا مقصد یہ بتانا ہے کہ روحانی بزرگ بھی ماورائی علوم کو مانتے ہیں۔ حروف کی قوتِ کار اور مزاج کے بارے میں علماء روحانیت اور عاملین کی کتابوں میں اشارے اور بعض اوقات تفاصیل ملتی ہیں۔ ان کی قوت کار کے بارے میں بھی یہ دونوں گروہ اپنی حدود کے مطابق جانتے ہیں۔ مگر ایک اور چیز جس کے

Marfat.com

بارے میں میں نے اب تک نہ کسی کتاب میں پڑھا نہ کسی سے سنا۔ مگر ایسا ہے کہ حروف خاص رنگ رکھتے ہیں، خاص ذائقہ اور اپنی ایک خوشبو رکھتے ہیں۔ اس موضوع پر اگر فرصت ملی اور اللہ کو منظور ہوا تو میں مزید تحقیق کروں گا۔ جس وقت یہ مشاہدات ہوئے اس وقت ادھر دھیان ہی نہیں آیا کہ اس کا ریکارڈ رکھا جائے اس کے لیے رنگوں، خوشبوؤں اور ذائقوں سے متعلق بھی وسیع علم درکار ہے کہ جس رنگ، خوشبو اور ذائقہ کو محسوس کیا جائے اسے ٹھیک بیان کیا جا سکے۔ اس سے میڈیکل سائنس میں بہت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ یہ سب باتیں جاننے کے بعد ان کے خواص کی وسعت اچھی طرح ایک حد تک معلوم کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ حروف ہماری سوچ سے کہیں بالا خواص کے حامل ہیں سائنس ان حقائق تک پہنچنے کی کوشش کررہی ہے۔

ساعات:۔

اب ہم ساعات کے علماء کے خیال پیش کرتے ہیں۔ انکا دعویٰ ہے ہر امر کسی خاص وقت کا مرہون منت ہوتا ہے۔ انسان کی خوش بختی اور بدبختی کا انحصار ساعتوں کے مزاج پر منحصر ہے۔ اس کی دلیل میں وہ یہ حدیث پاک پیش کرتے ہیں ”کل امر مرہونِ باوقاتہا“۔ انگریزی میں ایک مقولہ ہے۔ THERE IS A TIME FOR EVERY PURPOSE UNDEFR THE HEVEN. قرآن پاک میں بھی اس کی تائید میں آیات ملتی ہیں۔ جب گروہِ منافقین مسلمانوں کو خاص کر کسی جنگ میں تکلیف پہنچنے پر یہ کہتے کہ اگر تم ہماری بات مان لیتے اور اس جنگ میں شریک نہ ہوتے تو تمہیں

Marfat.com

نقصان نہ اٹھانا پڑتا۔ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان سے کہہ دو کہ جب ان کی موت کا وقت آئے گا تو یہ خود بخود اپنے گھروں سے نکل کر وہاں پہنچ جائیں گے جہاں انہیں مرنا ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ ہر کام کا ایک وقت اور مقام مخصوص ہے۔جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے کہ پیدائش کے وقت جہاں سے کسی کی مٹی لی گئی مرنے کے بعد وہ اسی جگہ دفن ہوگا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

''کیا نہیں دیکھا انہوں نے یہ کہ اللہ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو قادر ہے اوپر اس کے کہ پیدا کرے مانند ان کی اور مقرر کرے واسطے ان کے ایک وقت مقرر کہ نہیں شک بیچ اس کے۔'' (سورۃ بنی اسرائیل آیۃ ۹۹)

کائنات کی ہر شے ایک مادی یا غیر مادی وجود کی حامل ہے۔ اس کا کوئی فنکشن ہے۔ان آیات کو دیکھئے۔

''تسبیح کرتے ہیں واسطے اس کے آسمان ساتوں اور زمین اور جو کوئی بیچ انکے ہیں۔اور نہیں کوئی چیز مگر تسبیح کرتی ہے ساتھ تعریف اس کی کے،مگر نہیں سمجھتے تم تسبیح ان کی'' (بنی اسرائیل ،آیۃ ۴۴)

اس سے ظاہر ہے کہ کائنات کی کوئی شے بے جان ، بے شعور ، بے اثر اور بے مقصد نہیں تسبیح کے لئے جاندار اور باشعور ہونا لازم ہے۔ جاندار کے لئے عمل لازم (سکوت بھی ایک عمل ہے)عمل ہے تو اس کا اثر لازم۔مطلب یہ ہوا کہ کائنات کی ہر شے کسی نہ کسی کام میں مصروف ہے۔ اور دوسری مخلوق پر اس کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔رنگ ،روشنی ،اندھیرا، خوشبو، چاند، ستارے،سورج ،آگ ،پانی ،مٹی ،ہوا، سیارے ،بروج ،نجوم اور اوقات سب اس کائنات میں کسی نہ کسی کام میں لگے ہوئے

Marfat.com

ہیں۔اور ہر مخلوق دوسری کو متاثر کر رہی ہے۔اسی بنیاد پر وہ سارے علوم قائم ہیں جن کو ہم ماورائی علوم کہتے ہیں۔نجومی،ستاروں سے حساب لگاتا ہے۔ساعات والے اوقات سے حساب لگاتے ہیں۔جفر والے حروف سے حساب لگاتے ہیں۔اعداد والے اعداد سے حساب لگاتے ہیں۔

علم الساعات:۔

علم الساعات کے نزدیک ہر دن کا ایک خاص مزاج ہے۔اس دن میں پھر ہر ساعت کا ایک خاص اثر ہے۔دن اور رات میں چوبیس ساعتیں ہوتی ہیں۔سورج نکلنے سے غروب ہونے تک بارہ ساعتیں ہوتی ہیں۔ہر ساعت برابر ہوتی ہے۔سورج غروب ہونے سے لے کر صبح سورج نکلنے تک بارہ ساعتیں ہوتیں ہیں۔دن چھوٹے بڑے ہونے کی وجہ سے مختلف موسموں میں ساعتیں چھوٹی بڑی ہوتی رہتی ہیں۔ہر دن کا ایک مخصوص مزاج ہوتا ہے۔اس میں ہر ساعت کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے۔

جمعہ کا دن:۔

جمعہ کے دن پیدا ہونے والے بچے خوبصورت ہوتے ہیں۔اس دن زہرہ کی حکمرانی ہوتی ہے۔سورج نکلنے کے بعد پہلی ساعت زہرہ کی ہوتی ہے۔دوسری ساعت عطارد کی ،تیسری ساعت قمر کی ،چوتھی زحل کی،پانچویں مشتری کی ،چھٹی مریخ کی ،ساتویں شمس کی۔اس کے بعد پھر اسی ترتیب سے بارہ ساعتیں پوری ہوتی ہیں۔زہرہ کی ساعت میں پیدا ہونے والے بچے خوبصورت ہوتے ہیں۔ان کا رجحان فطری طور پر آرٹ کی طرف ہوتا ہے۔وہ اچھے مصور ، شاعر،گلوکار،موسیقار ،سنار ،کھلاڑی ، ڈرامہ آرٹسٹ بن سکتے ہیں اور تخلیق جس کا تعلق ذوق جمالیات سے ہو اس میں یہ لوگ

Marfat.com

دوسرے شعبوں کی نسبت زیادہ کامیاب ہوسکتے ہیں۔ اور نام پیدا کرسکتے ہیں۔خوبصورتی سے انہیں دوسروں کی نسبت زیادہ لگاؤ ہوتا ہے۔یہ بڑی نفیس طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔اور نفاست کو پسند کرتے ہیں۔ان کے لئے مضامین کا انتخاب اور ملازمت یا کاروباران کی پسند کے مطابق نہ ہوگا تو یہ کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کرسکیں گے۔ان کے لئے کسی کام کی ابتدا کرنے کے لئے جمعہ کا دن زیادہ بہتر ہوتا ہے۔سال کے دوران ۲۰،اپریل تا ۲۰مئی اور ۲۳ ستمبر تا ۲۲،اکتوبر،ان کے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ان مہینوں میں اگر یہ کوئی کوشش کریں گے تو زیادہ بارآور ہوگی۔

ان لوگوں کا قد درمیانہ ،جسم کی بناوٹ خوبصورت،آنکھوں میں کشش،متوازن اور خوبصورت،آنکھیں پرکشش،بال ہلکے بھورے رنگ کے گھنگریالے،رنگ گندمی،آواز سریلی،نازک جسم ہوتے ہیں۔ان میں قوت شہوانی زیادہ ہوتی ہے۔اسی لئے انکی طبیعت میں رومان کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے،اچھی ذہانت اور بہترین صلاحیتوں کے باوجود یہ لوگ ناکام زندگی گزارتے ہیں۔یہ بہت حساس طبیعت ہوتے ہیں۔ایسے بچوں کی تربیت دوستانہ انداز میں ہوتو یہ کچھ کرگزرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہوتے ہیں۔یا تو یہ زندگی میں بہت پرجوش ہوتے ہیں یا پھر بہت مایوسانہ طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔ایسی صورت میں یہ زیادہ حساس ہوجاتے ہیں۔

زہرہ کی ساعتوں میں دوستی ،محبت ،منگنی ،شادی،کسی دوست سے ملاقات،کسی محفل میں جانا،کسی سے اچھے تعلقات کی ابتدا کرنا ،زیورات خریدنا،کوئی فلاحی کام یا اسی طرح کی کوئی اور سرگرمی مفید ثابت ہوتی ہے۔

ہفتہ کا دن:۔

اس دن زحل کی حکومت ہوتی ہے۔سورج نکلتے ہی زحل کی ساعت شروع ہو

Marfat.com

جاتی ہے۔دوسری ساعت مشتری کی،تیسری مریخ کی ،چوتھی شمس کی، پانچویں زہرہ کی ،چھٹی عطارد کی ،ساتویں قمر کی ،آٹھویں پھر زحل کی۔پھر اسی ترتیب سے باقی دن رات کی ساعتیں پوری ہوتی ہیں۔یہ عموماً درمیانے قد والے، کھلے کندھے ،ٹانگیں اور بازو چھوٹے۔کان بڑے ،آنکھیں چھوٹی سیاہ،اور زردی مائل رنگ لئے ہوتے ہیں۔یہ پست خیال اور کاہل ہوتے ہیں۔زحل کی ساعات میں کوئی کاروبار کیا جائے تو اس کے نتائج بہتر نہیں ہوتے ۔ان ساعات میں قتل و غارت دھوکہ دہی ،حادثے،اموات ،چوری ڈاکہ ،کسی کام میں روکاوٹ آنایا دوسرے جرائم ہوتے ہیں۔ہفتے کا دن کسی فلاحی کام شروع کرنے کے لئے اچھا ثابت نہیں ہوتا۔زحل کی ساعتیں جرائم کی منصوبہ بندی ،جرائم پیشہ اور خطرناک لوگوں سے ملنا،قانونی مسائل اور اسی قسم کے کاموں کے لئے مددگار ثابت ہوتی ہیں۔سال میں اس کے زیادہ اثرات ۲۰ جنوری تا ۱۸ فروری اور ۲۲ دسمبر تا ۱۹ جنوری میں ہوتے ہیں۔

زحل کی ساعتوں میں پیدا ہونے والے بچے،بے صبر،بدکرداری کی طرف جلدی مائل ہو جانے والے،بداعتماد،مغرور،اور غصیلے ہوتے ہیں۔یہ عام طور پر انتہا پسند ہوتے ہیں۔

اتوار کا دن :۔

یہ دن سورج کے زیر اثر ہوتا ہے۔سورج نکلنے کے فوراً بعد شمس کی ساعت شروع ہو جاتی ہے۔اور پھر ترتیب وار،زہرہ،عطارد،قمر،زحل ،مشتری،مریخ ،پھر شمس کی ساعت اور پھر اسی ترتیب سے دوسری ساعات آتی جاتی ہیں۔شمس کی ساعتوں میں پیدا ہونے والے لوگ بڑے عہدوں تک پہنچتے ہیں۔حاکم ،بادشاہ، امراء، وزراء،یا بڑے

Marfat.com

سرکاری عہدوں پر کام کرنے والے شمسی ساعتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ روحانی لوگ ،قومی رہنما، مصلح قوم،اور ترقی کے خواہاں افراد عام طور سے شمسی ساعت سے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ ذمہ دار ،قابل بھروسہ اور باعزم ہوتے ہیں۔ان ساعتوں میں مفید اور بھلائی کے کام کریں۔ بے مقصد اور فضول کام نہیں کرنے چاہئیں۔سال میں اس کے اوقات ۲۳ جولائی تا ۲۲ اگست اور دن کی روشنی ان کو طاقت مہیا کرتی ہے۔جبکہ زحل والوں کو رات کا اندھیرا قوت دیتا ہے یا ان کی مدد کرتا ہے۔ان کا قد لمبا ،جسم مضبوط ،چوڑے شانے فراخ سینہ ماتھا اونچا ،گہری آنکھیں ،رنگ سرخ گندمی ہوتا ہے۔طبیعت میں گرمی ہوتی ہے۔

پیر کا دن:۔

یہ قمر کے زیر اثر ہوتا ہے۔سورج نکلنے کے بعد پہلی ساعت قمر کی اور پھر ترتیب وار زحل، مشتری ،مریخ ،شمس ،زہرہ ،عطارد اور پھر قمر کی ساعت اور اسی ترتیب سے باقی ساعتیں۔سورج طلوع ہونے کے بعد سے غروب ہونے تک بارہ ساعتیں اور سورج غروب ہونے کے بعد سے سورج طلوع ہونے تک پھر بارہ ساعتیں۔دن کی الگ بارہ ساعتیں اور رات کی الگ بارہ ساعتیں۔اس طرح دن رات کے گھٹنے بڑھنے سے ان ساعتوں کی مقدار کم زیادہ ہوتی رہتی ہے۔۔اس کے زیر اثر لوگ عموماً چھوٹے درجے کے مزدور یا ملازم ہوتے ہیں۔سال میں اس کے اوقات ۲۱ جون تا ۲۲ جولائی ہوتے ہیں۔چھوٹی چھوٹی خواہشات کے زیر اثر ہوتے ہیں۔ان کا سراپا گول چہرہ ،ہاتھ پاؤں گٹھے ہوئے ،بازو چھوٹے ،آنکھیں گہری نیلی ،بال چمکدار ،اور رنگ سفید ہوتا ہے۔

منگل کا دن:۔

Marfat.com

منگل کا دن سورج نکلنے کے بعد پہلی ساعت مریخ کی پھر شمس ، زہرہ ، عطارد ، قمر ، زحل مشتری پھر مریخ ۔ اسی ترتیب کے ساتھ باقی ساعتیں صبح سورج نکلنے سے غروب ہونے تک ۔ اور سورج غروب ہونے کے بعد سورج نکلنے تک ۔ دن اور رات میں چوبیس ساعتیں اسی ترتیب سے پوری ہوں گی ۔ مریخ کے زیر اثر پیدا ہونے والے لوگ قوت حیوانی کے مالک ہوتے ہیں ۔ فطری طور پر جنگ و جدل کو پسند کرتے ہیں ۔ لڑائی بھڑائی ، مار دھاڑ جھگڑا ، فساد اور خون خرابہ کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں ۔ یہ جسمانی طور پر طاقتور اور مضبوط ہوتے ہیں ۔ بہادر اور باہمت ہوتے ہیں ۔ انداز جارحانہ ہوتا ہے ۔ بہت زیادہ بااعتماد ہوتے ہیں ۔ فوج ، پولیس اور اسی قسم کے شعبوں میں یہ کامیاب اور خوش رہتے ہیں جن میں محنت اور جسمانی طاقت کا استعمال ہو ۔ ان میں چکھنے کی حس زیادہ ہوتی ہے ۔ دن اور رات دونوں وقتوں میں یہ طاقتور ہوتے ہیں ۔ ان کے جسم کی بناوٹ عمدہ اور مضبوط ہوتی ہے ۔ قد درمیانہ ہوتا ہے ۔ ہڈیاں لمبی ، بال کالے ، آنکھیں بھوری اور تیز اور رنگ سرخی مائل ہوتا ہے ۔ ان کے لئے عنابی ، ارغوانی ، شنگرفی ، قرمزی ، زرد اور خون رنگ مناسب ہیں ۔ ۲۱ مارچ تا ۱۹ اپریل اور ۲۳ اکتوبر تا ۲۱ نومبر مریخ کے زیر اثر ہوتے ہیں ۔ ان دنوں میں ایسے کام شروع کرنا جو مریخی مزاج سے مناسبت رکھتے ہیں بہتر نتائج دیتے ہیں ۔ یہ لوگ بہادر اور بے مروت ہوتے ہیں ۔

بدھ کا دن :۔

بدھ کا دن عطارد کے زیر اثر ہوتا ہے ۔ اس دن پیدا ہونے والے لوگوں میں غور فکر کا مادہ دوسروں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے ۔ طبیعت میں بے قراری ہوتی ہے ، یوں کہیے کہ سیماب صفت ہوتے ہیں ۔ ان کا حافظہ قوی ہوتا ہے ۔ ایسے لوگوں میں جستجو ، طلب اور تحقیق کا مادہ ہوتا ہے ۔ یہ مختلف علوم اور سائنٹیفک امور میں قابل قدر خدمات

Marfat.com

انجام دے سکتے ہیں۔ان کے جذبات اور خیالات مختلف اور اچھوتے ہوتے ہیں۔ان کا قد لمبا مناسب ،چہرہ تنگ،ہاتھ پاؤں لمبے،آنکھیں زردی مائل یا بھوری،رنگ سرخی مائل اور چھاتی پر گہرے بال ہوتے ہیں۔ان کے لیے ہلکا نیلا اور ہلکا سبز رنگ ،سفیدی مائل ،فاختی چمکدار اور گہرے رنگ اچھے ہوتے ہیں۔یہ لوگ ہمیشہ طاقتور ہوتے ہیں۔اظہار بیان پر انہیں حیرت انگیز قدرت ہوتی ہے۔سال میں 21 مئی تا 20 جون اور 23 اگست تا 22 ستمبر مددگار ہوتے ہیں بدھ کے دن صبح سورج نکلنے کے بعد پہلی ساعت عطارد کی پھر قمر،زحل،مشتری،مریخ،شمس،زہرہ اور پھر اسی ترتیب سے عطارد قمر وغیرہ دن رات کی چوبیس ساعتیں پوری ہوتی ہیں۔

جمعرات کا دن:۔

جمعرات کے دن مشتری کی حکومت ہوتی ہے۔سورج نکلنے کے بعد پہلی ساعت مشتری کی پھر مریخ ،شمس ،زہرہ ،عطارد ،قمر،زحل پھر اسی ترتیب سے مشتری ،مریخ اور دن رات کی چوبیس ساعتیں پوری ہوتی ہیں۔اوقات سال ۲۲ نومبر تا ۲۱ دسمبر،۱۹ فروری تا ۲۰ مارچ۔اس کے زیر اثر پیدا ہونے والے لوگ عبادت گزار ،خدا ترس ،اور خوش معاملہ ہوتے ہیں۔ان میں دوستی کا جذبہ ہوتا ہے۔رحمدل ہوتے ہیں اس لیے زیادہ تر آزردہ رہتے ہیں۔ایسے لوگ انسانیت اور روحانیت میں دل چسپی رکھتے ہیں۔وکیل ،جج فلاسفر اور مذہبی قسم کے رہنما ہوتے ہیں۔انسانی فلاح و بہبود کے کام جیسے خیراتی ادارے بناتے ہیں۔ان کا ماتھا اونچا ،چہرہ لمبوترا،جسم لمبا تڑنگا ،آنکھیں بھوری ،بال عموماً گھنے اور بھورے ،خوبصورت نظر آنے والے آنکھیں بڑی بڑی ،سر کچھ چھوٹا ،رنگ گندمی یا زردی مائل ہوتا ہے۔یہ لوگ نرم مزاج ہوتے ہیں۔

علم الساعت کے عالموں کے نزدیک کامیابی کے لیے صحیح وقت پر اس کی ابتدا

Marfat.com

کرنا لازمی ہے۔ورنہ وہ کام صحیح نہیں ہوگا۔علم ،عقل، تجربہ، محنت ،ہمت اور کوشش کا وہ نتیجہ نہیں نکلے گا جو نکلنا چاہیے۔ اور اس کی دلیل میں وہ اس حدیث پاک کو پیش کرتے ہیں۔''کلُ اَمر مرُ ھُون باوقاتہا'' ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔

ہم نے ساعات کے بارے میں نہایت اختصار سے بتایا ہے۔جس قدر موضوع کی وضاحت کے لئے ضرورت جانی گئی۔اس موضوع پر بہت سی کتب موجود ہیں۔جن میں اس کی وسعت کو احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

علم الاعداد:۔

علم الاعداد کے ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ دنیا ریاضی کا ایک کلیہ ہے۔اور وہ قرآن حکیم سے اس کے لئے دلائل لاتے ہیں۔

''ہم نے ہر شے کو عدد میں شمار کر رکھا ہے''(سورۃ جن کی آیۃ ،۲۸)

اس کے علاوہ اور کئی دلیلیں اس کی حمایت میں دیتے ہیں۔مثلاً ،سات کا عدد کائینات کی تشکیل میں عجیب وغریب اہمیت رکھتا ہے۔سات دن، سات آسمان،سات ستاروں کا جھرمٹ،سورۃ فاتحہ کی سات آیات،سات سیارے جن کا ذکر علم الساعات میں ہے۔شمس،قمر،مریخ،عطارد،مشتری،زہرہ،اور زحل۔سات کی یہ گنتی محض اتفاقیہ نہیں ہو سکتی۔اللہ تعالی نے چھ دن میں کائینات بنائی اور ساتویں دن آرام کیا۔پنجابی زبان میں ،ست بسم اللہ، ستے خیراں۔اس کے بعد چار کے عدد کو لیں۔چار اطراف، چار آسمانی کتب،چار مقرب فرشتے،چار برگزیدہ پیمبر۔

اس علم کے عالموں نے اس پر بہت تحقیقات کی ہیں۔کاش البرنی نے اپنی کتاب ،عددوں کی حکومت، میں بہت سی مثالیں پیش کی ہیں۔وہ کئی ڈکٹیٹروں کے نام

Marfat.com

گنواتا ہے ،جن کا عدد ۲ ،تھا۔ہٹلر، مسولینی، جنرل فرانکو، نپولین ،کا عدد ۲ ،تھا۔حال میں بھٹو، مجیب ، اندرا گاندھی ۔ان کا عدد بھی ۲ تھا۔فیثا غورث اس عدد کو بے ترتیبی اور گڑ بڑ کی علامت سمجھتا ہے۔کچھ لوگ اسے غور وخوض سے منسوب کرتے ہیں۔یہ ایسا عدد ہے جس کی طبیعت میں ہنگامہ خیزی ہے۔

نظام کائینات بغیر گنتی اور اعداد و شمار کے استعمال کے چلنا محال بلکہ ناممکن ہے۔لمحات ،ساعات ،دن ، ہفتے ،مہینے،سال اور صدیاں،لین دین اور اکثریتی معاملات سب کے سب گنتی اور شمار کے محتاج ہیں۔اعداد کی زندگی میں اہمیت سے انکار ممکن نہیں ،مگر علم الا عداد کا ماہر اعداد کا جو رخ دکھانا چاہتا ہے وہ اگر نا قابل یقین نہیں تو حیرت انگیز ضرور ہے۔اس کے خیال میں اعداد ہی خوش بختی اور بد بختی لاتے ہیں۔انسان کی کامیابی اور ناکامی،شکست و فتح اور عروج وزوال کا تعلق اعداد ہی سے ہے۔انسان کی پیدائش اور نام کے اعداد،اس کی پیدائش سے لے کر موت تک اس کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ہر عدد کی اپنی ایک خاصیت ہے۔

نمبر ا:۔

اس نمبر والے لوگ بااعتماد ،یقین سے پر،حاکمانہ سوچ کے مالک ہوتے ہیں۔ان میں اقتدار کی خواہش ہوتی ہے۔دیانتدار ،اور قابل اعتبار ہوتے ہیں۔ایسے لوگ خودمختار اور مضبوط قوت فیصلہ کے مالک ہوتے ہیں۔ان کو اپنی ذات پر بہت بھروسہ ہوتا ہے۔یہ صاحب کردار ہوتے ہیں ۔ان میں کچھ کر گزرنے کا جذبہ ہوتا ہے۔نمبر ایک بہت طاقت کا حامل ہوتا ہے۔جیسے ہر شے کے دو رخ ہوتے ہیں،اسی طرح اگر مناسب تربیت اور مناسب ماحول نہ ملے تو اس نمبر کے منفی رنگ کئی خامیوں کا

Marfat.com

باعث ہوتے ہیں۔ یہ بہت زیادہ خوداعتمادی کی وجہ سے آمدن اور خرچ میں توازن نہیں رکھتے، اور مالی مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں۔فضول خرچی کی عادت انہیں مقروض رکھتی ہے۔غرور، لالچ، بے راہ روی، خودنمائی جیسی بری عادتوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خود پرستی کی بنا پر اچھے دوستوں کو کھو بیٹھتے ہیں۔

ایسے لوگ ہر کام کو اپنے منصوبے کے مطابق مکمل دیکھنا چاہتے ہیں۔ بڑی سے بڑی مشکل کو خاطر میں نہیں لاتے۔ جزیات پر کم غور کرتے ہیں۔ مدمقابل کو برداشت کرنا نہیں جانتے۔ آزاد خیال ہوتے ہیں۔ قانون ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔لیڈرانہ ذہن کے مالک ہوتے ہیں۔پہلی ہی ملاقات میں کسی کو متاثر کر لیتے ہیں۔جسمانی طور پر صحت مند اور طاقتور ہوتے ہیں۔شادی میں اپنی پسند کو ترجیح دیتے ہیں۔وہ جو کچھ سوچتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ان میں انتظامی صلاحیت بہت ہوتی ہے۔وہ دولت حاصل کر سکتے ہیں۔اگر صبر سے اپنی منزل کی جانب رواں رہیں تو جلد شہرت حاصل کر لیتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے لئے مہینے کی یکم، دس، انیس اور اٹھائیس تاریخیں کام کے لئے موزوں ہوتی ہیں۔۲۴ جولائی سے ۲۳ اگست اور ۲۱ مارچ سے ۲۰ اپریل کے درمیان کا عرصہ زیادہ بہتر نتائج دینے والا تصور ہوتا ہے۔وہ لوگ جو کسی مہینے کی یکم، دس، انیس اور اٹھائیس تاریخوں میں پیدا ہوتے ہیں، اس نمبر کے تحت آتے ہیں۔

ہماری زندگی میں ہماری پیدائش کا نمبر اور نام کا نمبر دونوں کام کرتے ہیں۔تاریخ پیدائش کے علاوہ پیدائش کا مجموعی نمبر جو تاریخ، مہینہ اور سن کے اعداد کو جمع کرنے سے حاصل ہوتا ہے اثر انداز ہوتے ہیں۔ پیدائش کا نمبر ہماری قسمت اور نام کا نمبر ہمارے طریق عمل کی نشان دہی کرتا ہے۔اتوار کا دن ان کے لئے خوش قسمت اور

Marfat.com

سوموار یعنی پیر کا دن انکے موافق ہوتا ہے، رنگوں میں سنہرا اور پیلا رنگ ان کے لئے موزوں ہوتے ہیں۔

نمبر۲۔

کسی مہینے کی ۲، ۱۱، ۲۰ اور ۲۹ کو پیدا ہونیوالے افراد، عدد ۲، کے زیر اثر ہوتے ہیں۔ اگر وہ ۲۰، جون سے ۲۱، جولائی کے درمیان پیدا ہوں تو ان پر ۲، عدد کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔

یہ لوگ بہت حساس ہوتے ہیں۔ ان کا مزاج تخلیقی ہوتا ہے۔ ان میں نئی چیزیں ایجاد کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ان میں سورج کی نسوانی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ یہ اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی کم صلاحیت رکھتے ہیں، تخیلاتی اور رومان پسند ہوتے ہیں۔ فنون لطیفہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ فطرتاً شریف ہوتے ہیں۔ خود اعتمادی سے محروم ہوتے ہیں۔ زیادہ تر خیالی دنیا میں گم رہتے ہیں۔ کسی کام کو شروع کر کے کم ہی مکمل کرتے ہیں۔ آس پاس کے ماحول سے جلدی متاثر ہو جاتے ہیں۔ اگر ماحول طبیعت کے خلاف ہو تو ان کا خوش رہنا اور اس سے مطابقت پیدا کرنا ان کے لئے کافی مشکل ہوتا ہے۔ ذرا ذرا باتوں کا جلدی برا مان جاتے ہیں۔

ایسے افراد کو چاہئے کہ اپنے اوپر اعتماد کرنا سیکھیں۔ اگر مستقل مزاجی سے کام کریں تو یہ بہتر نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ لوگ جن کا عدد ۱، ۷ اور ۱۴، ہوتا ہے، دوستی کے لئے اچھے ہوتے ہیں۔ اتوار اور پیر کا دن اور جمعہ بھی ان کے بہتر ہوتا ہے۔ ۲، ۱۱، ۲۰ اور ۲۹ میں اگر کوئی کام شروع کریں تو زیادہ مناسب ہوتے ہیں۔ ان کے لئے سبز رنگ، سفید اور موتیا رنگ استعمال کرنا اچھا ہوتا ہے۔ سیاہ، ارغوانی، سرخ اور تمام گہرے رنگوں کے استعمال سے گریز کرنا چاہیئے۔ پتھروں میں زردی مائل سبز پتھر اور الماس پہننا

Marfat.com

سودمند ہے۔

یہ لوگ بد ہضمی، انتڑیوں کا ورم، رسولی اور دوسرے امراض معدہ کا شکار ہو سکتے ہیں۔ان کے لئے شلجم، خربوزہ، کاہو کا ساگ، کاسنی، کرم کلہ اور سردہ زیادہ مفید ہوتا ہے۔

عدد۔۳:۔

کسی مہینے کی ۳، ۱۲، ۲۱ اور ۳۰ ، تاریخوں میں پیدا ہونے والوں کا عدد ۳، ہوتا ہے۔اس کا تعلق سیارہ مشتری سے ہوتا ہے۔۶ اور ۹ کے عدد کی دوستی مفید ہوتی ہے۔یہ لوگ انفرادیت پسند، بلند حوصلہ اور پختہ ارادے کے مالک ہوتے ہیں۔انہیں جس کام کی دھن سوار ہو جائے اس میں لگے رہتے ہیں۔وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ دوسرے لوگ ان کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ان کو اونچا نام اور اونچا مقام حاصل کرنے کی بہت خواہش ہوتی ہے۔ان کا رویہ آمرانہ ہوتا ہے۔ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ہر کام ان کی خواہش کے مطابق ہو۔اسی لئے عموماً دوسروں کو جلد ہی اپنا مخالف بنا لیتے ہیں۔

ان لوگوں کو کسی کام کی ابتدا کرنا یا اسے مکمل کرنا ہو تو ۳، ۱۲، ۲۱ اور ۳۰ ، تاریخیں مفید ہوتی ہیں۔

ان کے لئے قرمزی، ارغوانی اور بنفشی رنگ سعد ہیں۔گلابی، نیلا اور گہرا سرخ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

اعصاب کا ورم، جلدی امراض اور لنگڑی کا درد یا عرق النساء کا مرض لاحق ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

عدد۴:۔

کسی مہینے کی ۴،۱۳،۲۲یا ۳۱،تاریخ کو پیدا ہونے والے لوگ متحمل مزاج،انصاف پسند،اور مضبوط طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔یہ محتاط،محنتی،قابل اعتماد اور دور اندیش ہوتے ہیں۔وہ کسی مشکل کا مقابلہ سنجیدگی اور حوصلے سے کرتے ہیں۔یہ اپنے کام میں مستقل مزاجی سے لگے رہتے ہیں۔اور کامیاب ہوتے ہیں۔

صاف گو ہوتے ہیں۔دوستی نبھاتے ہیں۔اپنی رائے پر اڑ جاتے ہیں۔اس طرح جھگڑالو بھی کہلاتے ہیں۔ہفتہ،اتوار اور پیر ان کے لئے مبارک دن ہیں۔

ذہنی تکالیف،خون کی کمی،مثانے اور گردے کی تکلیف،سردرد اور مالیا خولیا کے شکار ہو سکتے ہیں۔دواؤں کا زیادہ استعمال ان کے لئے مفید نہیں ہوتا۔ان کا تعلق یورنس سے ہوتا ہے۔کہربائی نیلا اور بھورا رنگ ان کے بہتر ہوتا ہے

عدد۵:۔

ان کا تعلق عطارد سے ہوتا ہے۔۵،۱۴،۱اور۲۳ ،تاریخوں کو پیدا ہونے والے لوگ اسکے زیر اثر ہوتے ہیں۔ان کا میلان، سٹاک ایکسچینج،سٹہ اور لاٹری کی طرف ہوتا ہے۔محنت سے گھبراتے ہیں۔آسانی سے روپیہ کمانے کو پسند کرتے ہیں۔

یہ زود رنج،جلدی غصے میں آجانے والے اور شکست کو برداشت نہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ہر وقت مصروف رہنا ان کی فطرت میں ہوتا ہے۔اسی لیے عموماً ذہنی دباؤ اور اعصابی تناؤ کا شکار رہتے ہیں۔یہ کسی کے راز کو راز نہیں رکھ سکتے۔وفاداری قسم کی شے سے کم آشنا ہوتے ہیں۔ ان میں جذبہء رحم دوسروں سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔عبادات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ہر قسم کے لوگ ان کے دوست بن جاتے ہیں۔نمبر ۵ والے آپس میں زیادہ

Marfat.com

بہتر نبھاتے ہیں۔

ایسے لوگ اکثر نروس بریک ڈاؤن کا شکار ہوتے ہیں۔چہرے ،آنکھ پھڑکنا، ہاتھوں میں لرزہ اور فالج کا خطرہ ہوتا ہے۔ان کے لئے بہترین دوا پرسکون نیند لینا ہے۔خشک میوے ،ناز بو ،زیرہ اور گاجر کا استعمال مفید ہوتا ہے۔سفید اور ہلکا بھورا رنگ ان کے لئے اچھا ہوتا ہے۔گہرے رنگوں سے اجتناب کریں۔مبارک پتھر ہیرا ہے۔

عدد ۶:۔

نمبر ۶ کا تعلق زہرہ سے ہے۔کسی بھی مہینے کی ۶ ،۱۵،۲۴ تاریخ کو پیدا ہونے والے اس کے زیر اثر ہوتے ہیں۔یہ لوگ متوازن ،پرسکون اور پروقار شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔خوش خلق ،قابل بھروسہ،متوازن ذہن اور حسن فطرت سے خاص لگاؤ رکھتے ہیں۔محبت اور شفقت سے پیش آتے ہیں۔یہ دوسروں کے لئے کام کرنے میں راحت محسوس کرتے ہیں۔قابل بھروسہ اور فائدہ مند ہوتے ہیں۔خوبصورت، ہوشیار ،فنون لطیفہ اور خوبصورت قدرتی مناظر کے دلدادہ ہوتے ہیں۔

اگر یہ خود پر بھروسہ کرنا سیکھیں،دوسروں کی خوبیوں کا اعتراف کریں۔اس بات کو اپنے دماغ سے نکالیں کہ دوسرے ان کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔صاف گوئی سے کام لیں اور کھل کر اپنی رائے کا اظہار کریں تو ایک کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔

فطری طور پر یہ محبت پرست ہوتے ہیں۔اور بہت جلد کسی کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ان کی زندگی میں محبت ہر شے سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔آرٹ اور ادب سے انہیں گہرا لگاؤ ہوتا ہے۔ان کے بچے اور احباب ان سے بہت خوش رہتے

Marfat.com

ہیں۔۳،۶ اور ۹ نمبر والے ان کے اچھے دوست ثابت ہوتے ہیں، ویسے یہ نمبر سب سے دوستی کر لیتا ہے۔

ناک، گلے اور پھیپھڑے کے امراض کا شکار ہوتے ہیں۔آخری عمر میں دل کی بیماری کا خدشہ ہوتا ہے۔اس نمبر والی عورتیں چھاتی کے امراض میں مبتلا ہو سکتی ہیں۔ان کے لئے کھلی فضاء،خوراک میں تربوز، خربوزہ، انار،سیب،آڑو،انجیر پالک لوبیا، پھلیاں بنفشہ،گلاب کی پتیاں اور پودینہ استعمال کرنا مفید ہوتا ہے۔

رنگوں میں گلابی، پیازی اور نیلا ان کے لئے سودمند ہوتا ہے۔سیاہ اور قرمزی رنگوں کا استعمال نہ کریں۔

عدد ۷:۔

کسی مہینے کی ۷،۱۶ اور ۲۵ تاریخ کو پیدا ہونے والے اصحاب اس سے متعلق ہوتے ہیں۔اس کا تعلق نیپچون سے ہے۔ایسے لوگ عالم اور مطالعہ کے شوقین ہوتے ہیں۔فہم وفراست کے مالک ہوتے ہیں۔قابل ،سلجھے ہوئے فلسفیانہ خیالات رکھتے ہیں۔ان میں تھوڑی خود پسندی ہوتی ہے۔یہ مفکر ذہن،خاموش طبیعت، سکون پسند،باریک بیں،دور اندیش اور متجسس طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔منفی خاصیتوں میں ترش رو،تنقید کرنے والے،جذبہ کمتری کے شکار،بے آرامی اور مایوسی کا شکار ہوتے ہیں۔

ان میں مصنف ،شاعر اور مصور ہونیکی صلاحیتیں ہوتی ہیں۔اگر اس طرف آئیں نام پیدا کر سکتے ہیں۔ان کے خواب عموماً سچے ہوتے ہیں۔ان کے دماغ میں اچانک آنے والے خیالات ان کی درست رہنمائی کر سکتے ہیں۔یہ صاحب بصیرت ہوتے ہیں۔اور پیدائشی طور پر ان کا رجحان مخفی علوم کی طرف ہوتا ہے۔

Marfat.com

۲،۱۱،۲۰اور۲۹ عدد رکھنے والوں سے اچھی نبھتی ہے ۔رنگ اور پتھروں میں سفید،گلابی،اور زرد رنگ کا استعمال ان کے لئے مناسب ہے۔گہرے رنگوں سے پرہیز کریں۔

یہ فطرتاً جلدی گھبراتے ہیں۔ان کے معاملات درست چلتے رہیں تو ان کی صحت بھی ٹھیک رہتی ہے۔معاملات بگڑیں تو صحت بھی بگڑ جاتی ہے۔یہ ذہنی طور پر زیادہ صحت مند ہوتے ہیں۔انہیں جلدی امراض کی شکایت رہتی ہے۔ہاضمے کی خرابی کے باعث پھوڑے پھنسیاں اور پسینے کی زیادتی تنگ کرتی ہے۔ان کے لئے سیب،انگور،پھلوں کا رس مفید ہوتا ہے۔سبزیوں میں بند گوبھی، کھنب ،کاسنی اور السی مفید ہوتے ہیں۔

عدد۸:۔

یہ عدد زحل سے متعلق ہے۔کسی بھی مہینے کی ۸،۱۷اور۲۶،تاریخوں میں پیدا ہونے والے لوگ اس کے زیر اثر ہوتے ہیں۔اس قسم کے حضرات فلسفی ذہن ہوتے ہیں۔عزت و وقار کی خواہش اور صحت کے لئے فکرمند رہتے ہیں۔

اس نمبر کی خصوصیات کے بارے میں متضاد رائیں ہیں۔یہ دوسروں کے رحم کرم پر زندگی گزارنے والا ہوتا ہے۔اس میں دوسروں کی خدمت گزاری کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔دوسروں کی ناخوشی کے خوف سے اپنی رائے کا کھل کر اظہار نہیں کر سکتا۔یہ بظاہر سمندر کی طرح خاموش دکھائی دیتے ہیں مگر اندر سے بہت پرجوش ہوتے ہیں۔اوپر سے جتنے سرد مہر اور غیر جذباتی لگتے ہیں ،اندر سے اتنے ہی محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔یہ اپنے اندر کئی طوفان سمیٹے ہوتے ہیں۔مگر یہ انتہائی ضبط کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔اگر یہ لوگ عالی ہمت اور پرجوش ہوں تو عوامی شخصیت بن جاتے ہیں۔یہ دوسروں

Marfat.com

کی رائے کی پرواہ نہیں کرتے ۔ یہ عدد زمانہ قدیم ہی سے موضوع بحث اور خاص اہمیت کا حامل رہا ہے۔ یہ متضاد خوبیوں کا مالک ہوتا ہے۔ انقلابات، خود سری، غلط فیصلوں اور بدنظمی کا نمائندہ بھی ہے، اور فلسفیانہ خیالات، مذہبی رجحان اور تقدیر پر راسخ یقین کا مظہر بھی ہے۔ ایسے لوگ عموماً موت کے بعد شہرت پاتے ہیں۔ جس بات کو مقصد بنا لیں، اس کو پورا کر کے دم لیتے ہیں۔ اس بات سے نہیں گھبراتے کہ کتنے لوگ ان کے مخالف ہو گئے ہیں۔ جذبات پر قابو پانا، مشکل حالات میں مسکرانا ان کا ادنیٰ طرز عمل ہے۔ ان کے لئے دولت اور عہدے کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ یہ زندگی کی محدود آسائشوں کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ مگر زیادہ تر اپنی نسبت دوسروں کی بھلائی اور خوشیوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ لڑائی جھگڑے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ اپنی اولاد کے لیے اچھے اور محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان کے خیالات کا مذاق اڑائیں ان پر انہیں بہت غصہ آتا ہے۔ مرد ہو یا عورت، یہ اپنے ساتھی کے لئے وفادار اور ہمدرد ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دولت کو سنبھالنے میں غیر ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہیں۔ ورنہ ان کے مالی حالات بہت بہتر ہو سکتے ہیں۔

ان کے لئے اتوار اور پیر کے دن بہت اچھے ہوتے ہیں۔ ہفتے کا دن ان کے لئے بہت ہی بہترین دن ہوتا ہے۔ جب خاص کر یہ دن ۸، ۱۷، ۲۶، یا ۴، ۱۳، ۲۲ اور ۳۱ تاریخوں میں آئیں۔ ۱۷واں، ۲۶ واں، ۴۴واں، ۵۳ واں اور ۶۲ واں سال زندگی میں اہم ہوتا ہے، اسی طرح جن اعداد کا مجموعہ ۸ ہو۔ دسمبر، جنوری، فروری اور جولائی کے مہینوں میں انہیں محتاط رہنا چاہیئے۔ جن لوگوں کا عدد ۴ اور ۸ ہو وہ دوستی کے لئے اچھے ثابت ہوتے ہیں۔ گہرے خاکی، گہرے نیلے، سیاہ اور قرمزی رنگ اچھے ہیں۔ ہلکے رنگ ان کے لئے مناسب نہیں ہوتے۔ پتھروں میں گہرے رنگ کا نیلم سیاہ

Marfat.com

موتی، سیاہ ہیرا، ان میں سے کوئی پتھر اس طرح پہنا جائے کہ جسم کو چھوتا رہے۔

ان کو عموماً انتڑیوں کی خرابی اور امراض جگر کی شکایت ہوتی ہے۔ گنٹھیا، سر درد، اور خون کی خرابی ہو سکتی ہے۔ جانوروں کا گوشت کم کھانا چاہیئے۔ سبزیاں اور پھل کا استعمال بہتر ہے۔ پالک، گاجر، سنبل، خطائی، اسپغول کا استعمال مفید ہے۔

عدد ۹:۔

یہ عدد مریخ سے متعلق ہے۔ جو لوگ کسی مہینے کی ۹، ۱۸: اور ۲۷ تاریخ کو پیدا ہوتے ہیں ان کا عدد نو ہوتا ہے۔ جسمانی طور پر مضبوط اور طاقتور ہوتے ہیں۔ مریخ جاہ و جلال اور دبدبے کا حامل ہے۔ اس نمبر کے لوگ مضبوط ارادے، عالی ہمتی، اور ثابت قدمی سے ڈٹے رہنے کے سبب اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ فطرتاً جنگجو، بہادر ہوتے ہیں۔ جنگ وجدل اور جدو جہد میں شوق رکھتے ہیں۔ جلد باز، جلدی طیش میں آنے والے، خودمختار، مرضی کے مالک ہوتے ہیں۔ گفتگو اور عمل میں جلد بازی سے اکثر نقصان ہوتا ہے۔ اس کی وجہ عزم مستحکم اور فولادی قویٰ ہوتے ہیں۔ لیکن باز اوقات یہ ٹھنڈے مزاج کے حامل بھی ہوتے ہیں۔ عموماً کامیاب زندگی گزارتے ہیں۔ دوست ان کی مدد کرتے ہیں مگر یہ ان کی قربانی کی قدر نہیں کرتے۔ گرمی کم برداشت کرتے ہیں۔ سورج کی روشنی ان کی جلد پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ سرد مقامات پر ان کی صحت اچھی اور گرم مقامات پر ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔

بڑ بولے ہوتے ہیں۔ اپنی ذات اپنی صحت اپنی جائیداد کی طرف سے لاپرواہ ہوتے ہیں۔ فطرتاً کچھ نہ کچھ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ہر قسم کی دلچسپیوں میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔ شکست تسلیم نہیں کرتے۔ دوسروں کے مفاد کا خیال نہیں کرتے۔ اپنی قابلیت سے دوسروں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوستوں کے لیے قابل اعتماد

Marfat.com

اور دشمنوں کے لیے خونخوار ہوتے ہیں۔جذباتی ہوتے ہیں۔صنف مخالف پر جلد اثر انداز ہوتے ہیں۔دولت کے بھوکے ہوتے ہیں۔دولت کماتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں۔پیسے کے معاملے میں بیوی اور خاندان والوں سے سختی سے پیش آتے ہیں۔

یہ اپنے کاموں کو ۹، ۱۸، ۲۷ تاریخوں میں انجام دیں تو فائدہ ہوگا۔خاص کر ۲۱مارچ سے ۲۱اپریل اور ۲۴اکتوبر سے ۲۲نومبر کے دوران یہ تاریخیں آئیں تو اہم کاموں کا آغاز کریں تو کامیابی حاصل کریں گے۔

منگل کا دن ان کی قسمت کا دن ہے۔کیونکہ یہ مریخ کا دن ہے۔جمعہ اور جمعرات بھی موافق دن ہے۔رنگوں میں سرخ،قرمزی اور گلابی رنگ استعمال کرنا اور سرخ رنگ کا پتھر انگوٹھی میں پہننا خوش بختی لاتا ہے۔تین، چھ اور نونمبر والوں سے ان کی دوستی خوب نبھتی ہے۔ان کے دوست عموماً مخلص ہوتے ہیں۔

ان پر ہر قسم کا بخار حملہ کرسکتا ہے۔لال بخار عموماً ہوتا ہے۔چیچک اور خسرہ ایسی بیماریوں میں بھی مبتلا ہو سکتے ہیں۔مرغن غذاؤں سے پرہیز کریں۔اور شراب سے بچیں۔لہسن، پیاز، ادرک اور ریوند چینی استعمال کریں۔

پامسٹری:۔

پامسٹری کے علم کو جاننے والے اس کو سائنس کا درجہ دیتے ہیں۔ترقی یافتہ زمانے میں بھی اس کی اہمیت پہلے سے کم ہونے کی بجائے کچھ زیادہ ہی ہوئی ہے۔ہاتھ کی لیکروں سے بہت ٹھیک ٹھیک باتیں بتائی جاتی ہیں۔پامسٹری میں ہاتھ کی بناوٹ، انگلیوں کی بناوٹ اور ہاتھ کی لکیروں سے کسی کے ماضی اور مستقبل کے بارے میں کافی حد تک ٹھیک ٹھیک باتیں بتائی جاسکتی ہیں۔ہاتھ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

ابتدائی ہاتھ:۔

بھدے، کھردرے، ہتھیلی بڑی، موٹی اور بھاری ہوتی ہے۔ یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی سوچ جانوروں سے کچھ ہی اوپر ہوتی ہے۔ ان کا مقصدِ زندگی کھانا پینا اور مادی لذات ہوتی ہیں۔

مربع ہاتھ:۔

اس کی ہتھیلی تقریباً مربع ہوتی ہے۔ یہ پہلے ہاتھ والے کی نسبت زیادہ ذہین اور عقلمند ہوتے ہیں۔

چپٹا ہاتھ:۔

اس قسم کے ہاتھ کلائی کی طرف سے چوڑے ہوں تو انگلیوں کی طرف سے کم چوڑے ہوتے ہیں۔ اگر انگلیوں کی جڑوں کی طرف سے زیادہ چوڑے ہوں تو کلائی کی طرف سے کم چوڑے ہوتے ہیں۔ اس کی انگلیاں سروں پر کفچی ٹائپ ہوتی ہیں۔ یہ پہلے دو کی نسبت زیادہ ذہین اور سمجھ دار ہوتے ہیں۔

فلسفیانہ ہاتھ:۔

ایسے لوگ فلسفی ہوتے ہیں۔

مخروطی ہاتھ:۔

یہ فلسفی ہاتھ کے قریب قریب ہے۔ لمبوترا، تنگ اور لمبی انگلیوں والا ہوتا ہے۔ یہ لوگ فنکار ذہن ہوتے ہیں۔

نفسیاتی ہاتھ:۔

یہ ہاتھ دیکھنے میں خوبصورت ہاتھ ہوتا ہے۔ لمبا، تنگ، کمزور سا۔ یہ لوگ

Marfat.com

انتہائی نفیس طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔

مخلوط ہاتھ:۔

اس میں تقریباً سب ہاتھوں کی بناوٹ شامل ہوتی ہے۔اس کا مزاج بھی مخلوط ہی ہوتا ہے۔

انگوٹھوں سے بھی شخصیت کے بارے میں بہت کچھ جانا جا سکتا ہے۔

لمبا اور خوبصورت انگوٹھا:۔

یہ لوگ ذہین،معاملہ فہم،مہذب اور نفیس طبیعت کے ہوتے ہیں۔

چھوٹا، بھدا اور موٹا انگوٹھا:۔

ایسے انگوٹھے والے لوگ حیوانی طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔

انگوٹھا، جو ہتھیلی پر قائمہ زوایہ بنائے:۔

ایسا شخص آزاد طبیعت اور دو انتہاؤں میں سے ایک انتہا پر ہوتا ہے۔انتہائی سخی یا انتہائی کنجوس،انتہائی بزدل یا انتہائی بہادر۔یوں کہہ لیجئے کہ یہ سرپھرے ہوتے ہیں۔

انگوٹھا جو انگلی سے ٹکرائے:۔

ایسے لوگ زیادہ دلیر نہیں ہوتے۔طبیعت میں بے چینی ہوتی ہے۔دل کی بات کھول کر نہیں کہہ سکتے۔

لمبا انگوٹھا:۔

یہ لوگ کافی ذہین،معاملے کو سمجھنے والے ہوتے ہیں۔دوسروں پر رعب رکھنا اور دوسروں کے مال پر عیش کرنے کی ان میں کافی صلاحیت ہوتی ہے۔

Marfat.com

چھوٹا اور بھاری انگوٹھا:۔

ایسے لوگ وقت کے منتظر ہوتے ہیں۔سمجھ کم ہوتی ہے۔

بھاری سرے والا انگوٹھا:۔

ایسے لوگ جلدی غصے میں آجاتے ہیں۔یہ لوگ جسمانی آرام و آسائش کو زندگی سمجھتے ہیں اور محنتی ہوتے ہیں۔

بھاری اور لمبا انگوٹھا:۔

ایسا انگوٹھا درمیانی ذہانت یا یوں کہہ لیجئے کہ دونوں قسم کے انگوٹھوں کی خاصیت رکھتا ہے۔

اسی طرح انگلیوں اور ناخنوں کی خصوصیات ہیں۔ہتھیلی کے ابھاروں سے بھی طبیعت اور شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ہتھیلی میں لکیروں کی خاص اہمیت ہے۔ان میں سات لکیریں اہم ہوتی ہیں۔زندگی کی لکیر جو زہرہ کے ابھار کا احاطہ کرتی ہے۔دماغ کی لکیر جو افقی سطح پر ہتھیلی کو کاٹتی ہے۔دل کی لکیر، یہ انگلیوں کی بنیاد پر دماغ کی لکیر کے متوازی ہوتی ہے۔حلقۂ زہرہ جو دل کی لکیر کے اوپر واضح ہوتا ہے۔جس نے عام طور پر زحل اور شمس کے ابھار کو گھیرا ہوتا ہے۔صحت کی لکیر جو عطارد کی طرف سے ہتھیلی پر اترتی ہے۔شمس کی لکیر ہتھیلی کی طرف سے شمس کے ابھار کی طرف جاتی ہے۔قسمت کی لکیر ہتھیلی کی طرف سے زحل کے ابھار کی طرف جاتی ہے۔یہ لکیریں اپنے نام کی نسبت سے خبریں دیتی ہیں۔زندگی کی لکیر مضبوط اور اچھی ہو تو صحت مند زندگی کی علامت ہے۔دماغ کی صاف گہری لمبی لکیر مضبوط دماغ کی علامت ہے۔چاند کے ابھار کی طرف جھکاؤ تصور پسندی اور تخیلاتی ہونے کی علامت ہے۔دل کی گہری اور مضبوط لکیر،

Marfat.com

مضبوط دل کی علامت ہے ۔اس سے نکلنے والی چھوٹی چھوٹی لکیریں بے چین دل کی علامت ہیں ۔اسی طرح سورج کی لمبی لکیر شہرت اور مقبولیت کی علامت اور قسمت کی لکیر قسمت کا حال بتاتی ہے۔

چہرہ شناسی:۔

چہرے کے نقوش انسان کی پوری شخصیت اور صلاحیتوں کوطشت از بام کر دیتے ہیں ۔چہرے کی اپنی بناوٹ ،گول چہرہ ،لمبوترا چہرہ، کتابی چہرہ ،بیضوی چہرہ اور مخلوط چہرہ،ان میں ہر ایک الگ مزاج اور الگ فطرت کو ظاہر کرتا ہے۔چہرے پر آنکھیں،ناک،ٹھوڑی،عارض ،پیشانی غرض یہ کہ ہرنقش انسانی شخصیت کا مظہر ہے ۔یہ سب تحریریں ہیں۔ جو انسان کی قسمت کا حال بتاتی ہیں کہ اس کا مزاج کیا ہے؟محفل میں گانا کیسے گائے گا؟ میدانِ جنگ میں تلوار کیسے چلائے گا؟اس کی فطرت میں وفا ہے یا بے وفائی؟ ظلم ہے یا رحم؟ ایمانداری ہے یا بے ایمانی ؟یوں کہئے نقوشِ بدن ایسی تحریریں ہیں جن میں انسان کی تقدیر کے رنگ جھلکتے پڑتے ہیں ۔

ایک آنکھ ہی کو لیں تو پورا انسان ایک کھلی کتاب کی طرح سامنے آجاتا ہے۔ کھلی پرسکون آنکھیں ایک ایسے انسان کا پتہ دیتی ہیں جس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے ۔ کونوں سے بند، چھوٹی آنکھیں، تیز گردش کرنے والی پتلیاں، ذہنی تیزی کی علامت ہوتی ہیں ۔ایسے لوگ چور بھی ہو سکتے ہیں۔کم گردش کرنے والی یا ساکت پتلیاں ذہنی سادگی کو ظاہر کرتی ہیں۔ لمبی ٹھوڑی والے عموماً بہت ہوشیار اور چالاک ہوتے ہیں چھوٹی ٹھوڑی اور چھوٹے سر والے کم فہم ہوتے ہیں ۔اونچی لمبی ناک طاقت اور انا پسندی کی مظہر سمجھی جاتی ہے۔عقاب کی چونچ کی طرح نیچے کو مڑی ہوئی ناک طاقت اور ذہانت کی مظہر سمجھی

Marfat.com

جاتی ہے۔نوکدار یا تیکھی ناک نزاکت کی علامت ہوتی ہے۔آگے سے اوپر کو اٹھی ہوئی ناک (Pig nose) چالاکی اور مفاد پرستی کی علامت سمجھی جاتی ہے۔موٹے ہونٹ جذباتی پن کی علامت ہوتے ہیں۔باریک ہونٹ تیزی اور بعض اوقات سفاکی کو ظاہر کرتے ہیں۔مناسب اور خوبصورت ہونٹ نارمل شخصیت کی علامت ہوتے ہیں۔اونچی پیشانی بلند بختی کی علامت کہلاتی ہے۔تنگ اور چھوٹی پیشانی اس کے برخلاف خوبیوں کو ظاہر کرتی ہے۔چوڑے دانت دلیری کی علامت ہوتے ہیں۔دانتوں میں فاصلہ دولت مندی کی نشانی ہوتا ہے۔بھاری بھنویں دلیری اور غیر رومانی طبیعت کو ظاہر کرتی ہیں۔
کوک نے اپنے شاستر میں عورتوں کے بارے میں دوہوں میں بہت کچھ بتایا ہے۔

بھینسا موںڈی سر دھنی جڑی کنپٹی لہیک
کوک کہے سن گیاس جی تریا منگوا دے گی. بھیک

ہمارا مقصد صرف ان علوم کی حقیقت کا جائزہ لینا ہے کہ چند موٹی موٹی باتوں سے آپ کو اندازہ ہو جائے کہ انسان کی قسمت کا حال کہاں کہاں درج کر دیا گیا ہے اور وہ تقدیر کے کن کن شکنجوں میں کسا ہوا ہے۔مگر کسی ایک شے کو دیکھ کر کوئی حتمی حکم نہیں لگانا چاہیئے۔بلکہ سب اعضاء کا جائزہ لے کر ہی کوئی بات کرنی چاہیئے۔قانون تو یہ ہے کہ ایک عضو جس طبیعت یا فطرت کو ظاہر کرتا ہے' باقی نقوش بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔مگر یوں بھی ہوسکتا ہے کہ مختلف نقوش مختلف خاصیتوں کو ظاہر کرتے ہوں۔اس طرح متضاد طبیعت کی ایک شخصیت تشکیل پاتی ہے۔متنوع مزاج یا بے چین طبیعت والا انسان جس کے بارے کوئی یقینی دعوی نہیں کرسکتا کہ وہ کب کیا کرے گا؟ایسے لوگ بیک وقت ظالم اور رحمدل، سخی اور کنجوس، بہادر اور بزدل ہو سکتے۔

Marfat.com

آپ کریں ہیں

قرآن اور حدیث کی روشنی میں ''تقدیر'' کا جائزہ۔

اٹل حقیقت:۔

اس دنیا کی طرح تقدیر بھی ایک ایسی حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اس بارے میں آپ ﷺ کی احادیث پاک ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عورت کے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے۔ تو وہ عرض کرتا ہے کہ'' اے رب، یہ تو نطفہ ہے۔ یہ تو خون کی بوٹی ہے۔ یہ تو گوشت کا لوتھڑا ہے''۔ پس جب اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے، تو فرشتہ عرض کرتا ہے۔ ''اے رب یہ نر ہے یا مادہ؟ بد بخت ہے یا نیک بخت؟ اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کی عمر کتنی ہے؟'' بس بتانے کے مطابق اس کی والدہ کے پیٹ میں لکھ دیتا ہوں''۔ ارشادِ ربانی ہے کہ''اور اللہ نے باوجود علم کے اسے گمراہ کیا''(سورۃ الجاثیہ۔ آیت ۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کا بیان کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ قلم تمہاری تقدیر لکھ کر خشک ہو گیا۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی عرض گزار ہوا۔''یارسول اللہ کیا جنتیوں کو جہنمیوں سے پہچان لیا جائے گا؟ فرمایا، کہ'' ہاں'' عرض کی ''تو پھر عمل کرنے والے کس لئے عمل کریں؟'' فرمایا کہ ہر ایک وہی عمل کرتا ہے جس کے لئے پیدا فرمایا گیا ہے۔ یا جو راہ اس کے لئے آسان کی گئی ہے۔

یہ احادیث پاک تقدیر کے بارے میں ہر ابہام کو دور کر دیتی ہیں۔ ان سے

Marfat.com

ثابت ہے کہ ''تقدیر'' ہے

اب دو باتیں ہیں۔کہ جب بات پہلے سے طے ہے تو'' جزاوسزا'' کے کیا معنی؟اور حالات کی تبدیلی کے لئے'' سعی وعمل'' کا کیا فائدہ؟اس دنیا کا نظام کیسے چل رہا ہے؟اس کے لیے ہم قرآن کریم سے رجوع کرتے ہیں۔اور ابتداء 'سورۃ الفاتحہ سے کرتے ہیں۔

''شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے۔سب تعریف واسطے اللہ کے، پروردگار عالموں کا۔بخشش کرنے والا مہربان۔خداوند دن جزا کا۔تجھ ہی کو عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔دکھا ہم کو راہ سیدھی۔راہ ان لوگوں کی کہ نعمت کی تونے اوپر ان کے، سوا ان کے جو غصہ کیا گیا ہے اوپر ان کے اور نہ گمراہوں کا۔''

اس سورۃ میں بندے کا کردار بس یہی ہے۔کہ اللہ سے دعا کرے اور مدد مانگے۔ٹھیک کام کرنے کی اور ٹھیک راستے پر چلنے کی۔کہ اللہ کی مدد کے بغیر وہ کچھ بھی نہیں کرسکتا۔اس سورۃ میں اسماء اور آیات کی ترتیب پر غور کیجئے۔سب تعریفیں اللہ کے لئے کہ ساری صفات کا مالک ہے۔اور سارے جہانوں کو پالنے والا ہے۔پھر اسم رحمٰن ہے۔رحمٰن کے معنی سب پر عام رحم فرمانے والا۔جیسے ہوا، پانی، روشنی اور رزق، مسلمان اور کافر سب کے لئے بغیر کسی تفریق کے۔اس کے بعد رحیم ہے۔رحیم کے معنی ہیں خاص خاص پر خاص رحم فرمانے والا۔جیسے دولت، حکومت، طاقت، ولایت نبوت خاص بندوں کو دی۔ہر ایک کو نہیں۔ترتیب یہ ہوئی کہ سب اختیار اس کا۔سب پر عام رحم کرنے والا۔اور پھر خاص رحم کرنے والا۔

یہ پورے نظام کائینات کا خلاصہ ہے۔اس نے پالنے کی ذمہ داری لی۔اپنی

Marfat.com

نعمتیں سب کے لئے عام کر دیں۔اور پھر خاص کو خاص نوازا۔انسان کا اس میں کیا دخل؟اس کا اپنی طاقت پر ناز کرنا سراسر حماقت۔اسے تو یہ بھی خبر نہ تھی کہ کب اور کیسے پیدا ہوگا۔اللہ نے فرشتوں سے کہا

''تحقیق میں پیدا کرنے والا ہوں بیچ زمین کے نائب۔''فرشتوں نے کہا ''جناب آپ اس کو زمین میں نائب بنائیں گے،یہ تو فساد کرے گا،وہاں خون خرابہ کرے گا''۔

ان کا ایسا کہنا شاید جنات کی نافرمانی کے تجربے کی بنا پر تھا۔انہوں نے عرض کی کہ جناب

''اگر حمد و ثنا مقصود ہے تو ہم جو ہیں۔آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں''اللہ تعالی نے فرمایا،''تم نہیں جانتے ، جو میں جانتا ہوں''پھر آدم کو سارے نام سکھا دیئے۔اور اسے فرشتوں کے سامنے لایا اور کہا۔

''بتاؤ مجھ کو نام ان کے اگر ہو تم سچے''۔فرشتوں نے شرمندہ ہو کر جواب دیا۔''جناب ہم تو نہیں جانتے۔ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں سکھایا ہے تحقیق تو ہے جاننے والا حکمت والا''۔(القرآن)

پھر اللہ میاں نے آدم سے ان کے نام پوچھے۔آدم نے فوراً بتا دیئے۔اللہ نے فرشتوں سے کہا۔اب بولو،

''کیا نہ کہا تھا میں نے تم کو،تحقیق میں جانتا ہوں چھپی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جو ظاہر کرتے ہو اور جو تھے تم چھپاتے۔''(القرآن)

فرشتے اپنی بھول پر شرمندہ ہوئے تو اللہ نے کہا،تم اس کی بزرگی کو مان گئے ہو تو اس تسلیم و قبولیت کا اظہار آدم کو سجدہ کر کے کرو۔فرشتوں نے فوراً سر جھکا

Marfat.com

دیا۔شیطان نے انکار کیا،وہ راندۂ درگاہ ٹھہرا۔(مفہوم البقرۃ،آیات،۳۰ تا ۳۴)

اب اس میں قیام جنت ،شجرِ ممنوعہ اور شیطان کی شرارتوں کی حقیقت پر غور کیجئے کہ جنت سے آدم کو بچارے شیطان نے نکلوایا تو کس کی منشاء پوری کی؟حضرت آدمؑ نے شجرِ ممنوعہ کھایا تو کس کا منصوبہ مکمل کیا؟ کہ خلافت کا تاج تو اس کے سر پر پہلے ہی رکھا جاچکا تھا اور زمین پر اترنا بھی پہلے ہی ٹھہر چکا تھا۔

ان آیات پر غور کیجئے۔

''بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور کس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس سے سرسبز باغ اگائے۔تمہارا کام تو نہ تھا کہ تم ان کے درختوں کو اگاتے۔تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ یہ لوگ رستے سے الگ ہو رہے ہیں۔بھلا کس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے بیچ نہریں بنائیں اور اس کے لئے پہاڑ بنائے۔اور کس نے دو سمندروں کے بیچ اوٹ بنائی۔یہ سب کچھ اللہ نے بنایا تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ ہرگز نہیں۔بھلا کون بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے؟ اور کون تم کو زمین میں اگلوں کا جانشین بناتا ہے؟ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔مگر تم بہت کم غور کرتے ہو۔بھلا کون تم کو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں رستہ بتاتا اور کون ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے۔تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ کی شان اس سے بلند ہے۔بھلا کون جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے؟۔پھر اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے۔اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ ہرگز نہیں کہہ دو کہ اے مشرکو اگر تم سچے ہو

Marfat.com

تو دلیل پیش کرو''

جب تم کوئی دلیل پیش نہ کر سکو تو

''کہو وہ ذات پاک جس کا نام اللہ ہے ایک ہے، وہ معبود برحق ہے۔ بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں''۔ (القرآن)

مذکورہ آیات میں یہ بات کھول کر بیان کر دی گئی ہے کہ اللہ پاک ہے، اس جیسا کوئی نہیں، وہ بے نیاز ہے وہی سب کچھ کرتا ہے۔ اسی سے ہر شے اور اسی کے حکم سے ہر شے ہے۔ جو اس نے بنانا چاہا بنا دیا، جو اس نے کرنا چاہا کر دیا۔ اس میں نہ کسی کا مشورہ شامل ہے اور نہ کسی کا کچھ دخل ہے۔ یہاں انسان کی فہم و فراست اور عقل و دانش کا کوئی ذکر نہیں۔ آگے دیکھئے

''اس نے انسان کو ایک ذرا سی بوند سے پیدا کیا اور دیکھتے دیکھتے صریحاً وہ ایک جھگڑالو ہستی بن گیا۔ اس نے جانور پیدا کئے جن میں تمہارے لئے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی۔ اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔ اور جب شام کو انہیں جنگل میں لاتے ہو تو ان سے تمہاری عزت و شان ہے اور دور دراز شہروں میں جہاں تم زحمتِ شاقہ کے بغیر پہنچ نہیں سکتے وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں کچھ شک نہیں کہ تمہارا رب نہایت شفقت والا اور مہربان ہے۔ اور اسی نے گھوڑے اور خچر پیدا کئے تا کہ تم ان پر سوار ہو۔ اور وہ تمہارے لئے رونق اور زینت بھی ہیں۔ اور وہ اور چیزیں بھی پیدا کرتا ہے۔ جن کی تم کو خبر نہیں''۔

غور کیجئے ایسی چیزیں جن کی انسان کو خبر ہی نہیں، ان کے متعلق اس کی تدبیر اور عقل و دانش کیا فیصلہ کرے گی؟ یہاں وہ کون سا راستہ اختیار کرے گا؟

''اور سیدھا راستہ تو اللہ تک جا پہنچتا ہے۔ اور بعض رستے ٹیڑھے ہیں۔ وہ اس

Marfat.com

تک نہیں پہنچتے۔ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو سیدھے رستے پر چلا دیتا۔"

یہاں اللہ تک پہنچنے سے کیا مراد ہے؟ اور یہ کہ اللہ تک پہنچ کر کیا ہوتا ہے؟ یقینی بات ہے یہ کوئی بہت بڑی کامیابی اور بھلائی کی بات ہے جس کے لئے اتنے نبی اور پیغمبر آئے۔ کسی کی حاکم وقت تک رسائی ہو تو سب آدمی اس کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔ سب اس کی عزت کرتے ہیں۔ اس کا بڑا دبدبہ اور رعب ہوتا ہے۔ پھر اللہ کی قربت کا کیا عالم ہوگا جو سب کا حاکم ہے۔ شاید اسی لئے سب کو یہ راستہ نہیں دکھایا کہ محنت کر کے آؤ، ورنہ

"اور اگر وہ چاہتا تو سب کو سیدھے رستے پر چلا دیتا۔"

اس کے لیے یہ کام آسمان سے پانی برسانے سے کہیں آسان ہے۔

"وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا جسے تم پیتے ہو، اور اس سے درخت بھی شاداب ہوتے ہیں جن میں تم اپنے مویشیوں کو چراتے ہو، اسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور (بے شمار درخت) اگاتا ہے اور ہر طرح کے پھل پیدا کرتا ہے، غور کرنے والوں کے لئے اس میں قدرت اللہ کی بڑی نشانی ہے"

کہ اتنے بڑے اور مشکل کام اس نے کر دیئے تو سب کو ایک جیسا بنانا کیا مشکل تھا؟ یہ تو اس کی ایک حکمت ہے، کہ اس نے کسی کو بڑا کسی کو چھوٹا بنایا۔

"اور اسی نے سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام پر لگایا۔ اور اسی کے حکم سے ستارے بھی کام میں لگے ہوئے ہیں۔" کیا تم میں کوئی ایسا ہے کہ وہ سورج، چاند اور ستاروں کو کام پر لگا سکے؟ یا ان کو کام سے روک سکے؟ پھر کیسی اکڑ اور کیسی تدبیر اور کیسا زور؟ کیوں نہیں مانتے کہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ انسان کی ساری عقل تو موجود وسائل کی محتاج ہے۔ اگر وسائل ہی نہ ہوں تو کیسا علم، کس کے متعلق علم؟ اگر اللہ

Marfat.com

آسمان سے پانی نہ برسائے تو کیسی زراعت، کیسی صنعت و حرفت، کیسی تجارت اور باقی ساری باتیں۔انسان کا اپنی پیدائش پر تو خیر کچھ اختیار ہے ہی نہیں، وہ تو پیدا ہونے کے بعد بھی اپنی زندگی برقرار رکھنے کے لئے اللہ کے پیدا کردہ وسائل کا محتاج ہے۔اور اس پر یہ اکڑ؟ خدائی کے دعوے؟ اس کی نافرمانی؟ جس نے زمین میں طرح طرح کے رنگوں کی چیزیں پیدا کیں۔انہیں انسان کے زیرفرمان کیا۔دریا پر اختیار دیا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ۔زیور موتی نکال کر پہنو۔کشتیاں دریاؤں کو پھاڑتی ہوئی چلی جاتی ہیں۔تاکہ گہرے پانیوں میں انسان جا کر بڑی بڑی مچھلیاں پکڑے اور کھائے۔دور دراز کے علاقوں میں سفر کرے۔زمین پر پہاڑ بنائے، نہریں بنائیں، رستے بنائے رستوں میں نشان بنائے تاکہ آسانی سے سفر کر سکے۔راستہ معلوم کرنے کے لئے ستارے بنائے۔اس کی نعمتوں کو انسان گن نہیں سکتا۔بیشک وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔(مفہوم، ۱۶۔۴ تا ۱۸)

اللہ کا رشتہ:۔

ایسا مہربان کہ اپنے تک پہنچنے کے لئے ایک آسان سا راستہ بنا دیا۔

''اللہ پر توکل رکھو بے شک اللہ توکل رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔'' (۳۔۱۵۹) ''اور اللہ ہی کارساز کافی ہے'' (۴۔۸۱)

''اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔'' (۶۵۔۳)

سبحان اللہ کیسا رحیم ہے وہ کہ مخلوق سے نعمتوں کا معاوضہ نہیں مانگ رہا بلکہ مزید کرم فرما کر کہہ رہا ہے مجھ سے مانگو! میں دوں گا۔حق تو یہی ہے کہ ہم اس کے احکامات کو بے چون و چرا مانتے چلے جائیں اور بس۔مگر شیطان اور خود انسان کی نفسانی خواہشات اور فطری تجسس اسے چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔اس کی ایک الجھن یہ ہے کہ

Marfat.com

اگر احکامات ہی منوانے تھے تو سیدھے سادھے انداز میں حکم دیا جا سکتا تھا کہ ایسا کرلو۔اور ایسا مت کرو۔اس اعلان کی کیا ضرورت تھی کہ میں ہی سب کچھ کرتا ہوں۔بے شک اللہ تعالیٰ کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں اس اعلان کا انسان کو بہت فائدہ ہے۔دیکھئے نا شیطان ہمارا دشمن ہے۔وہ ہمیں نظر نہیں آتا۔اس نے قیامت تک کی زندگی مانگ لی۔اس کی اڑان ہم سے تیز ہے۔وہ ہم سے طاقتور ہے۔(مگر جب تک ہم اسفل میں ہیں۔احسن میں شیطان ہمارے مقابلے میں حقیر اور خوفزدہ مخلوق ہے یہ الگ بات کہ بہکانے اور شرارتوں سے باز نہ آئے اور چھپ کر وار کرتا رہے۔)اس کا مکر اس کی سازشیں وقتی طور پر بڑی مضبوط اور پریشان کن دکھائی دیتی ہیں۔ایسے میں انسان گھبرا جائے اور ہمت ہار جائے تو بات تو خراب ہوگئی نا۔مگر جب وہ اللہ کا یہ فرمان یاد کرے گا کہ اس کے سوائے کسی کو کوئی طاقت نہیں اچھا برا کرنے کی تو اس کا خوف دور ہوجائے گا۔وہ دلیر ہوجائے گا۔اور نتیجہ سے بے نیاز ہوکر اپنے مہیا وسائل ہی کو کافی سمجھ کر لڑ جائے گا۔اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ شکست و فتح اور نتائج کا دارو مدار مادی وسائل و اسباب اور قوت پر نہیں۔بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے۔تو اگر انسان سیدھی راہ پر آئے تو انسان کے لیے اللہ کی حاکمیت کو خلوص سے مان لینا بڑے فائدے کی بات ہے۔بہرحال اعتراض کی گنجائش تو ہے ہی نہیں۔لبیک اور سر تسلیم خم اس راہ میں بہتر ہے۔

تدبیر بمقابلہ تقدیر:۔

اب وسائل، تدبیر اور ہمارے عمل کا ہماری زندگی میں کیا دخل ہے؟اس پر بات کرنے سے پہلے ہم سورۃ یوسف کی کچھ آیات کو دیکھتے ہیں۔اس لیے کہ یہ حضرت یوسفؑ کے بارے میں ایک تفصیلی سورۃ ہے۔جس میں واقعات کو ایک تسلسل سے بیان

Marfat.com

کیا گیا ہے۔اس میں ان سوالات کے جواب تھوڑے سے غور کرنے سے معلوم ہو جائیں گے۔اس میں حضرت یوسفؑ نے اپنا خواب اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کو سنایا تو انہوں نے کہا۔

''اے چھوٹے بیٹے میرے! مت بیان کیجیو خواب آگے بھائیوں اپنوں کے پس مکر کریں گے واسطے تیرے کچھ مکر، تحقیق شیطان واسطے آدمی کے ہے دشمن ظاہر۔اور اس طرح برگزیدہ کرے گا تجھ کو پروردگار تیرا اور سکھلا دے گا تجھ کو تعبیر بتانی باتوں کی اور پوری کرے گا نعمت اپنی اوپر تیرے اور اوپر اولاد یعقوب کے، جیسے پورا کیا تھا اس کو اوپر دو باپ تیرے کے پہلے اس سے حضرت ابراھیمؑ اور حضرت اسحاقؑ کے۔تحقیق پروردگار تیرا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

یہ حضرت یعقوبؑ کی تدبیر تھی کہ اس خواب کو ظاہر نہ کیا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی، حسد سے انہیں نقصان پہنچائیں۔مگر ہوا یہ کہ اس تدبیر کے باوجود انہوں نے جو کرنا تھا کرلیا۔یا یوں کہہ لو کہ شیطان نے ان سے جو کروانا تھا کروالیا۔

نوشتہ:۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔''تم میں سے ہر کوئی چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع رکھا جاتا ہے۔پھر خون کی بوٹی کی شکل میں، پھر گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں اسی طرح پھر اللہ تعالی ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے۔کہ اس کا رزق اس کی عمر اور بد بخت ہے یا نیک بخت (یہ لکھے) پس خدا کی قسم تم میں سے کوئی آدمی جہنمیوں جیسے کام کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان

Marfat.com

یک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔تو اس پر نوشتہ غالب آ تا ہے۔اور وہ اہل جنت کے عمل کر کے اس میں داخل ہو جاتا ہے۔اور کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک دوہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔تو اس پر نوشتہ غالب آ تا ہےاور وہ دوزخیوں کے عمل کر کے اس میں داخل ہو جاتا ہے۔" (الحدیث)

"ہر ایک وہی عمل کرتا ہے جس کے لئے پیدا فرمایا گیا ہے" (الحدیث)

معلوم ہوا مقدر کا لکھا ہو کر رہتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کا مصر پہنچنا ٹھہر چکا تھا۔اور مصر میں ان کو ایک اعلیٰ عہدہ حکومت میں دینا طے تھا۔اور جو واقعات رونما ہوئے وہ اس منصوبے کی تکمیل کے لئے تھے۔یہاں بھی شیطان نے وہی چکر بازی کی جیسے حضرت آدمؑ کو بڑے مکروفریب سے جنت سے نکلوایا اور اپنی کامیابی پر بڑی بغلیں بجائیں۔مگر مقصد کس کا پورا کیا؟ اللہ تعالیٰ کا۔اللہ تعالیٰ کا بھی یہی فیصلہ تھا کہ آدم کو زمین پر بھیجنا ہے۔سو شیطان نے اسی کی تکمیل کی۔یہاں بھی حضرت یوسفؑ کو خواب میں حکومت اور بزرگی کی بشارت پہلے ہی دے دی گئی تھی۔شیطان نے بھائیوں کے درمیان جھگڑا کرا کے بیکار الزام لیا۔یوسف کو کنوئیں میں ڈلوایا۔سوداگروں کے ایک قافلے کے ہاتھوں بکوایا۔مصر میں بولی لگوائی اور آخرکار عزیز مصر کے شاہی محل میں پہنچوادیا۔کہ اسے ایک اعلیٰ رتبہ دینا ٹھہر چکا تھا۔ جب یوسفؑ کے بھائیوں نے ایک سازش کے تحت اپنے باپ حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ

"آپ حضرت یوسفؑ کو ہمارے ساتھ بھیجئے۔ہم کھیلیں کودیں، کھائیں پئیں"۔

تو کہا حضرت یعقوب نے!

"تحقیق البتہ غمگین کرتا ہے مجھ کو یہ کہ لے جاؤ تم اس کو اور ڈرتا ہوں یہ کہ کھا

Marfat.com

جاوے اس کو بھیڑیا اور تم اس سے غافل ہو"۔ (آیت ۱۳)

اور جب سارے بھائی اپنی سازش پر عمل کرنے کے بعد شام کو واپس آئے تو انہوں نے کہا۔ "اے باپ ہمارے تحقیق گئے تھے ہم دوڑتے ہوئے، اور چھوڑ گئے تھے ہم یوسف کو نزدیک اسباب اپنے کے۔ پس کھا گیا اس کو بھیڑیا، اور نہیں ہر گز تو یقین کرنے والا واسطے ہمارے، اگرچہ ہوں ہم سچے"۔ (آیۃ، ۱۷)

حضرت یعقوبؑ نے جس خدشے کا اظہار کیا تھا، بیٹوں نے آکر بہانہ بھی وہی بیان کیا کیا۔ جیسا کہ خدشہ ظاہر کیا گیا تھا۔ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسا ہونا بھی ٹھہر چکا تھا۔ اور ایک نبی نے یہ بات پہلے ہی جان لی تھی کہ یہ کیا بہانہ کریں گے۔۔ آیۃ، ۲۰ کو دیکھیں۔

"اور بیچا اس کو بھائیوں نے ساتھ قیمت ناقص کے۔ درہم تھے کئی ایک گنے ہوئے، اور تھے بیچ اس کے بے رغبت۔"

بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو قافلہ والوں کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس آیۃ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں پیسے سے رغبت نہیں تھی، مقصد صرف یوسفؑ سے جان چھڑانا تھا۔ وہ خوشحال تھے۔ کھیل کود اور سیر و تفریح کے لئے باہر جانا بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ ایسی خوش حالی کو دیکھ کر کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ انہیں بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر کنعان سے مصر جانا پڑے گا۔ مگر یہ تقدیر کا فیصلہ تھا کہ وہ لوگ حضرت یوسفؑ کے سامنے جھکیں، جیسا کہ خواب میں دکھایا گیا تھا کہ گیارے ستارے اور سورج اور چاند آپؑ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ اس لکھے کو پورا کرنے کے لیے انہیں قحط میں مبتلا کیا گیا۔ پھر انہیں مصر کا راستہ دکھایا گیا۔ یہ پہلے سے مقدر کی ہوئی بات تھی۔ جسے ہونا تھا۔ جو ہو کر رہی۔

ان واقعات سے تو یوں لگتا ہے کہ انسان تقدیر کا زندانی ہے۔ جن حالات

Marfat.com

سے وہ گذرتا ہے، وہ پہلے ہی اس کے لئے مقدر کیے جا چکے ہیں۔

وہی کرتا ہے:۔

ان آیات کو دیکھئے۔

''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے۔تو صبر کرنے والوں کو اللہ کی خوشنودی کی بشارت سنا دو''۔(۲،۱۵۵۔)

''اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے۔تا کہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے۔اس میں تمہاری آزمائش کرے۔بے شک تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے۔اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔''(۸۔۱۸۶)

''وہی کہ زمین وآسمان کی بادشاہی اسی کی ہے۔اور جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا، اور جس کا بادشاہی میں کوئی شریک نہیں، اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔پھر اس کا ایک اندازہ ٹھہرایا۔''(۲۵۔۲)

''کہو کہ اے اللہ بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے، اور جس سے چاہے، بادشاہی چھین لے۔اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے۔اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''(۳۔۲۶،۲۷)

اس کا تو یہی مطلب نکلتا ہے کہ دنیا کے سینما ہال میں اسباب وعلل کے پردۂ سیمیں پر واقعات و حادثات کی جو تصویریں حرکت کر رہی ہیں وہ قدرت کے کیے فیصلوں کی ریل کا عکس ہیں۔

Marfat.com

انقلاب:۔

''اور یہ دن باری باری سے پھیرتے ہیں ہم ان کو درمیان لوگوں کے۔''(۴۔۳۔۱۴۰)

غالب مددگار:۔

''اگر مدد کرے تمہاری اللہ پس نہیں کوئی غالب آنے والا واسطے تمہارے۔اور اگر چھوڑ دے تم کو پس کون ہے وہ جو مدد کرے تمہاری پیچھے اس کے۔اور اوپر اللہ کے پس چاہئے کہ توکل کریں ایمان والے۔''(۴۔۳۔۱۶۰)

اللہ کافی:۔

''وہ لوگ کہ کہا واسطے ان کے لوگوں نے تحقیق آدمی جمع ہوئے ہیں واسطے تمہارے ڈرو تم ان سے۔پس زیادہ کیا ان کو ایمان۔اور کہا انہوں نے،کفایت ہے ہم کو اللہ اور اچھا کارساز ہے۔''(۴۔۳۔۱۷۳)

''ان آیات میں ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ ہی ہر شے کا خالق و مالک ہے۔وہی جو چاہے کرتا ہے۔انسانی زندگی میں دکھ سکھ اسی کے حکم سے،عزت ،ذلت،دولت حکومت سب اسی کے حکم سے۔جب ایسے بڑے اور بھاری لشکر چڑھ آئیں کہ لوگ کہیں کہ ان سے ڈرو،تو ایسے میں بھی یہی کہو''اللہ میرے لئے کافی ہے۔''

اختیار:۔

''تم کہہ دو کہ بے شک سب باتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔''(۳۔۱۰۹)

پہلے طے ہے:۔

''اے جہاد سے ڈرنے والو تم کہیں رہو موت تو تمہیں آکر رہے

Marfat.com

گی۔''(۴۔۷۸)

اس آیت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔قرآن پاک کا مطالعہ کرنے کے بعد جب ہم کائیناتی نظام اور واقعات کے وقوع پذیر ہونے پر غور کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ ہر بات، اور ہر واقعہ پہلے سے ہو جانا طے ہے۔اور اس میں کسی قسم کا ردو بدل ممکن نہیں۔اللہ۔نے کائینات بنانا چاہی،اور بنادی۔گویا اس کا بنایا جانا،اس کے بننے سے پہلے طے تھا۔شیطان کو مردود قرار دینا،آدم کو زمین پر خلیفہ بنا کر بھیجنا،اسے جنت میں رکھنا،شیطان کا اسے بہکانا،آدم کا جنت سے نکلنا،زمین پر آنا۔اولادِ آدم کا لہو ولعب میں مبتلا ہونا،ان کی ہدایت کے لئے،انبیا اور رسل کا بھیجا جانا،یہ سب پہلے سے طے تھا۔جیسے حضرت یوسفؑ کا مصر جانا اور حکومت میں آنا،اس کے اہل خانہ کا وہاں جا کر ان کی تعظیم کرنا،بنی اسرائیل کا وہاں جا کر آباد ہونا،فرعون کا ان پر ظلم وستم۔یہ سب کچھ اور کائینات میں ہونے والا ہر واقعہ،جیسا کہ فرعون کے درباری نجومیوں نے پیشین گوئی کی کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اس کی تباہی کا باعث بنے گا۔اس کی روک تھام کے لئے اس نے ان کے بیٹوں کو قتل کرنے اور صرف بیٹیوں کو زندہ چھوڑنے کا حکم دیا۔مگر اس کی یہ تدبیر ناکام ہوئی۔اور جو ہونا تھا ہو کر رہا۔نجومی اور اس قسم کے دوسرے اہل علم جو آنیوالے واقعات و حادثات کی خبر دیتے ہیں۔جس علم کی بنیاد پر بھی وہ مستقبل میں جھانکتے ہیں۔اور آنے والے واقعات کی جو خبر وہ اپنے سائل کو دیتے ہیں،وہ پہلے سے موجود ہے۔وہ محض مخبر ہیں۔جو پہلے سے فیصلہ شدہ بات کا سراغ لگاتے ہیں۔اسی کو وہ تقدیر کہتے ہیں۔

بروج یا ریکارڈ روم:۔

Marfat.com

''اور ہم نے ہی آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو سجا دیا۔ اور شیطان راندۂ درگاہ سے اسے محفوظ کر دیا۔ ہاں اگر کوئی چوری سے سننا چاہے، تو چمکتا ہوا شہاب اس کے پیچھے لگتا ہے۔'' (۱۵۔۱۶ تا ۱۸)

شہاب ثاقب یا نگران دستہ:۔

''بے شک ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا۔ اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی کہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہ لگا سکیں۔ اور ہر طرف سے ان پر انگارے پھینکے جاتے ہیں۔ یعنی وہاں سے نکال دینے کو اور ان کے لئے عذاب دائمی ہے۔ ہاں جو کوئی فرشتوں کی کسی بات کو چوری سے جھپٹ لیتا ہے، تو شہاب ثاقب اس کے پیچھے لگتا ہے۔'' (۳۷۔۶ تا ۱۰)

گویا سب فیصلے اوپر کی مجلس میں ہی ہوتے ہیں۔ اور شہاب ثاقب وہاں کا محافظ یا نگران دستہ ہے۔

جنات کی عاجزی:۔

''اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا پایا۔ اور یہ کہ پہلے ہم وہاں بہت سے مقامات میں خبریں سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے۔ اب کوئی سننا چاہے تو اپنے لئے انگارہ تیار پائے۔'' (۷۲۔۸ تا ۹)

''ان آیات سے لگتا ہے کہ بروج میں احوالِ کائینات درج ہیں۔ جہاں سے شیاطین خبریں لینے کی کوشش کرتے ہیں تو ان پر آگ کے انگارے پھینکے جاتے ہیں۔ شیاطین اس بات کا اعترف کرتے ہیں کہ جہاں سے وہ پہلے خبریں لیا کرتے تھے اب وہاں مضبوط پہرے ہیں۔ آدم کی پیدائش سے پہلے جب شیطان معلم الملکوت تھا

Marfat.com

۔جنات کا آسمانوں پر آنا جانا ہوتا ہوگا۔فرشتوں کی گفتگو سنتے ہوں گے۔جب شیطان کو مردود قرار دیا گیا تو ان کا آنا جانا بند کر دیا گیا۔ایسے عامل جو جنات کو قابو کر کے ان سے آنے والے واقعات کے بارے میں پوچھتے ہیں،تو جنات بروج سے خبریں لینے کی کوشش کرتے ہیں۔اور اس جسارت کی پاداش میں ان پر انگارے برسائے جاتے ہیں۔اس سے یہ ظاہر ہوا کہ برجوں میں مستقبل کا ریکارڈ موجود ہے ان طے شدہ فیصلوں کا جنہیں مقدر کا نام دیا جاتا ہے۔

مستقبل کی خبر:۔

سورۂ روم کی ان آیات کو دیکھئے۔"مغلوب ہو گئے ہیں رومی ،بیچ بہت نزدیک زمین کے(یعنی شام کے)اور وہ پیچھے مغلوب ہونے اپنے کے شتاب غالب آویں گے،بیچ کئی ایک برس کے۔واسطے اللہ کے ہے پہلے سب سے اور پیچھے سب سے۔اور اس دن خوش ہوں گے مسلمان،ساتھ مدد خدا کے،مدد کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔اور وہی ہے غالب مہربان۔"(۱ تا ۵)

اس سورۃ میں روم کے نصرانیوں کی شکست کے بعد ان کی فتح اور کامیابی کی پیشین گوئی ہے۔اس کا تاریخی پس منظر مختصراً یہ ہے کہ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کے دو سپہ سالاروں شہر یار اور فرخاں نے رومی مقبوضات بصریٰ اور ازرعات کے درمیان کے علاقے پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔اور رومیوں کو شکست فاش دی۔ روم وایران کی اس معرکہ آرائی میں مسلمانوں کی ہمدردیاں اہلِ کتاب رومیوں کے ساتھ تھیں۔کیونکہ ان کا مذہب اصل کے اعتبار سے مسلمانوں سے مشابہت رکھتا تھا۔ پھر ابتدائے اسلام میں عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تھا۔ہجرت حبشہ کے وقت بھی حبشہ کے عیسائی بادشاہ نے مہاجرین مسلمانوں کے

Marfat.com

ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا تھا۔ مشرکینِ مکہ کی ہمدردیاں آتش پرست ایرانیوں کے ساتھ تھیں۔ کیونکہ دونوں کے مذہب میں قدرِ مشترک توحید کا انکار تھا۔ اس بنا پر مشرکین بغلیں بجاتے پھرتے تھے۔ اور مسلمانوں کو طنزاً کہتے تھے، کہ جس طرح ایرانیوں سے اہل کتاب رومی شکست کھا گئے ہیں، اسی طرح تم بھی ہم سے شکست کھاؤ گے۔ اس مو قع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن میں پیش گوئی کی گئی تھی کہ رومی عنقریب ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے۔ اور مسلمانوں کو بھی اسی زمانہ میں فتح ہو گی۔ چنانچہ ۶۲۴ء میں قیصر روم نے زرتشت کا موکدہ تباہ کر دیا۔ اور تہران کے سب سے بڑے آتشکدے کو مسمار کر کے برباد کر دیا۔

جنگ سے پہلے فتح کی اس خبر کو مقدر کے سوا کیا کہا جائے گا۔ اس مذکورہ جنگ میں ایرانی جتنی بھی قوت جھونک دیتے، جتنے بھی ساز و سامان سے لیس لشکر کے ساتھ مقابلہ کرتے وہ جیت نہیں سکتے تھے۔ اس لئے کہ شکست ان کا مقدر ہو چکی تھی۔ غزوۂ بدر میں پہلے ہی فتح کی بشارت دی جا چکی تھی۔ ورنہ تعداد اور اسلحہ کی برتری کو دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کفار مکہ شکست کھا سکتے ہیں۔ وہ اس سے بھی کئی گنا قوت لے آتے تو بھی ہارنا ان کی قسمت میں لکھ دیا گیا تھا۔ یہ واقعات ثابت کرتے ہیں، کہ مقدر کا لکھا ہوتا ہے۔ اسباب وعلل بظاہر کچھ بھی ہوں، جو ہونا ہے وہ ہونا ہے۔

واپسی کا سفر:۔

سورۃ التین کی ان آیات کو دیکھئے، جن کے ذکر سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انجیر، زیتون، طور سینین اور امن والے شہر کی قسم کھائی ہے۔

''البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آدمی کو بیچ اچھی ترکیب کے۔ پھر پھیر دیا ہم نے

Marfat.com

اس کو نیچے سب نیچوں کے۔مگر جو لوگ کہ ایمان لائے ،اور عمل کئے اچھے ،پس واسطے ان کے ثواب ہے نہ کاٹا گیا۔"

اللہ تعالی نے انسان کو فرشتوں سے بھی اعلی مقام پر بنایا۔اور سب سے کم تر درجہ میں ڈال دیا۔اعلی بنا کر ادنی میں ڈال دیا۔اس تبدیلی کے لئے کوئی وجہ نہیں بتائی گئی۔اس تبدیلی کے بعد یہ کہا گیا ہے کہ جو اچھے کام کرے گا تو اسے پورا پورا ثواب دیا جائے گا۔اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔شاید اعلی بنا کر ادنی میں ڈالنا اس لئے ہو کہ اسے زمین پر اللہ کا نائب یعنی خلیفہ ہونا تھا۔جیسا کہ قرآن میں ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے وہ انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا۔اسفل میں اس لئے ڈالا کہ اسفل سے اعلی کا سفر کرے گا تو اپنے سے گھٹیا مخلوق کی حقیقت سے آگاہ ہوگا،اس طرح ان کی تکالیف کو ٹھیک سے جان سکے گا یا شاید اس لئے بھی کہ مخلوق میں سے کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ حضرت انسان کو مفت میں خلافت دے دی ،ہمیں یہ مقام دیا جاتا تو ہم بھی یہ مفت کی افسری کر سکتے تھے۔انسان کی پیدائش پر غور کریں تو،اس کی ابتدا وہاں سے ہوتی ہے،جہاں وہ کسی حرکت وعمل اور اپنی حفاظت کے بھی قابل نہیں ہوتا۔ایک بوند پانی، جہاں گر گیا،وہاں سے ایک انچ ادھر ادھر ہونے کی طاقت بھی نہیں۔مٹی اور بے جان پتھر کی حالت۔پھر نباتات کی صورت کہ نمو ہے ،حرکت نہیں۔پھر حشرات کی طرح پیٹ کے بل رینگنا سیکھتا ہے۔اگلی منزل حیوانات کی طرح چاروں ہاتھوں پاؤں سے چلنا۔آخر میں سیدھا ہو کر انسان کی طرح چلنا سیکھتا ہے۔یہ جسمانی ارتقا ہے۔اسی طرح روحانی ترقی ہے۔کئی لوگ ساری عمر حشرات کے دائرے سے باہر نہیں نکلتے۔کئی حیوانات کے گروہ میں ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔حیوانات میں بھی پسندیدہ اور ناپسندیدہ ہوتے ہیں۔یہ جو کہتے ہیں کہ فلاں کی شکل لومڑی سے ملتی ہے،فلاں تو بالکل بندر لگتا

Marfat.com

ہے، تو وہ اسی سفر کی کہانی ہے۔اسفل سے اعلیٰ کی جانب کا سفر۔وہ جو ایک شاعر نے کہا ہے کہ ؎

فرشتوں سے، بڑھ کر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

چہرہ شناسی:۔

چہرہ شناسی کا علم اسی بنیاد پر ہے۔اور اگر کوئی اس علم کو ٹھیک ٹھیک جانتا ہے تو صورت اور سراپا دیکھتے ہی کسی کی شخصیت، مزاج اور عادات کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتا ہے۔اور یہ بھی کہ اس نے ماضی میں کیسی زندگی گذاری ہوگی اور مستقبل میں کیا کرے گا۔

قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں جن سے تقدیر کا ہونا ثابت ہے۔اور یہ جو کہتے ہیں کہ ع

پیش آتا ہے وہی جو کچھ کہ پیشانی میں ہے

ٹھیک ہی کہتے ہیں۔رہی یہ بات کہ اگر انسان وہی کچھ کرنے پر مجبور ہے جو مقدر میں ہے تو، سزا و جزا کس لئے؟ اس کے متعلق ہم دوسرے حصے "تقدیر بدل سکتی ہے" میں بحث کریں گے۔یہاں تو بس یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ "تقدیر" ہے۔بروج میں یا لوح محفوظ میں، جہاں کہیں بھی ہے، ہے ضرور۔اور تدبیر اس کے آگے بے بس ہے۔

تقدیر اور تگ و تاز:۔

یعقوبؑ نے کہا۔"اور کہا اے بیٹو میرے مت داخل ہوجیئو دروازے ایک

Marfat.com

سے اور داخل ہوجئیو دروازوں متفرق سے، نہیں کفایت کرتا میں تم کو خدا کی طرف سے کچھ، نہیں حکم مگر واسطے اللہ تعالیٰ کے، اوپر اسی کے توکل کیا میں نے، اور اوپر اسی کے پس چاہئے کہ توکل کریں توکل کرنے والے۔" (سورۃ یوسف، آیۃ ٦٧)

"اور جب داخل ہوئے جیسے حکم کیا تھا ان کو باپ ان کے نے۔ نہ تھا کہ کفایت کرے ان کو خدا سے کچھ، مگر ایک خطرہ تھا بیچ دل یعقوبؑ کے کہ کرڈالا اس کو اور تحقیق وہ البتہ صاحب علم تھا واسطے اس چیز کے کہ سکھایا تھا ہم نے اس کو لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (آیۃ ٦٨)

ان آیات میں جو بات غور کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے جب انکے بیٹے مصر گئے تھے تو یعقوبؑ نے اس قسم کی کوئی ہدایت نہیں کی کہ کس طرح دروازوں سے داخل ہونا ہے۔ اب کی بار بن یامین ساتھ جارہا ہے۔ یوسفؑ کے بعد اسی سے دل کو سہارا ہے۔ یہ بھی دور ہونے لگا تو پریشان ہوئے دل میں خدشے نے سر اٹھایا کہ کہیں اسے کچھ ہو نہ جائے۔ ایسے گیارہ کڑیل 'خوبصورت نوجوان پھر نہایت ہی خوبصورت اور معصوم بن یامین ان میں شامل۔ ایسا نہ ہو لوگ انہیں ایک ساتھ دروازے سے گزرتا دیکھیں تو کسی کی نظر لگ جائے۔ شاید اسی خوف کی بنا پر یہ تاکید کی کہ ایک دروازے سے داخل نہ ہونا۔ وہ دو دو کی جوڑی بن کر داخل ہوئے۔ اور حضرت بن یامین اکیلے ایک دروازے سے داخل ہوئے۔ وہاں حضرت یوسفؑ ان سے ملے۔ تدبیر اور تھی ،تقدیر اور تھی۔ اسی لئے یعقوبؑ نے کہا تھا کہ اللہ کے حکم کے سامنے میرا زور نہیں۔ یوسفؑ نے چوری کا بہانہ کرکے انہیں اپنے پاس رکھ لیا۔ اسی جدائی کا اندیشہ تھا جو ہوگئی اور یہ اندیشہ بے جا نہیں تھا۔ نبی کی پاکیزہ روح نے آنے والے واقعات کی کچھ خبر لے لی۔ اپنی عقل کے مطابق اس کا توڑ کیا مگر وہ توڑ ان کو وقتی جدائی سے نہ بچا

Marfat.com

سکا البتہ دونوں بھائیوں کے تنہائی میں ملنے کا سبب بن گیا۔احتیاطی تدبیر کے باوجود حضرت یعقوبؑ کا یہ کہنا کہ میری، یہ تدبیر ایک خدشے کے پیش نظر ہے۔لیکن اس کے باوجود میں خدا کے کاموں میں دخل نہیں دے سکتا۔اس تدبیر کے باوجود میں توکل اللہ ہی پر کرتا ہوں۔اس سے ظاہر ہوا کہ تدبیر سے اللہ کے فیصلوں کو بدلا نہیں جا سکتا۔مگر اس کے باوجود تدبیر، غور وفکر، سوچ بچار انسان کی فطرت ہے۔حرکت وعمل اس کے مزاج میں رکھ دیا گیا ہے۔زندگی کا مزا اور کائینات کا حسن بھی اسی سے ہے۔اگر یہ نہ ہو تو تگ وتاز کا مزا اور زندگی کی ہماہمی کا لطف ختم ہو جائے۔اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ جو انسان کو ہر لمحہ رواں دواں رکھتا ہے، معدوم ہو جائے۔امید و یاس اور فتح وشکست کی لذت ختم ہو جائے، جس میں زندگی کا اصل حسن پنہاں ہے۔ بنانے والے نے اس دنیا اور انسان کو بڑا عجیب بنایا ہے۔ یہاں کی ہر شے ہر پل تبدیلی کا شکار ہے۔اپنی مرضی سے یا کسی اور کی مرضی سے۔یہی بات سمجھنے کی ہے۔اور بس۔مگر یہی بات آج تک انسان کو سمجھ نہیں آ رہی۔ہے نا؟

ایک ہی راستہ:۔

یعقوبؑ نے جس خطرے کا اظہار کیا تھا اس کی خبر اس علم کی بنیاد پر تھی جو اللہ نے انہیں سکھایا۔مگر اس کے باوجود وہ اللہ کا حکم نہیں ٹال سکے۔اب آپ خود غور کر لیجئے کہ ان سب باتوں میں سے کیا بات نکلی؟ یہی کہ جو مقدر کر دیا گیا ہے، اسے ہونا ہے۔ اور وہ ہو کر رہے گا۔عقل وتدبیر سے اسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ہمارے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ ہم کہیں۔"اے اللہ،تو رحمان و رحیم ہے۔سب تعریفیں تیرے لئے ہیں۔تو جہانوں کو پالنے والا ہے۔ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔اور تجھ ہی سے مدد چاہتے

Marfat.com

ہیں۔ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ دکھا جن پر تو نے انعامات کئے ،ان کا نہیں جن پر تیرا غضب ہوا۔"

دو راستے:۔

سیدھا راستہ نیک لوگوں کا۔ٹیڑھا راستہ ان کا جن پر غضب ہوا۔گویا راستے دو ہیں۔ایک صحیح اور ایک غلط۔دونوں راستوں کا اپنا مزاج اور اپنی فطرت ہے۔غلط پر چلنے میں خرابیاں ہیں۔صحیح پر چلنے میں بھلائی ہے۔ بھلائی اور خرابی دونوں الگ الگ راستوں سے منسلک ہیں۔ان کو ادھر سے ادھر نہیں کیا جا سکتا۔سب کچھ پہلے سے طے ہے۔ہمیں دونوں میں سے ایک اختیار کرنا ہے۔ یہ اختیار بھی ہمارے بس میں نہیں،اس کے لئے بھی ہم اللہ تعالی کی مدد کے محتاج ہیں۔ ہمارے اختیار میں رہ جاتی ہے بس ہماری سوچ اور ارادہ۔ جیسا کہ آپ ﷺ کی حدیث پاک ہے کہ،"اللہ تعالی بندے کے گمان کے ساتھ ہے۔" اور جیسا کہ قرآن میں ہے۔"یہ اس لئے کہ جو نعمت اللہ کسی قوم کو دیا کرتا ہے۔جب تک وہ خود اپنے دلوں کی حالت نہ بدل ڈالیں اللہ اسے نہیں بدلا کرتا۔"(۸۔۵۳)

اگر بات کو دلیل سے بھی سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اتنی الجھی ہوئی نہیں۔دیکھیں، خالق اللہ، مالک اللہ، پیدا کرنے والا اللہ، پالنے والا اللہ،اسباب وعلل پیدا کرنے والا اللہ،ان سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت دینے والا اللہ، اور وہ ساری چیزیں جن سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں،وہ سب اللہ کی پیدا کی ہوئیں۔تو ہم اور ہمارا سارا کمال کہاں رہ گیا؟یوں سمجھئے کہ کہانی کا مصنف بھی وہی ،ہدایت کار بھی وہی،پروڈیوسر بھی وہی ،آپ اور ہم اداکار ہیں،اب جو کردار ہمیں دیا گیا ہے،اسے اس کی مرضی کے مطابق نبھانا ہے۔جس حال میں جیسے اس نے رہنے کا حکم دیا ہے ویسے اس میں رہنا

Marfat.com

ہے۔شکایت نہیں، اپنی مرضی نہیں، مایوسی نہیں ۔جہاں جان دینے کی بات ہے، جان دو، جہاں مال لٹانے کا حکم ہے مال لٹاؤ، اسی کی عبادت کرو، اسی پر بھروسہ کرو۔مشکل میں صبر اور خوشحالی میں شکر کرو۔مقصد یہ کہ جو کردار اس نے کرنے کو دیا ہے اسے اس کی مرضی کے مطابق ادا کرو۔اس کی مرضی کے مطابق کرنے اور نہ کرنے پر ہی جزا اور سزا ہے۔رہی اس کہانی میں تبدیلی کی بات تو اس میں تبدیلی بھی اسی کے حکم سے ہے۔ہم اور آپ اس میں ذرہ برابر کمی بیشی نہیں کر سکتے۔یہ بھی اس کا کمال قدرت ہے، کہ بندہ مجبور ہوتے ہوئے خود کو مختار سمجھتا ہے۔سوچئے نا کیسی مختاری ہے یہ؟ مرضی سے پیدا ہوئے نہ مرضی سے جئے نہ مرے۔دنیا اور دنیا کی ہر شے ہمارے مشورے کے بغیر پیدا ہو گئی۔سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالی ہی اس بات کو بدلنے کی قدرت رکھتا ہے جو اس نے مقرر کر دی ہے۔جزا سزا تو صرف اس کی ہے، کہ ہم اس کام کو کرتے کیسے ہیں؟ خوشی سے یا نا خوشی سے، خوف کے عالم میں یا حوصلے سے، اپنے شوق اور خواہشات کی تکمیل کے لئے یا اللہ کی رضا کے لئے، شیطان کے فریب میں آ کر یا اللہ تعالی کے احکامات کے مطابق۔

وقعت قوت واسباب:۔

اللہ تعالی کے مقابلے میں دنیا کے تمام اسباب کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے لئے سورۃ توبہ کی آخری آیت ملاحظہ کیجئے ۔فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔ ''پس اگر پھر جاویں پس کہہ کفایت ہے مجھ کو اللہ نہیں کوئی معبود مگر وہ، اوپر اس کے توکل کیا میں نے اور وہ ہے پروردگار تخت بڑے کا۔''

اس آیت میں اللہ تعالی بڑے صاف الفاظ میں اپنے بندوں کو بتا رہا ہے کہ اگر مخالفین اپنی طاقت کے زعم میں ہیں، انہیں اپنے اوپر غرور اور بڑا گھمنڈ ہے اور تم اتنی

Marfat.com

قوت نہیں رکھتے کہ انہیں قوت سے حق منوا سکو ،تو کہہ دو کہ میرے لئے میرا اللہ کافی ہے۔اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔اس کا تخت اتنا بڑا ہے کہ دنیا کی تمام بادشاہتوں کے تخت بھی مل کر اس کے برابر نہیں ہو سکتے۔تمام دنیا کی طاقتیں مل کر بھی آ جائیں تو وہ سب پر غالب ہے۔جب ہم اللہ تعالیٰ کو اپنی مدد کے لئے پکارتے ہیں ،تو وہ ہماری مدد کرتا ہے اور اس کی مدد ایسی ہے کہ مخالف جتنا بھی طاقتور ہے ،اس کے آگے کمزور ہے ۔اس لئے کہ ساری دنیا کی طاقتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔غیر خدا پر بھروسہ کر کے تم ایک تو شرک کے مرتکب ہوئے۔دوسرے ان وسائل کی حیثیت بھی کچھ نہیں۔اللہ کے حکم کے بغیر وہ نفع دے سکتی ہیں اور نہ نقصان۔

شیطان بہکاتا ہے:۔

شیطان ورغلاتا ہے کہ اللہ پر یقین نہ رکھو بلکہ اسباب وعلل اور مخلوق کو اہمیت دو۔اس سے ڈرو اور اسی پر بھروسہ کرو۔اور جب ہم کہتے ہیں ،لا حول قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔یعنی کسی کو کوئی طاقت نہیں اچھا برا کرنے کی مگر اللہ کو، تو اس پر بجلی گرتی ہے اور وہ چیختا ہوا بھاگ جاتا ہے۔اب دو راستے واضح ہو گئے۔ایک اللہ پر بھروسے کا دوسرا مخلوق اور اسباب دنیا پر بھروسے کا۔اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اسباب و وسائل مہیا کرو مگر کامیابی اور ناکامی کو اس سے منسوب مت کرو۔انجام میرے حکم سے ہوگا۔اسباب کی کمی بیشی کو ہم نے فیصلہ کا اختیار نہیں دیا۔قلت کے لئے شکست اور کثرت کے لئے فتح لازم نہیں۔یہ فیصلہ تو میں نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔اس لئے کثرت پر غرور نہ کرو اور قلت میں ہو تو ڈرو نہیں۔فتح وشکست اور عزت و ذلت میرے ہاتھ ہے۔مجھی پر بھروسہ کرو اور مجھی سے مدد مانگو۔جب سب کچھ میں ہی کرتا ہوں تو پھر تم پر لازم ہے کہ میری اطاعت کرو۔تمہارا کام تو بس اتنا سا ہے،کہ میری مرضی کرو۔

Marfat.com

قرآن اور احادیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوئی کہ تقدیر ہے اور تدبیر کے مقابل اٹل ہے۔ہمارے ساتھ ہونے والے واقعات ہماری تقدیر میں لکھے ہوتے ہیں۔تقدیر اور اس میں لکھا ہوا ،یہ دو چیزیں ہوگئیں۔لکھا ہوا تو ہوجاتا ہے۔کوئی واقعہ،کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ لکھا ہوا تھا۔مگر''تقدیر''جس میں یہ لکھا ہوا تھا وہ کیا ہے؟وہ کیسے بنتی ہے؟اس میں جو ہمارے لئے لکھا جاتا ہے،اس کی بنیاد کیا ہے؟اوروہ لکھا کیسے بدلا جاتا ہے؟آسانی کے لئے تقدیر کو''کتاب''اور لکھے ہوئے کو''عبارت''کہہ لیتے ہیں اور بات آگے بڑھاتے ہیں۔

Marfat.com

انسان کیا ہے؟

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔

''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم'' یعنی ضرور ہم نے بنایا آدمی اچھے سے اچھے انداز پر۔ (پ،۳۰۔سورۃ،تین)

انسان کا وجود اللہ تعالی کی صفات کا عکس ہے۔ صفات کے عکس کو گوندھ کر انسان بنادیا۔تو کیا یہ گندھا ہوا جسم انسان ہے؟یا جو روح اس میں اللہ نے اپنی روح میں سے پھونکی وہ انسان ہے؟یا ان کے ملاپ سے کوئی تیسری چیز پیدا ہوئی وہ انسان ہے؟تو انسان یہ جسم تو نہیں ۔یہ اس کے اظہار کا ذریعہ ہے۔اس کی قدر و قیمت بھی اس وقت ہوئی جب اللہ نے اس میں اپنی روح میں سے روح پھونکی۔اور قیامت کے دن یہ جسم اور اس میں ہاتھ پاؤں سارے انسان کے خلاف گواہی دیں گے۔کہ اس انسان نے ہمیں کہاں کہاں استعمال کیا اور ہم سے کیا کیا کام لئے۔تو یہ جسم انسان کا آلۂ کار،اس کا کارکن یا اس کا لشکر ہے ،جس سے وہ اپنی دُنیاوی زندگی میں کام لیتا ہے۔روزمحشر ان کی اپنے خلاف گواہی پر انسان چیں بچیں بھی ہوگا۔تو کیا روح انسان ہے؟روح انسان نہیں۔وہ تو اللہ کی روح میں سے ہے۔وہ انسان کو روشنی دینے کے لئے یا راستہ دکھانے کے لئے ،اس کے اندر داخل کی گئی۔اگر اسے انسان فرض کر لیا جائے تو قرآن حکیم کے فیصلے کے مطابق روح اللہ کا امر ہے،اور اللہ کا امر مجبور اور محتاج نہیں نہ جسم کا اور نہ مادی وسائل کا۔اس کا امر تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے ''کن'' اور پھر ''فیکون'' وہ ہو جاتی ہے۔پھر انسان کیا ہے؟انسان ''ہونے کے شعور'' کا نام ہے۔یعنی اپنے ہونے کے شعور کا نام انسان ہے۔یا ''شعور'' کا نام

Marfat.com

انسان ہے۔اس پر ہم ایک الگ کتاب لکھ رہے ہیں ''انسان کیا ہے''اس میں اس پر انشاءاللہ تفصیل سے گفتگو ہو گی۔اسے سمجھنے کے لئے حقیقت کائینات کا سمجھنا ضروری ہے۔اور حقیقت اشیائے کائینات چاہے وہ حسی ہیں یا غیر حسی ،خیالی ہیں یا تصوراتی،وہ مکان اظہار میں ہیں یا حالت غیاب میں ،ان کا جسم ہے۔ان کا وجود ظاہری آنکھ سے دکھائی دے یا نہ دے،مگر انہیں دیکھا جا سکتا ہے۔جیسے روح،علم،عقل،خوف خوشی یا غم یااس طرح کی کوئی اور شے۔کرہٗ کائینات میں ان کے دوطرح کے وجود ہیں۔ایک جو کائیناتی تخلیق کے قانون کے تحت،دوسرا روشنی کا وجود۔روشنی کے وجود میں سب کی شکلیں انسانی ہوتی ہیں۔اور کائیناتی فارمولے کے تحت ان کی شکلیں اپنے کام کی نوعیت سے خوبصورت ،بدصورت،ڈراؤنی یا پیاری ہوسکتی ہیں۔شفا ایک نہایت ہی حسین وجمیل لڑکی کی صورت ہے۔اتنی حسین کہ اسے کوئی ایک بار دیکھ لے تو،ساری دنیا کو بھول جائے کیا دیوی ،کیا دیوتا،کیا مناظر فطرت کا حسن اور کیا انسان کا۔مگر ایک بات یاد رہے کہ انسان کائیناتی حسن کا مجموعہ ہے۔یہ الگ بات کہ یہ برے اعمال سے اپنی صورت بگاڑ لے۔آپ ﷺ کا حسن اس تمام کائینات کے حسن سے بھی بڑھ کر ہے۔اس کائینات کا حسن آپ ﷺ کے حسن کے ایک ذرا سے حصے سے مستعار ہے۔یہ باتیں خیالی نہیں۔شفا کو بھی انسان نے مجسم حسن دیکھا ہے۔روشنی کا پیکر۔

اب جب یہ طے ہوا کہ یہ جسم انسان نہیں بلکہ یہ انسان کا لباس سمجھ لیجئے۔اور انسان کچھ اور ہے۔تو اس ''اور'' کی حیثیت بھی اور ہو گی۔اور تقدیر اور تدبیر سے اس کا معاملہ بھی اور ہوگا۔ضروریات اور تقاضے بھی اور ہوں گے۔

جسم لباس ہے:۔

جب ہم یہ بات کہتے ہیں کہ انسان کا یہ جسم اصلی انسان کا لباس ہے،تو اس پر

Marfat.com

یہ اعتراض بجا ہے کہ جسم کو لباس کی شکست و ریخت سے کوئی تکلیف کیوں ہوتی ہے؟ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مادی جسم کا لباس پھٹے تو جسم کو تکلیف نہیں ہوتی۔ اسے یوں سمجھئے کہ سخت سردی میں اگر کسی کے جسم سے گرم لباس نوچ دیا جائے تو جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔ سردی کی بنا پر۔ اسی طرح انسان کو اپنے لباس کی قطع و برید سے تکلیف تو ہو گی۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ کسی مریض کے آپریشن کے وقت اسے بے ہوشی کی دوا سنگھا کر چیر پھاڑ دیا جاتا ہے، مگر اس وقت اسے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ اگر جسم انسان ہے تو اسے تو حالت بے ہوشی میں بھی چیخنا چاہیئے۔ اور چیر پھاڑ کا احساس ہونا چاہیئے۔ اگر بات اب بھی سمجھ نہیں آئی تو پھر اس طرح سوچیئے کہ ضروری نہیں کہ جس چیز کو ہم نہیں جانتے اس کا وجود نہیں۔ یوں کہیئے کہ اس کی حقیقت کو ہم نہیں جان رہے۔ بالکل ایسے ہے جیسے رزق آسمان اور زمین دونوں جگہ سے ملتا ہے،

''وہی ہے جو دکھلاتا ہے تم کو نشانیاں اپنی اور اتارتا ہے واسطے تمہارے آسمان سے رزق اور نہیں نصیحت پکڑتا مگر جو کہ رجوع کرتا ہے۔''

آسمان سے رزق اترنے کا ہر آدمی کو شعور نہیں۔ اس راز کو رجوع کرنے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔ مگر کسی کے نہ سمجھنے سے یہ حقیقت باطل تو نہیں ہو جاتی۔ عام آدمی تو یہ بھی نہیں سمجھتا۔

فطرت اور قدرت:۔

عام آدمی نہیں جانتا کہ پودا زمین سے کن مراحل سے اور کیسے گزرتا ہے، یہ بات صرف زرعی ماہرین اور زراعت کے شعبے سے تعلق رکھنے والے کچھ جانتے ہیں۔ اسی طرح قدرت کی قوت کا ادراک خاص لوگوں کو ہوتا ہے۔

Marfat.com

عالم اور جاہل:۔

عالم اور جاہل کے طلب اور عمل میں بہت فرق ہوتا ہے۔عالم ظاہر کونہیں باطن کو دیکھتا ہے۔جاہل ظاہر سے قدر و قیمت کا اندازہ لگاتا ہے۔ایک عام آدمی بادشاہ کی قربت کو بہت اہمیت دے گا،اور اس تک رسائی کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گا تاکہ اس کے بدلے کوئی فائدہ یا بڑا عہدہ حاصل کر سکے،مگر ایک عالم کا رویہ خرقیل نجار کی طرح ہوگا۔

''اور ایک مرد نے یعنی خرقیل نجار ایمان والے نے کہا لوگوں فرعون کے سے کہ چھپاتا تھا ایمان اپنے کو۔کیا مار ڈالو گے تم ایک مرد کو اس واسطے کہ کہتا ہے،پروردگار میرا اللہ ہے۔اور تحقیق آیا ہے تمہارے پاس ساتھ دلیلوں ظاہر کے۔پروردگار تمہارے سے،اور اگر ہے یہ جھوٹا پس اوپر اسی کے ہے جھوٹ اس کا،اور اگر ہے سچا،پہنچے گی تم کو بعض وہ چیز جو وعدہ دیتا ہے تم کو۔تحقیق اللہ نہیں ہدایت کرتا اس شخص کو کہ وہ حد سے نکلنے والا ہے۔''(المومن۔آیۃ:۲۸)

خرقیل نجار فرعون کی قوم سے تھا۔اس نے فرعون اور اس کی پارلیمنٹ کے فیصلے کے خلاف بات کر کے ایک طرح سے بادشاہ وقت اور بادشاہ بھی فرعون جیسا جابر و طاقتور،کی مخالفت مول لے لی۔فرعون اور اس کے درباریوں نے اس سے بحث کی کہ وہ بات جو سمجھ ہی نہیں آرہی اس کیسے مان لیا جائے؟اس نے انہیں ایک سادہ سا قانون بتایا کہ کسی شے کی حقیقت جاننے کے لئے پہلے اسے تسلیم کرو،پھر اس کی جستجو کرو،تب بات بنے گی۔یہی قانون عام زندگی میں بھی چلتا ہے۔پہلے یقین،پھر طلب اور اس کے بعد جستجو۔اس پر تھوڑا غور کریں یہ بہت اہم قانون ہے اور انسانی زندگی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔قرآن میں اس قانون کا نام ''مومنوں بالغیب'' ہے۔

Marfat.com

فرق کیا پڑتا ہے:۔

ہم روح کو انسان کہیں، جسم کو انسان کہیں یا شعور کو انسان کہیں، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اس سے بہت فرق پڑتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ اگر ہم نوکر کو مالک سمجھ کر مالک کا کھانا اسے کھلاتے رہیں تو مالک تو بھوکا مر جائے گا۔ اگر زندہ رہا تو ہم سے خفا ہو جائے گا اور جب ضرورت پڑے گی تو نوکر تو ہمارے اتنا کام نہیں آ سکتا جتنا مالک۔ نوکر کی حیثیت اور اختیارات اور ہیں مالک کے اور۔ بالکل ایسے جیسے ہم شیر کی بجائے بکری کو جنگل کا بادشاہ سمجھ کر اس کی سیوا کرتے رہیں، اور جب کوئی درندہ حملہ کرے تو وہ اپنے ساتھ ہماری جان بھی گنوا بیٹھے۔ عالم اور جاہل تقدیر سے ایک طرح معاملہ نہیں کرتے۔ لباس کو انسان سمجھنے ہی کی وجہ سے انسان مادہ پرستی کی لذات کا غلام بن کر رہ گیا ہے۔ جسم اور لباس کی بقا کے تقاضے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ تقاضوں کے اختلاف سے عمل بھی مختلف ہو جاتا ہے۔

سائنس کی معکوس ترقی:۔

سائنس نے اب تک جو کچھ بھی کیا ہے وہ انسان کے لیے نہیں بلکہ صرف اس کے لباس کے لیے کیا ہے۔ اس کی ساری ایجادات، تحقیقات جسم کے لیے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان روح کو بھول کر جسم کا غلام بن کر رہ گیا۔ اور اس سے کیا کیا قباحتیں پیدا ہوئیں ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ مادی سہولتوں نے انسان کو جسمانی اور مادی لذات اور تعیّشات کا غلام بنا کر رکھ دیا۔ اس کے نتیجہ میں حرص و ہوس بڑھی۔ چھینا جھپٹی اور آپا دھاپی نے انسان کو درندہ بنا دیا۔ محبت، ہمدردی، اخلاص ایسی سب اچھی قدریں آہستہ آہستہ دم توڑ رہی ہیں۔ انسان کا مقصد حیات بھی بدل کر رہ گیا ہے۔ اور

Marfat.com

برتری کے شوق میں دوسروں کو اپنے ظلم کا شکار کر رہا ہے۔ چونکہ ہم اس حقیقت سے نا آشنا ہیں کہ اصل میں انسان کیا ہے؟ جسم کو انسان سمجھ کر اسی کو اپنی کوششوں کا محور و مرکز بنا لیا ہے۔ اب جبکہ سائنس اور سائنسدان اس حقیقت کے قریب آ رہے ہیں کہ کائنات اور مادہ کی اصلیت کچھ اور ہے تو ظاہر ہے کہ طرز فکر کے ساتھ طریقہ کار بدل جائے گا۔ مادی جسم کے لیے مادہ کی اہمیت تھی۔ مادہ کے حصول اور جمع کا طریقہ اور ہے شعور کی ضرورتیں اور ہیں۔ انکے حاصل کرنے کا طریقہ بھی اور ہے۔ مادہ جسمانی حرکت کا قائل ہے، شعور صرف سوچ سے کام کر لیتا ہے۔

طاقت کا سمندر:۔

جس طرح جسم کی بقا کے لیے زمین سے حاصل کی ہوئی خوراک ضروری ہے اسی طرح اصل انسان کے لیے اور خوراک کی ضرورت ہے۔ اس کی خوراک زمین کے اندر سے نہیں، فضاؤں سے ملتی ہے۔ یا یوں کہہ لو کہ جسم کی خوراک پستی میں ہے اور انسان کی خوراک بلندیوں میں یا آسمانوں پر۔ اس کے حصول کا طریقہ اس سے مختلف ہے۔ بڑا سادہ طریقہ ہے۔ واللہ نور السموات والارض۔ اللہ ہی آسمان اور زمین کا نور ہے۔ یعنی اللہ کے نور نے ہر شے کو گھیرا ہوا ہے۔ اللہ ہی کی صفات کا نور ہر شے کی اصل ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اللہ کے اس نور میں جو ہر شے کو احاطہ کیے ہوئے ہے ہر طاقت موجود ہے۔ ہر شے جسم کی خوراک سے لے کر شعور کی خوراک تک موجود ہے۔ اس بھید کو ماورائی علوم کے عالم بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی ہو، ہپناٹزم ہو، مسمریزم ہو یا اسی قسم کا کوئی اور علم ان سب کا طریقہ کار اپنے ارد گرد سے قوت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جیسے شمع جلا کر اس پر ارتکاز کرنا یا آنکھیں بند کر کے اس کی روشنی جذب کرنا یا کسی چیز پر نظر جما کر دیکھنا جسے ارتکاز نظر کا عمل کہتے ہیں۔ اسی طرح ارتکازِ توجہ کا عمل

Marfat.com

ہے۔ان سب میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ہمارے اندر یا ہماری آنکھوں میں یا ہماری سوچوں میں ایک خاص قوت پیدا ہورہی ہے۔

فائدے:۔

اس طریق عمل سے انسان بہت فائدے لے سکتا ہے۔بیماریوں کو دور کرنے کے لیے، جسم کو توانائی دینے کے لیے، تھکن دور کرنے کے لیے اس طریقے کو جاننے والے لوگ استعمال کرتے ہیں۔اس کو آگے بڑھائیں تو آپس میں محبت اور نفرت پیدا کرنے کے لیے بھی اس قوت کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔یہ اندازِ فکر بدلنے سے ہے۔وہ لوگ جو مادہ کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں نہ ہی اس اصل طرف آتے ہیں نہ ہی اسے مانتے ہیں۔اس طرح ایک فائدہ مند چیز سے محروم ہیں۔

مکانِ اسفل:۔

تقدیر کا تعلق انسان سے ہے۔تو حق تو یہ ہے کہ سب سے پہلے انسان کی حقیقت جانی جائے۔مگر یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ انسان اپنی ذات سے زیادہ اس کائنات کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھانے کی فکر میں ہے۔اس کا یہ تجسس بے جا نہیں، کیونکہ اپنی بقا، ارتقاء اور تسخیر کائینات کے لئے یہ ضروری ہے۔غار کی زندگی سے لے کر آج تک جب وہ خلاؤں کی وسعتوں میں چہل قدمی کر رہا ہے۔اس کے دل و دماغ میں ایک سوال ہمیشہ اس کے فکر و فلسفہ اور علم و حکمت کے لئے چیلنج بنا رہا ہے، اور وہ سوال ہے، ''تقدیر'' کیا ہے؟'' اس سوال کا کوئی ایسا جواب اسے نہیں مل سکا جو اسے پوری طرح مطمئن کر سکے۔جب وہ یہ کہتا ہے کہ تدبیر، حرکت و عمل اور سعی و جہد ہی زندگی کی بقا و ارتقاء کے لئے بنیادی اصول ہیں تو ایسی کوئی بات، ایسا کوئی واقعہ رونما ہو کر اس کا منہ

Marfat.com

چڑاتا ہے، جس میں بغیر کوشش اور محنت کے کسی کو تخت وتاج مل گیا، کسی کو راہ چلتے خزانہ مل گیا۔اور کوئی تمام عمر محنت و مشقت کرتے کرتے زندگی ہار گیا، مگر اسے کچھ نہ ملا۔ جب وہ اس پر ایمان لانے کا فیصلہ کرتا ہے تو تاریخ اس کے سامنے حقیقت کا آئینہ لے کر کھڑی ہو جاتی ہے کہ تخت وتاج کے لئے تیغ وسناں سے کھیلنا ضروری ہے۔مگر اس کے مقابل یہ بھی ایک ایسی ہی حقیقت ہے کہ ایک بچہ امیر باپ کے گھر پیدا ہوتا ہے اور بغیر کسی محنت کے عالیشان بنگلے اور باغات کا مالک بن جاتا ہے۔ایک بچہ غریب کے گھر پیدا ہوتا ہے۔اور کوئی خطا کئے بغیر جرم ضعیفی کی سزا کاٹتا ہے۔تقدیر کا سوال اس کے لئے ہمیشہ کی طرح آج بھی ایک چیلنج ہے۔آیئے ہم قرآن کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ۔"تقدیر" اور "تدبیر" کی حقیقت کیا ہے؟

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو پکارنا قبول کرو واسطے اللہ کے اور واسطے رسول ﷺ کے جب پکارے تم کو واسطے اس کے کہ زندہ کرے تم کو، اور جانو یہ کہ اللہ تعالی حائل ہوتا ہے درمیان آدمی کے اور دل اس کے کے اور یہ کہ طرف اس کی اکٹھے کئے جاؤ گے۔" (الانفال، آیۃ ۲۴)

انسان اور تقدیر کی حقیقت جاننے کے لیے اس آیت کے ٹھیک معنی سمجھنا بہت ضروری ہے۔کسی چیز کی حقیقت جان کر ہی اس کے لیے کوئی قانون اور اصول بنائے جاتے ہیں۔اس کی توڑ پھوڑ یا تعمیر وتخریب کے لیے کیا طریقہ اور کتنی قوت چاہیے؟اس شے کی اصلیت جان کے ہی یہ فیصلہ کیا جاتا ہے۔مٹی کا توڑنا اور، پتھر کا اور ،فولاد کا اور ہے۔اسی طرح ان سے حاصل ہونیوالے فوائد بھی ان کی اصلیت ،توانائی اور قوت عمل میں مضمر ہیں۔اس پر عمل کرنے کے لیے اور اس کے اپنے عمل اور اس سے

Marfat.com

پیدا ہونے والے نتائج، ان سب کا انحصار اس پر ہے کہ اس میں کتنی زندگی ہے؟ کتنی قوت ہے؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تمہیں بلایا جائے اس لیے کہ تمہیں زندہ کرے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان اس حال میں، جس میں اسے مخاطب کیا جارہا ہے مردہ ہے۔یعنی وہ زندہ نہیں۔اگر وہ زندہ نہیں تو یہ حرکت وعمل کیا معنی؟ کیونکہ مردہ آدمی حرکت نہیں کرتا۔کوئی مردہ چیز عمل نہیں کرتی۔یہ ایک ایسا سوال ہے جو کسی بھی ذہن میں پیدا ہو جانا ایک فطری چیز ہے۔اب یہ بتانے سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کے کہنے کے مطابق اگر انسان مردہ ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟اور جیسا کہ ہم خود سمجھتے ہیں کہ ہم زندہ ہیں،اگر انسان کو زندہ کہہ لیا جائے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اس لئے کہ اس دنیا میں دوسری مخلوق کے مقابلہ میں اس کا جو مقام اور حیثیت ہے،وہ تو ہے جو ہے،جو کچھ وہ اس کائنات میں کردار ادا کر رہا ہے وہ تو کر رہا ہے۔وہ زندہ ہے یا مردہ اس سے قطع نظر،زندہ یا مردہ کہنے سے اس میں کیا تبدیلی آئے گی۔اس کے مقام اور حیثیت میں اس سے کیا فرق پڑے گا؟ یہ سوال اور خیال بالکل دماغ میں آنا چاہیے۔مگر اگر ہم اس انداز میں سوچنے کی بجائے یہ سوچیں کہ اس حال میں اللہ تعالیٰ اس کو مردہ کہہ رہا ہے کہ جب انسان تمام دوسری زمینی مخلوق سے اعلیٰ ہے۔اور ان پر حکومت کر رہا ہے،اگر وہ زندہ ہو تو پھر اس کا مقام کیا ہو؟ پھر وہ کن قوتوں کا مالک ہو؟اس طرح سوچنے سے بات جلدی سمجھ میں آجائے گی۔قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں اور منکروں کو جاہل، گونگا، بہرہ اور اندھا کہا ہے۔ان کو کوئی تشبیہ، رمز و اشارہ، استعارہ یا کنایہ کہنے سے پہلے ہم اسی مفہوم کا مضمون رکھنے والی کچھ اور آیات دیکھتے ہیں۔سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

Marfat.com

''مہر کی اللہ تعالیٰ نے اوپر دلوں ان کے کے اور اوپر کانوں ان کے کے اور اوپر آنکھوں ان کی کے پردہ ہے اور واسطے ان کے عذاب ہے بڑا۔'' (بقرہ، آیۃ ۷)

''بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ نہیں پھر آتے''۔(آیہ ۱۷)

''بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں پس وہ نہیں سمجھتے''۔(بقرۃ آیۃ ۱۷۱)

اسی طرح اور کئی جگہ فرمان ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔اسی طرح کئی جگہ فرمایا کہ یہ بہرے ہیں یہ نہیں سنتے یہ اندھے ہیں یہ نہیں دیکھتے۔لگتا ہے کہ جیسے دیکھ رہے ہیں مگر نہیں دیکھتے۔یعنی بار بار اسی مضمون کو دہرایا ہے۔کسی بات کو بار بار دہرانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کہنے والا اس کی اہمیت کی پیش نظر مخاطب کو اس کی طرف توجہ دلا رہا ہے۔تا کہ اسے سن کے، سمجھ کے اس سے فائدہ اٹھائے۔اس کے علاوہ انسان کی پیدائش کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''میں نے اسے مٹی سے پیدا کیا''۔ایک جگہ فرمایا کہ ''انسان مٹی کا خلاصہ ہے''۔ایک جگہ فرمایا کہ ''اور ہم نے اگایا اسے ایک طرح اگانا۔''

اب گویا انسان کی اصل مٹی ہوئی۔اب مٹی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے؟ زمین مردہ ہے۔بہت جگہ قرآن پاک میں اس مفہوم کی آیات ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زمین مردہ ہے۔اس پر بارش برسا کر اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرتا ہے۔اور یہ سرسبز ہوتی ہے۔اس میں بیل بوٹے اور درخت اگتے ہیں۔اب بندے کی اصل مٹی ہے۔مٹی مردہ ہے۔انسان کو بھی اللہ تعالیٰ نے مردہ کہا ہے۔تو پھر یہ بات مان لینے میں کوئی چیز کوئی دلیل اللہ کے حکم کے سامنے مانع نہیں ہونی چاہیئے۔تدبیر اور تقدیر کی اصلیت سمجھنے کے لیے اس کا فیصلہ ہونا بہت اہم ہے کہ انسان واقعی زندہ ہے یا مردہ؟ اس حالت میں جس حالت میں اللہ تعالیٰ اس سے مخاطب ہے۔اس لیے ہم اس

Marfat.com

موضوع کو ذرا تفصیل سے لے رہے ہیں۔ یہ بات سمجھ آئے گی تو اگلی بات سمجھ آئے گی۔ اس حال میں بھی جبکہ اللہ تعالیٰ اسے گونگا، بہرا، اندھا، مردہ کہتا ہے انسان دنیا کے سارے کام کررہا ہے۔ تخلیق بھی کر رہا ہے، تعمیر کررہا ہے، تحقیق بھی کررہا ہے۔ توڑ پھوڑ بھی کررہا ہے، بنا بھی رہا ہے بگاڑ بھی رہا ہے۔ جب وہ یہ سب کچھ کررہا ہے تو وہ یہ بات کیسے مانے گا کہ وہ مردہ ہے اگرچہ سچ یہی ہے کہ ہے تو وہ مردہ۔ اس لیے کہ جب خالق اسے مردہ کہہ رہا ہے تو یقینی بات ہے کہ وہ مردہ ہے کیونکہ اپنی تخلیق کو اس سے بہتر کون جان سکتا ہے۔ وہی موت کی حقیقت بھی جانتا ہے، وہی زندگی کی حقیقت بھی صحیح جانتا ہے۔ ہمارا زندگی کا نظریہ اور موت کا تصور اس کے مقابلے میں باطل ہے۔ کیونکہ جس علم اور عقل وفہم سے ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں وہ اسی کی دی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ہم سے زیادہ دانا و بینا ہے۔

اب ہم سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ چلتے پھرتے انسان کو اللہ تعالیٰ نے مردہ کیوں کہا؟ اس کی مثال یوں لیجئے کہ ایک بیج علمِ حیات کے نقطۂ نظر سے زندہ ہے ہے۔ اس لیے کہ اس کے اندر ایک پیڑ ایک درخت موجود ہے۔ اس کے اندر جوہر نمو موجود ہے۔ زندگی موجود ہے۔ مگر اب اس پیڑ اور اس بیج کا تقابل کیجئے کہ جو قوت پیڑ میں ہے، جو بہار اور جو حسن ایک ہرے بھرے لہلہاتے پیڑ کا ہے وہ بیج کا نہیں اور کوئی آم کی ایک گھٹلی کے بدلے آم کا درخت نہ دے سکتا۔ جو فائدے ایک بڑے پیڑ میں ہیں وہ ایک بیج میں موجود ہونے کے باوجود اتنی قدر کے قابل نہیں کہ ان کا اظہار ہوسکے۔ جب وہ بیج نمی، ہوا اور حرارت سے زندہ ہوتا ہے تو پیڑ بن جاتا ہے۔ اس کی حیثیت بھی اور ہو جاتی ہے۔ ایک بیج کو ہم دو داڑھوں کے بیچ میں رکھ کر توڑ دیتے ہیں۔ مگر اس میں سے نمو پانے والے پیڑ کو جب وہ تناور درخت بن جاتا ہے، ہم اپنے

Marfat.com

دانتوں کے نیچے دبا کر نہیں توڑ سکتے۔ بلکہ اس کے لیے کوئی بڑا ہتھیار بڑی قوت استعمال کرنا پڑتی ہے کہ اب اس کی حیثیت اور ہے۔

اسی طرح ایٹم ہے۔ یہ جوہر جب تک ایک خاص طریقے سے نہیں ٹوٹتا اس کی حیثیت ایک عام عنصر کی سی ہے۔ جیسے مٹی، پتھر، کوئلہ۔ مگر جب یہ خاص عمل سے گزرتا ہے تو اس میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ شہروں کے شہر تباہ کر دیتا ہے۔ چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ اس سے پہلے اس سے جو کام ہوتا ہے وہ اتنی اہمیت کا حامل نہیں ہوتا۔ اسی طرح درخت بننے سے پہلے بیج زندہ ہونے کے باوجود اتنی افادیت کا حامل نہیں ہوتا جتنا وہ درخت بن جانے کے بعد فائدہ مند ہو جاتا ہے۔ حالانکہ زندہ وہ اس وقت بھی ہوتا ہے جب وہ بیج تھا۔ ایٹم میں ایٹمی قوت اس وقت بھی تھی جب وہ اپنے عنصر میں عام حالت میں تھا۔ اسی طرح انسان زندہ ہے۔ انسانی مادہ تولید میں کروڑوں زندہ جرثوموں کو ایک ذرا سی مٹی اپنے اندر جذب کر کے ختم کر سکتی ہے۔ ہوا یا سورج کی ذرا گرمی ہی ان کو ختم کر دینے کے لئے کافی ہے مگر جب وہ ایک خاص عمل سے گذر کر پیدا ہوتے ہیں تو ان کی حیثیت بدل جاتی ہے۔ کروڑوں جرثوموں کو مارنے والی مٹی، دھوپ یا ہوا ان کروڑوں انسانوں پر وہ عمل نہیں کر سکتی۔ شیشم کے بیج کو ہم اپنے پاؤں تلے روند کر گذر سکتے ہیں مگر شیشم کے طویل قامت مضبوط درخت سے ہم بچ کر گزرتے ہیں۔ اس کارخانۂ حیات میں علم حیات کے تحت ہم جس انسانی زندگی کا شعور رکھتے ہیں یا جن معنوں میں ہم اسے زندگی سمجھتے ہیں۔ وہ زندگی کی پوری تعریف نہیں کرتی۔ زندگی اس سے زیادہ اعلیٰ اقدار کی حامل ہے۔ انسانی زندگی کا کینویس اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے جتنا ہمیں ظاہری آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہے۔ اور یہ ظاہری خاکہ ایک بیج کی طرح ہے۔ کہ اس میں جو زندگی موجود ہے وہ دکھائی نہیں دے رہی

Marfat.com

۔اور جب تک یہ اپنی نمو کے مراحل سے نہیں گزرتا۔زندگی کا وہ حسن اور وہ خوبصورتی جو پوشیدہ ہے ،دکھائی نہیں دے گی ۔ایک تن آور پیڑ میں جو جلال و جمال ہے وہ بیج میں بظاہر نہیں ہے۔اس زندگی کی اصل ایک ہے۔اس میں ایک ہی قانون کام کر رہا ہے۔حیات وموت کا نظام سب کے لئے ایک ہے۔ایک دوسرے سے متاثر ہونے کا اصول سب کے لئے ہے۔تعمیر وتخریب سب کی فطرت میں موجود ہے۔جس طرح بیج زندگی کا مکمل اظہار نہیں،اسی طرح انسان کی ظاہری زندگی،زندگی کا پورا اظہار نہیں،جیسے بیج میں ایک اور رخ زندگی کا موجود ہے۔اسی طرح انسان میں ایک اور رخ زندگی کا موجود ہے۔جس طرح بیج پیڑ کے اظہار کا ذریعہ ہے،اسی طرح انسان کا وجود اس اصل زندگی کے اظہار کا ذریعہ ہے ۔اگر وہ اس مقصد سے گریز کرتا ہے تو حیات کی نمو کے تقاضوں کا حق پورا نہیں کرتا۔اور زندگی کی اصل روح سے نا آشنا رہتا ہے۔اسی زندگی کی طرف اللہ اپنے رسول ﷺ کے ذریعے اپنے بندوں کو بلاتا ہے۔اسی مقصد کے لئے بہت سے انبیاء اور پیغمبر آپ ﷺ سے پہلے اللہ تعالی نے اس دنیا میں بھیجے ۔علمائے کرام اس زندگی کی طرف بلانے سے مراد دین وحکمت کی طرف بلانا لیتے ہیں۔وہ بالکل بجا فرماتے ہیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ دین وحکمت کیا ہیں؟دین اختیار کرنا ہی ایک مقصد ہے یا دین کے اختیار کرنے کا کوئی اور مقصد ہے؟ارکان دین کی ادائیگی ہی دین کا مقصد ہے یا ان کی ادائیگی کسی اور مقصد کے حصول کے لیے ہے؟تو سچ یہی ہے کہ احکاماتِ دین پر چلنے کا ایک مقصد ہے اور وہ مقصد اصل انسان کا زندہ ہونا ہے۔یا انسان کے اندر زندگی کے اصل حسن کا اظہار ہے۔اس حالت میں جب انسان اندھا،گونگا بہرہ ہے اور اللہ کے فرمان کے مطابق مردہ ہے۔تو وہ فطرت یا تقدیر کے ہاتھوں میں کھلونا ہے۔اس کی حرکت اپنی نہیں بلکہ کوئی دوسرا محرک ہے ۔مگر زندہ ہونے

Marfat.com

کے بعد وہ خود فاعل اور فطرت مفعول ہے۔ ذرا یہ واقعہ دیکھئے اس سے شاید بات جلدی سمجھ آ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے جب منافقین کے بارے میں آیات نازل فرمائیں تو کچھ مسلمانوں کو یہ گمان گزرا کہ وہ بھی اس تعریف کے زمرے میں آتے ہیں۔ وہ بہت پریشان ہوئے اور آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے۔

''یا رسول اللہ ﷺ! ہم لوگ منافق ہیں۔ اس لیے کہ جب ہم آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں تو ہماری دلی حالت اور ہوتی ہے۔ اور جب ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں تو ہم دنیا میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور ہمارے دل کی حالت وہ نہیں رہتی۔ اس لیے ہم منافق ہیں۔''

آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ ''تم منافق نہیں ہو۔ تمہاری جو حالت میری مجلس میں ہوتی ہے اگر ہر وقت ایسی ہی حالت رہے تو تم آسمان سے فرشتوں کو اترتے چڑھتے دیکھو۔''

اس واقعہ سے جو باتیں ثابت ہوئیں ان میں سے ایک تو یہ کہ دین کا مقصد اصل زندگی جو پوشیدہ نظام کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے، اس کا حصول ہے۔ اس کے بعد ہی یہ بندہ اپنے خالق کی عظمت کا صحیح ادراک کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ اور اس کی بندگی کا حق ادا کرنے کے کوشش کرتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور اس کی ہر بات کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں مگر جس پر وہ اپنا انعام کر دے۔ اب آیئے انسان کی سمجھ اور اسکے علم کے بارے میں جس پر وہ اتنا اتراتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتا ہے۔ سورۃ الرعد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

Marfat.com

''اور اگر ہوتا قرآن کہ چلائے جاتے ساتھ اس کے پہاڑ اور کاٹی جاتی ساتھ اس کے زمین یا بلائے جاتے ساتھ اس کے مردے تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔ بلکہ واسطے خدا کے ہے کام سارا۔'' (آیۃ ۳۱)

تو یہ تو ہے انسان کی فہم و فراست کا حال کہ اتنی کھلی نشانیاں دیکھ کے بھی وہ ایمان لانے کے لیے تیار نہیں۔ اتنا نادان اور ناسمجھ جب اللہ تعالیٰ کے احکامات میں اپنی ناقص عقل کو دخیل کرے تو اس کی اس حماقت پر کیا کہا جا سکتا ہے سوائے افسوس اور پچھتاوے کے۔ تو بات تھی انسان کے زندہ یا مردہ ہونے کی۔ انسان کو جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے گونگا، بہرا، اندھا، جاہل اور مردہ کہا ہے۔ پھر یہ کہا کہ یہ زمین کا خلاصہ ہے اور زمین مردہ ہے۔ یہ وضاحت اس لیے کی تا کہ اسے اپنے مردہ ہونے میں شک نہ رہ جائے۔ اور ایسی کئی مثالیں قرآن پاک میں بہت جگہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ دنیا مردار ہے۔ ان سب باتوں کے بعد یہ بات مان لینی چاہیے کہ اللہ کے نزدیک جو زندگی کی حقیقت ہے اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اسے مردہ کہتا ہے۔ تو یہ مقابلتاً مردہ ہے۔ جیسے مردہ انسان زندہ انسان کے مقابلے میں مردہ ہے اور مردہ شے عمل کی قوت نہیں رکھتی یا عمل کا اختیار نہیں رکھتی۔ وہ اس حال سے گزرنے پر مجبور ہے جس میں اسے زندہ لوگ رکھتے ہیں۔ اس کی حرکت وہیں تک محدود ہے جہاں تک زندہ لوگ اسے حرکت دیتے ہیں۔ تو اس کی روشنی میں انسان تقدیر کے ہاتھوں مجبور ہے۔ جب تک وہ زندہ نہیں ہوتا۔

آیئے! اب قرآن پاک کے حوالے سے ہم اس پر نظر ڈالتے ہیں۔ کہ انسان اس حال میں جس میں کہ وہ زندہ ہونے سے پہلے ہے، کتنا مجبور اور کتنا مختار ہے؟ بالکل مجبور ہے یا بالکل مختار ہے؟ پہلے ہم تخلیق کائنات کی کہانی کو سادہ بیان کرتے ہیں۔ پھر

Marfat.com

آیاتِ قرآنی کے حوالے سے بات کریں گے۔

تو دنیا کی کہانی قرآن کی زبانی یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائینات کو پیدا فرمانا چاہا اور پیدا فرما دیا۔ پھر آدمؑ کو زمین پر خلیفہ بنا کر بھیجنا چاہا اور بھیج دیا۔ اور اس کے بدن کی پرورش اور بقا کے لیے یہاں سامان پیدا فرما دیا۔ اور اس کے استعمال کا اسے علم دے دیا۔ اس کے بعد اسے مار دیا۔ اب اس ساری کہانی میں انسان کا کہیں بھی کوئی دخل نہیں۔ شیطان کا کہیں کوئی دخل نہیں۔ اگر شیطان نے جنت سے حضرت آدمؑ کو نکلوانے کا مکر کیا تو اس نے اللہ ہی کی مرضی پوری کی۔ حضرت آدمؑ نے وہ پیڑ چکھ کر جس کے جرم میں وہ جنت سے نکالا گیا، اللہ کی مرضی پوری کی۔ کیونکہ یہ فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا تھا کہ اسے دنیا میں جانا ہے۔ یہ تو صرف بھیجنے کا بہانہ ہی تھا۔ یہ اس بات کی بھی تائید کرتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہی ہو رہا ہے۔ اور کسی کو یہ طاقت نہیں کہ اس کے کاموں میں دخل دے۔ اب رہی بات سزا اور جزا کی کہ جب سب کچھ اللہ کے حکم اور اس کی مرضی سے ہو رہا ہے تو انسان کو اس کے کئے کی سزا یا جزا کن معنوں میں؟ تو یہ بات تھوڑی توجہ طلب ہے۔ اس کی وضاحت ہم قرآن پاک کی آیات کے حوالے سے آگے کریں گے۔ (یہاں صرف اشارۃً اتنا ضرور کہیں گے کہ انسان جس حال میں ہے اسے جو کچھ کرنے کے لیے کہا گیا ہے وہ کرے۔ اسی فرمانبرداری کی جزا ہے اور نافرمانی کی سزا ہے۔ یہ فرمانبرداری کیا ہے؟ یہ فرمانبرداری بس اتنی سی ہے کہ تم جس حال میں ہو یا جس حالت سے گزر رہے ہو اس میں صبر اور شکر اختیار کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے بھلائی اور آسانی مانگتے رہو۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ایک حدیث پاک کے مطابق موت اور تقدیر کو کوئی چیز نہیں بدل سکتی مگر دعا۔ یہ بڑی حکمت کی بات ہے۔ اور بہت تفصیل طلب موضوع ہے مگر سمجھنے کے لیے اتنا مشکل نہیں ہے۔

Marfat.com

زندگی:۔

یہ تو معلوم ہوا کہ تقدیر میں تبدیلی ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ کب اور کس کے لیے اٹل ہے اور کون کب اسے بدلنے کے قابل ہوتا ہے؟اس پہ گفتگو سے پہلے ہم زندگی اور اس کے مختلف ادوار کا ایک جائزہ لیتے ہیں۔اس کے بعد بات جلدی اور آسانی سے سمجھ آجائے گی۔زندگی کو یوں لیجئے جیسے ایک سمندر پانی کے چند قطروں کو شعور ذات دے کر آزاد چھوڑ دے کہ وہ تپتی کرنوں سے کھیلیں،گرم ہواؤں کے ساتھ اڑیں سفر کریں یا سمندر ہی کی آغوش میں پناہ لیں۔ان کے اپنے طرزِ عمل سے ان کی زندگی میں نشیب و فراز ہیں۔بادل بنیں یا برف،اپنی اختیار کردہ راہ کے تقاضوں کے مطابق حوادث سے گذر کر لوٹنا انہیں سمندر کی طرف ہی ہے۔

زندگی کے کئی روپ:۔

انسان کی زندگی کئی روپ بدلتی ہے۔ہر روپ میں اس کا شعور،اور اسی اعتبار سے قوت عمل مختلف ہوتی ہے۔عالم ارواح میں اس کا حال اور ہوتا ہے،ماں کے پیٹ میں اور، پیدائش کے بعد اور، قبر میں اور،حشر میں اور۔ماں کے پیٹ میں بھی وہ کئی حالتوں سے گذرتا ہے۔

''اور تحقیق پیدا کیا ہم نے آدمی کو سنی ہوئی یعنی بجتی مٹی سے،پھر پیدا کیا ہم نے اس کو ایک قطرہ منی کا بیچ جگہ مضبوط کے،پھر پیدا کیا ہم نے منی کو لہو جما ہوا، پس پیدا کیا ہم نے لہو جمے ہوئے کو بوٹی گوشت کی،پس پیدا کیا ہم نے بوٹی کو ہڈیاں،پھر پہنا دیا ہم نے ہڈیوں کو گوشت،پھر پیدا کیا ہم نے اس کو پیدائش اور، پس بہت برکت والا ہے اللہ بہتر پیدا کرنے والوں کا،پھر تحقیق تم پیچھے اس کے البتہ مرنے والے ہو،پھر تحقیق تم دن قیامت کے اٹھائے جاؤ گے''(۱۲تا۱۶)

Marfat.com

ان آیات میں زندگی کے مختلف مراحل پر غور کیجئے۔ پہلے ایک پانی کا قطرہ، پھر جما ہوا لہو، گوشت کی بوٹی، ہڈیاں اور ہڈیوں کو گوشت پہنایا۔ اس کے بعد پھر ایک اور پیدائش دی۔ ''پیدائش اور'' سے یہ سمجھو کہ عجیب و غریب یا حیرت انگیز زندگی دی۔ جو کسی اور مخلوق کو نصیب نہیں۔ ان میں ہر موڑ پر جو زندگی ہے وہ آگے والی زندگی کا شعور نہیں رکھتی۔ عالمِ ارواح میں انسان جنت کی زندگی سے بے خبر ہے۔ جنت میں دنیا کی زندگی سے بے خبر ہے۔ دنیا میں قبر اور حشر کی زندگی سے بے خبر ہے۔ اسی طرح پیٹ میں دنیاوی زندگی کا اعتبار اس کے لیے محال ہے۔ اور دنیا میں قبر اور حشر کی زندگی کا یقین اسے مشکل ہے۔ یہی مثال یہاں صادق آتی ہے کہ مادی زندگی میں اصل یا روحانی زندگی اور روحانی قوت کو تسلیم کرنا اس کے لئے مشکل ہے۔ اس کے بعد مرنے اور پھر زندہ ہونے کی خبر دی جا رہی ہے کہ جیسے تجھے ماں کے پیٹ میں دنیا کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ اسی طرح آخرت کا یقین اس دنیا میں نہیں آ رہا مگر وہ حق ہے۔ جس علم اور عقل کی بنیاد پر تو یہ انکار کر رہا ہے اس کی حیثیت یہ ہے کہ تو تو یہ بھی نہیں جانتا کہ ہم نے کیا کیا کچھ پیدا کر دیا۔

انسانی زندگی کی ابتدا کیا ہے اور وقت کے ساتھ کیا کیا شکلیں اختیار کرتی ہے؟ زیرِ نظر مضمون سے کئی دلچسپ حقائق منکشف ہوتے ہیں۔ یہ مضمون ایک مغضوب قوم کے بندر اور سور بن جانے کے سلسلے میں بطور دلیل ہے۔ مگر ہمارے موضوع سے اس کا گہرا تعلق ہے۔

''آج کی دنیا میں ایک حقیقت کا دوسری حقیقت میں بدل جانا نہ صرف نظریہ اور تھیوری تک محدود ہے بلکہ روز مرہ لاکھوں کی تعداد میں ہوتا رہتا اور مشاہدہ میں آتا رہتا ہے اور یہ اس طرح کہ یہ مسئلہ صدیوں تک پیچیدہ رہا ہے کہ انسان کی پیدائش کا

Marfat.com

ابتدائی تخم (نطفہ) کن کن مداراج سے گزر کر انسان کی شکل اختیار کرتا ہے۔اور قرآنِ عزیز نے اس سلسلے میں جن مدارج کا ذکر کیا ہے۔مفسرین قدیم ان مدارج کے حقائق بیان کرنے میں یا اجمال سے کام لیتے رہے ہیں اور یا وقت کی تحقیقات علمی جہاں تک قرآن کا ساتھ دیتی رہی ہیں اس کے مطابق تفصیلات دیتے رہے ہیں۔لیکن چونکہ یہ سب کچھ نظری اور عملی حدود میں محدود تھا اس لیے قرآن عزیز کے بیان کردہ حقائق کی پوری تشریح سامنے نہیں آئی تھی لیکن اب اس مسئلہ میں نظریات سے آگے بڑھ کر علمی تحقیقات نے مشاہدہ تک ترقی کرلی ہے اور رحم مادر میں انسانی تخم پر انسان بننے تک جو تطورات وتحولات گزرتے ہیں ان کو سائنس اور علم طب کے جدید آلات کے ذریعہ مشاہدہ کر کے صحیح طور پر معلوم کرلیا گیا ہے اور ثابت ہوگیا ہے کہ قرآن عزیز نے اس سلسلہ میں نطفہ،علقہ کی جو تعبیرات ایک نبی امی ﷺ کی معرفت سنائی تھیں حرف بحرف صحیح اور حقیقتِ نفس الامر کے مطابق ہیں۔گویا علمی تحقیقات کو صدیوں تک اپنی جگہ سے حرکت کرتے کرتے مشاہدہ کی حد میں پہونچ کر آخر اسی جگہ ٹھہرنا پڑا جو قرآن واضح کر چکا تھا اور اس طرح علمی تحقیق کو اپنی جگہ سے ہٹنا پڑا۔اور جب تک قرآن کے دیئے ہوئے علم الیقین کے ساتھ مطابقت نہ کرلی اپنی جگہ قائم نہ رہ سکی۔

"پیدائش جنین" کا یہ مسئلہ نشو وارتقاء کے جن نظریات پر قائم اور عالمِ مشاہدہ میں آچکا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ نطفہ جب علقہ،،مضغہ اور اسی طرح کے درجات طے کرتا ہے تو یہ اپنے ہر درجہ ادنیٰ میں ایک خاص حقیقت ہوتا ہے اور درجۂ عالی میں منتقل ہو کر بالکل دوسری حقیقت بن جاتا ہے اور اس طرح حقائق کا تحول وانقلاب ہوتا رہتا ہے لیکن یہ تمام انقلابات ایک مہینہ کے اندر اندر اس طرح ہوتے ہیں کہ گویا اس ابتدائی دور میں ایک انسان کا جنین بھی درجات کے لحاظ سے ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ

Marfat.com

نباتات کا جنین، ایک مچھلی کا، ایک چوپائے کا اور ایک بندر کا اور اس دور کے آخر میں وہ بندر کی اعلیٰ گوریلا شمپازی کے جنین کے بالکل مشابہ ہوتا ہے۔

اس کے بعد دوسرے مہینے کے شروع میں ان تمام درجاتِ نباتاتی وحیوانی میں ایک ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا ہوجاتا ہے کہ کل تک جو جنین حیوانات کی اعلیٰ قسم کے جنین کے مشابہ تھا یک بیک انسانی حقیقت میں تبدیل ہونے لگتا ہے اور ''ثمہ انشانا خلقا اٰخر'' کا مظاہرہ کرکے اعلان کرتا ہے ''فتبارک اللہ احسن الخالقین'' اور پھر پورے سات مہینے تک اس جنین میں قدرت مختلف قسم کی نقاشیاں کرتی رہتی ہے اور اس انسانی ڈھانچہ کو مکمل انسان بناتی رہتی ہے اور جنین انسانی میں جو انقلاباتِ حقائق ہوتا رہتا ہے اور وہ ادنیٰ حقیقت چھوڑ کر اعلیٰ حقیقت اختیار کرتا رہتا ہے اگر بعض مرتبہ قدرتِ الٰہیٰ اپنے مصالح کی بنا پر ''خلقا اٰخر'' کا پورا مظاہرہ نہیں کرتی تو آپ سنتے ہیں کہ فلاں شخص کے ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو بیل یا بندر یا بن مانس کی شکل ہے بلکہ بعض مرتبہ بعینہ ان حیوانات کی ہی شکل کا بچہ عالم وجود میں آجاتا ہے ہے تو یہ دلیل ہے اس امر کی کہ قدرت کی صناعی نے اس کو اس لئے ادھورا چھوڑ دیا اور مکمل انسانوں کی شکل میں اس حقیقت کو تبدیل نہیں کیا کہ چشم عبرت اس سے عبرت حاصل کرے اور خدا کا شکر ادا کرے کہ اس نے ہم کو انسان بنایا اور عقل وخرد عطا فرما کر کائنات سے ممتاز ومشرف فرمایا ورنہ خدا چاہتا تو ہم بھی رحم مادر میں اسی طرح ہو کر رہ جاتے۔ نیز اس حقیقت کی جانب بھی توجہ ہوسکے کہ خود انسان کا جنین بھی کن کن جامہائے حقائق کو ترک کرکے انسانی جامہ پہنتا اور تب ''انسان'' کہلانے کے قابل بنتا ہے۔

پس اگر تبدیلیِ حقائق کا یہ مظاہرہ روزوشب کائنات بحر وبر میں ہوتا رہتا ہے تو اگر ایک انسان کے متعلق یہ ثابت ہوجائے کہ خاص حالات وتاثرات نے اس میں یہ

Marfat.com

ردِعمل پیدا کر دیا کہ وہ انسانی شکل وصورت کو چھوڑ کر جو کہ اس کی تخلیق کا سب سے بلند اور آخری انقلاب تھا اپنی خلقت کے اس پچھلے درجہ میں منقلب ہو گیا جو کہ حیوانی شکل سے متعلق ہے تو عقل وفلسفہ کا کون سا نظریہ اس کی تردید کر سکتا ہے؟

بہر حال ایک حقیقت کا دوسری حقیقت اختیار کر لینا عقلاً کوئی مستبعد بات نہیں جو مسئلہ مسخ پر وارد ہو سکے۔ البتہ یہ امر کہ یہ واقعہ درحقیقت پیش آیا یا نہیں، سو اس کا تعلق عقل سے نہیں ہے بلکہ علم تاریخ اور نقل صحیح سے متعلق ہے اور جب کہ قرآن کے علم یقین نے اس واقعہ کا بصراحت اظہار کیا اور جمہور سلف وخلف اس واقعہ کی تفسیر میں مسخ حقیقی کا اعتراف کرتے چلے آتے ہیں تو محض اس لئے کہ عام طور پر ہم ایسے واقعات کا مشاہدہ نہیں کرتے اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کسی شے کے مشاہدہ نہ کرنے یا اس کے زیر نظر نہ آنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعہ میں وہ شے موجود نہیں ہے یا نہیں ہو سکتی۔

علاوہ ازیں مشہور طبیب اور ماہرِ فن زکریا رازی نے جذام پر بحث کرتے ہوئے اس کی مختلف اقسام میں سے سب سے ردی اور خراب قسم یہ بتائی ہے کہ جسم میں زہر پھیل کر خون اس درجہ فاسد ہو جاتا ہے کہ وہ اعصاب اور شرائین میں تشنج پیدا کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے مریض کا جسم ایک گھناؤنے اور مکروہ صورت بندر کی طرح نظر آنے لگتا ہے اور اس درجہ پر پہونچ کر مرض لاعلاج ہو جاتا ہے۔ زکریا نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مرض جذام کے متعلق ان کی یہ تحقیق ذاتی کاوش کا نتیجہ نہیں بلکہ اطبائے یونان اور قدیم اہل فن نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

(اقتباس از قصص القرآن از مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ)

''اور البتہ تحقیق پیدا کیے ہم نے اوپر تمہارے سات طبق راہوں والے اور نہیں

Marfat.com

ہیں ہم پیدائش سے غافل اور اتارا ہم نے آسمان کی طرف سے پانی ساتھ اندازے کے پس رکھا اس کو ہم نے بیچ زمین کے اور تحقیق ہم اوپر لے جانے اس کے کے البتہ قادر ہیں پس نکالے ہم نے واسطے تمہارے ساتھ اس کے باغ کھجوروں کے اور انگوروں کے واسطے تمہارے بیچ اس کے میوے ہیں بہت اور بعض ان میں سے کھاتے ہو اور پیدا کیا درخت کو کہ نکلتا ہے پہاڑ طور سینا سے کہ اگاتا ہے چکنائی کے اور سالن واسطے کھانے والے کے اور تحقیق واسطے تمہارے چار پایوں کے البتہ نشانی ڈر کی ہے پلاتے ہیں ہم تم کو بعضی چیز بیچ پیٹوں ان کے کے ہے اور واسطے تمہارے بیچ اس کے منافع ہیں بہت اور اس میں سے کھاتے ہو اور اوپر ان کے، اور اوپر کشتیوں کے سوار کیے جاتے ہو۔''

(۱۷ تا ۲۲، المومنون)

انسان کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ زمین سے پیدا ہونے والی زندگی کی مثال دے کر سمجھا رہا ہے کہ جیسے تمہیں پانی کے قطرے کی شکل میں ماں کے پیٹ میں رکھا اسی طرح ہم نے آسمان سے اندازے کے ساتھ پانی اتارا اور اسے زمین کے پیٹ میں رکھا اور پھر اس کے نتیجے میں کتنی خوبصورت زندگی سامنے آئی۔ مٹی اور پانی کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں مان سکتا کہ اس میں اتنے رنگ اور اتنا حسن، اور ایسے پھل پات ہوں گے۔ مگر یہ سب کچھ پیدا تو ہوا۔ تو اے انسان! تو بھی مٹی کا خلاصہ ہے، تجھے بھی ہم نے سنی ہوئی مٹی سے پیدا کیا سنی ہوئی مٹی کے دو اجزا ہوتے ہیں مٹی اور پانی۔ تو تیرے اندر بھی زندگی کے بہت رخ اور خوبصورتی موجود ہے۔ اسے ڈھونڈ اور اسے باہر نکال۔ جیسے دودھ دینے والے جانور میں گوشت، گوبر کے درمیان دودھ ہوتا ہے جسے تو پیتا ہے، ایسے ہی تیرے جسم میں بھی زندگی کا ایک خوبصورت رخ موجود ہے۔ اور اس مثال میں تیرے لیے ڈر کی بات بھی ہے کہ جو دودھ دینے والا جانور دودھ نہیں دیتا وہ ہل میں جوتا

Marfat.com

جاتا ہے اس سے زمین پھاڑنے کی مشقت لی جاتی ہے، اس پر سواری کی جاتی ہے، یا پھر وہ ذبح کر کے کھالیا جاتا ہے۔اس کے نازنخرے، دیکھ بھال کے لیے اس کا دودھ دینا لازمی ہے۔اسی طرح اگر تو نے اپنا اصل جوہر نمایاں نہ کیا تو تو بھی مشقت میں پڑ جائے گا اور کارکنانِ قضا و قدر تجھ سے دودھ نہ دینے والے جانور کا سا سلوک کریں گے۔تو اس سے ظاہر ہوا کہ زندگی کے بہت رخ ہیں اور انسان پوری کائیناتی زندگی کا خلاصہ ہے۔پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کی اصلیت اس مادی جسم تک ہی محدود ہو۔مادی جسم تو ایک وسیلہ ہے ان مقاصد کو پورا کرنے کا جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ،اور اپنے اور اپنے خالق کے مرتبے کو پہچاننے کا، جس کے لیے اسے علم اور شعور دیا گیا،اس کے اندر روح رکھی گئی ،اور روح کی حقیقت اور قوت وعظمت سمجھانے کے لیے الہامی کتب اور آخر میں قرآن نازل کیا گیا۔

جیسے زندگی کے مختلف رخوں سے فطرت کا رویہ مختلف ہوتا ہے اسی طرح تقدیر انسان کو اس کے مقام کے مطابق ڈیل (Deal) کرتی ہے۔

انسان اور کائینات:۔

مذہب کے نظریۂ تخلیق کے مطابق انسان اللہ تعالی کے نور سے ہے۔سائنس دان بھی اب اس بات کو ماننے لگے ہیں کہ اس کائینات کی حقیقت الفاظ ،روشنی ،لہریں یا خیال ہے ۔اس فلسفے کو تسلیم کرنے سے جو صورت دنیا کی بنتی ہے وہ یہ ہے ،اس میں رابطے کا انداز اس طرح نہیں ہو گا جیسے ٹھوس مادی اشیاء کا۔روشنی یا لہریں آسانی اور تیزی سے سفر کرتی ہیں۔اور ان میں دور سے متاثر کرنے کی صلاحیت ہے۔اس طرح زمین اور آسمان کے درمیان مخلوق کے نام پر جو بھی ہے، کرہ آسمانی میں یا زمینی حلقے میں، سب کا ایک دوسرے سے رابطہ ہے ۔اور ایک دوسرے کو متاثر کرنے کا عمل جاری

Marfat.com

ہے۔سورج اور چاند کا ہماری زندگی پر جو اثر ہے ،اسی کی مثال پر سب سیاروں اور ستاروں کا اثر بھی ماننا پڑے گا۔ان کا مزاج ،ان کی تاثیر اور اچھے برے اثرات جو بھی ہیں سب ایک دوسرے سے متاثر ہو رہے ہیں۔

کائینات کی جتنی بھی اشیا ہیں ،وہ انسان سے کم تر ہیں ۔یوں سمجھئے کہ اگر ہر شے روشنیوں سے تخلیق ہے تو ہر شے میں کچھ خاص روشنیاں کام کر رہیں ۔اور انسان میں وہ تمام روشنیاں موجود ہیں ۔یا یوں کہیئے کہ پوری دنیا میں الگ الگ صورتوں میں جتنی لہریں ہیں ،ان سب کو یک جا کر کے انسان بنا دیا گیا ۔اس طرح انسان میں ہر شے کی اچھی بری صفت موجود ہے ۔نقاط کی شکل میں یا روشنیوں کے وجود کی شکل میں۔ ہر شے اس سے رابطہ کرتی ہے ۔اس رابطے کو یوں کہیۓ کہ جیسے ایک ملک میں کئی ملکوں کی فوجیں موجود ہیں ۔اور ہر ملک غلبہ حاصل کرنے کے لئے اپنے لشکر کو کمک فراہم کر رہا ہے ۔یہی حال انسان کی مملکت جسمانی کا ہے۔اسی کشمکش سے اس کی شخصیت بنتی ہے ۔اسی سے طرزِ فکر ونظر میں تبدیلی آتی ہے۔اور اس کے طرز عمل کا رخ متعین ہوتا ہے۔جو جس قوت کے زیر اثر ہے،ویسی ہی اس کی شخصیت ہے،ویسے ہی وہ عمل کرنے پر مجبور ہے۔اسی کا نام ''تقدیر کا شکنجہ'' ہے۔

انسان اور تقدیر:۔

انسانی زندگی جن جن مراحل سے گذرتی ہے ان کے اعتبار سے فطرت اپنا رویہ اختیار کرتی ہے۔ ہر انسان کا طرزِ فکر وعمل دوسرے سے جدا ہے ۔اس کی بنیاد اس کے اندر کی روشنیاں ہیں جو اس کی فطرت یا مزاج کی تشکیل کرتی ہیں ۔اسی کے مطابق وہ سوچتا اور کام کرتا ہے ۔اور اہلِ نظر اس کی روشنیوں کو دیکھ کر بتا سکتے ہیں کہ وہ زندگی میں کیا کرے گا ۔اسی کو لوگ مقدر کا نام دے دیتے ہیں ۔مگر انسان ہر حال میں اس کا تابع نہیں ۔یہ اس کے مقام سے ہے یا مکان سے ہے کہ وہ کہاں ہے ۔ایک جگہ اس کی حیثیت محکوم کی ہے اور ایک جگہ وہ حاکم ہے۔

Marfat.com

مواخذہ کیوں؟

قرآن حکیم کے واقعات اور ماورائی علوم کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ اس دنیا کا نظام ایک طے شدہ اصول کے تحت اپنے آپ چل رہا ہے۔ یوں جیسے کوئی فلم بنا کر دنیا کے سینما ہال میں چلا دی گئی ہے۔ حضرت آدم سے لے کر اب تک کے واقعات پر غور کیا جائے تو یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو ہو رہا ہے وہ پہلے سے طے ہے۔ جب ایسا ہے تو مواخذہ کس بات پر اور جزا و سزا کس بنیاد پر؟ قرآن میں ہے کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ سعی کرتا ہے۔ اور یہ کہ ہر انسان کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اگر اللہ کی راہ پر چلو گے کہ سیدھی راہ ہے، تو بھلائی اور جنت ہے۔ اور اللہ مومنوں کا مددگار ہے، اور یہ کہ وہ کافروں کا مددگار نہیں۔ اگر شیطان کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں گمراہ کر دے گا۔ اور تمہیں سزا ملے گی۔ اگر اپنی خواہشات کو معبود بناؤ گے تو تمہیں انہی کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اور اگر اللہ کی رضا کے لئے کوئی کام کرو گے تو اس کا بدلہ تمہارے رب کے پاس بہتر ہے۔ یہاں ان تمام باتوں سے جو کہ قرآن پاک ہی سے لی گئی ہیں، یہ ظاہر ہے کہ انسان کو اپنی مرضی سے کچھ کرنے کا اختیار بھی ہے، دوسری طرف یہ کہ کسی کو کوئی طاقت نہیں اچھا برا کرنے کی مگر اللہ کو۔ اللہ کی طاقت، اللہ کا حکم، اللہ کا فیصلہ تسلیم کہ بے شک ایسا ہی ہے۔ اور یہ کہ انسان کو اس کی کرنی کا پھل ملے گا، یہ بھی درست۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ کیا اختیار ہے، جس پر پکڑ ہو گی۔ حضرت سلیمانؑ کے قصے میں کئی مقام پر جب آپؑ کو کسی انعام کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو وہ ہر بار ایک ہی بات کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ میں اس کا شکر گزار بندہ ہوں یا نہیں۔ گویا اللہ کے انعامات کے بدلے شکر گزاری ایک ایسا

Marfat.com

عمل ہے جس پر اللہ تعالیٰ مزید انعامات سے نوازتا ہے۔اور اس شکر کا ذکر قرآن پاک میں بار بار آیا ہے کہ تم کم شکر کرتے ہو۔ یہ کہ وہ اللہ کا شکر کرنے کی بجائے کسی کامیابی کو اپنے علم، اپنی محنت اور قوت کا ثمرہ کہتے ہیں، یعنی ناشکری کرتے ہیں۔تو گویا ایک عمل تو شکر گزاری کا ہوا۔اور کئی جگہ فرمایا کہ انسان ناشکرا اور جلد باز ہے۔انسان بے صبر اور جلد باز ہے۔اور یہ کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ان اللہ مع الصابرین۔دوسرا عمل جو انسان کرتا ہے وہ صبر اور بے صبری ہے۔گویا دوسرا عمل صبر ہو گیا۔صوفیائے کرام کے نزدیک ایک منزل رضا کی ہے۔اور یہ بڑی منزل ہے۔تیسرا کام ہو گیا اللہ کی رضا پر راضی ہونے کا۔اور یہ ساری باتیں سمجھ میں آنے والی ہیں۔

فطرت کے خود کار نظام میں جب انسان پہلی بار ایک قطرے کی شکل میں ماں کے پیٹ میں اس دنیا میں قدم رکھتا ہے، تو وہ دنیا کے خود کار نظام کے تحت عناصر فطرت کے مزاج اور ان کی تاثیر کا اثر قبول کرنا شروع کر دیتا ہے۔نجوم، بروج، اعداد یا الفاظ کے زیر اثر اس کے جسم اور اس کی شخصیت اور مزاج کی تشکیل شروع ہو جاتی ہے۔ماں کے پیٹ میں اور ابتدائی عمر میں چونکہ وہ اپنے شعور کا استعمال نہیں جانتا اس لئے وہ کسی حکم کو رد کرنے کی حالت میں نہیں ہوتا۔اس وقت زمینی اور آسمانی عناصر اس پر آسانی سے اپنے اثرات ثبت کرتے ہیں۔ماہرین نفسیات جو کسی کی شخصیت کی تکمیل کا عرصہ اڑھائی سال، پانچ سال یا حد سات سال کہتے ہیں تو اسی بنیاد پر کہتے ہیں کہ یہ اس کے جذب کرنے کا دور ہوتا ہے۔مگر وہ ماں کے پیٹ کے دوران کے عرصہ کو شامل نہیں کرتے۔حالانکہ یہ سب سے زیادہ اہم اور اثر قبول کرنے کا دور ہوتا ہے۔اور اسی عرصہ میں ہمارے معاشرے میں جو بے سمجھ مرد یا اس کے اہل خاندان اپنی بہو کی بے قدری کرتے ہیں وہ دراصل اپنی نئی نسل کو تباہ کر رہے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اگر یہ کہا جائے کہ خالق نے دنیا کو فطرت کے خود کار نظام کے حوالے کردیا کہ سب کچھ اپنے آپ چلتا رہے۔تو شاید زیادہ مناسب ہوگا۔نحس ایام اور برکت والی یا قدر والی رات کا ذکر قرآن حکیم میں ہے۔ یہ بات اس دلیل کی تائید میں لی جاسکتی ہے کہ جو جیسی گھڑی میں اس دنیا میں آیا،اس کے اثرات اس پر ہوتے ہیں۔اسی کے زیر اثر اس کی جسمانی تشکیل ہوتی ہے۔جس سے چہرہ شناس اسکی قسمت یا مستقبل کی خبر دیتے ہیں۔نحس یا سعد ساعت میں پیدا ہونے والا بچہ ان ساعات کے زیر اثر ہوتا ہے۔جس سے ساعات کا علم رکھنے والے قسمت کی خبر دیتے ہیں۔جس ستارے اور جس برج کی حاکمیت یا زمین سے قریبی تعلق کے عرصہ میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے۔اس پر اس کے مزاج کے اثرات ہوتے ہیں۔جس سے نجوم کا علم رکھنے والے اس کی قسمت کا حال بتاتے ہیں۔مگر یہ نظام خود کار تو ہے خود مختار نہیں۔قدرت جب چاہے اسے معطل کر کے اپنا حکم جاری کرسکتی ہے۔اوران حقائق کے علاوہ بھی بہت سے عوامل انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

Marfat.com

لفظ قاتل لفظ مسیحا

دعا:۔

''دعا'' غیر مادی علم کی ایک شاخ ہے یا سارے غیر مادی علوم'' دعا'' کی مختلف شاخیں ہیں۔'' دعا'' کی قوت کو ہر مذہب نے تسلیم کیا ہے۔ بلکہ خدا کو نہ ماننے والے گروہ جنہیں دہریہ کہتے ہیں وہ بھی جب کسی ایسی مشکل میں پھنستے ہیں جس کا حل ڈھونڈنے سے تدبیر عاجز ہوتی ہے تو وہ بھی'' دعا'' ہی کا سہارا لیتے ہیں۔ روسی حکمرانوں کے بارے میں ایسے واقعات ہیں کہ کسی بڑی مشکل میں پھنسے تو انہوں نے سب مذہب والوں سے درخواست کی کہ'' دعا'' کریں۔ ویسے ان کے خیال میں مذہب افیون ہے اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ مذہبی تعلیم وتبلیغ اور ان پر عمل کرنے پر پابندی ہے۔ ایک حدیث پاک ہے کہ مظلوم کی بد دعا سے ڈرو کہ وہ سیدھی عرش سے جا کر ٹکراتی ہے۔ ڈاکٹر حضرات جب کسی مریض کی زندگی سے مایوس ہوتے ہیں تو کہتے ہیں، اب دوا نہیں'' دعا'' کی ضرورت ہے۔ ترقی پسندی کی فطرت قدامت سے ٹکراؤ ہے۔ مگر اپنی تمام تر ترقی پسندی کے باوجود ترقی پسند ماضی سے مکمل رشتہ نہیں توڑ سکتے اور جب انہیں کوئی راہ دکھائی نہ دے تو ماضی ہی کے تجربات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

دعا اور لفظوں کی قوت:۔

غیر مادی قوت کا وجود تسلیم کرنے کے بعد، اپنے اصل موضوع کی طرف آنے سے پہلے ہم اختصار کے ساتھ دعا اور لفظوں کی قوت پر تھوڑی سی روشنی ڈالیں گے۔ اس سے ہمیں تقدیر کی حقیقت سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ سب سے پہلے ہم'' دعا'' کو لیتے ہیں۔'' دعا'' بظاہر الفاظ کا مجموعہ ہے۔ جن کے ذریعے ہم ایک نادیدہ ہستی سے مخاطب

Marfat.com

ہو کر اپنی مشکل بیان کرتے ہیں۔اور اس سے مدد کے طالب ہوتے ہیں۔وہ ایسی ہستی ہے جو سب سے برتر اور طاقتور ہے۔وہ سب کچھ کر سکتی ہے۔اس کیلئے مادی قوتوں یا فطرت کے ااصولوں کے خلاف کام کرنا کوئی مشکل نہیں۔یوں کہیئے کہ کوئی طاقت اس کے حکم کو نہیں ٹال سکتی۔دنیا میں بقا و نمو کا جو نا قابل تردید و تبدیل قانون کام کر رہا ہے، وہ اس کے حکم کے آگے صفر ہے۔اس نادیدہ برتر قوت کا وجود مان لینے کے بعد ہماری سوچ کو ایک نئی جہت ملتی ہے۔ہمارے انداز فکر و نظر میں ایک مثبت تبدیلی آتی ہے۔تدبیر و تقدیر کا مسئلہ ایک نیا رخ اختیار کر لیتا ہے۔

دعا کی قوت:۔

''پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ ہوا وہ تسبیح کرنے والوں سے،البتہ رہتا بیچ پیٹ اس کے کے اس وقت تک کہ اٹھائے جاویں مردے۔(الصفت۔آیہ۱۴۳:۱۴۴)

تقدیر یہ تھی کہ حضرت یونسؑ سے بھول ہوئی اس کے سبب قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے، مگر دعا سے یہ حکم بدل دیا گیا۔

یہ واقعہ جہاں دعا کی طاقت کو ظاہر کرتا ہے وہیں ایک اور اہم قانون کی طرف توجہ دلاتا ہے۔اور وہ قانون یہ ہے کہ تقدیر عالمِ اظہار یا دنیا میں نازل ہونے کے بعد بھی بدلی جاسکتی ہے۔جبکہ عام علماء روحانیت کا خیال ہے کہ تقدیر کو عالم امثال میں دنیا میں نزول سے پہلے بدلا جا سکتا ہے۔لباسِ ظہور کے بعد تبدیلی نہیں ہوسکتی۔بات بھی دل کو لگتی ہے کہ گولی بندوق سے نکلنے کے بعد واپس نہیں لوٹتی۔مگر اس واقعہ سے اس قانون کی نفی ہوئی۔یہ پابندِ تقدیر بندے کے لئے ایک بڑی اور اہم خبر ہے کہ اس کو دعا کی شکل میں اللہ نے ایک بڑی طاقت دی ہے۔دعا الفاظ کا مجموعہ ہے۔الفاظ حروف سے بنتے ہیں۔اس طرح بالواسطہ یہاں لفظ اور حروف کی قوت و عظمت کی طرف بڑی

Marfat.com

خوبصورتی سے اشارہ کیا گیا ہے۔اس بات کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ قرآن کی عظمت وقوت کو سمجھانے کے لئے بیان کیا گیا ہے کہ جن کو کتاب کا علم دیا گیا ہے ان کو ایک بڑی نعمت سے نوازا گیا ہے۔ یہ ایسا احسان ہے، جسے جتایا جانا کچھ بے جا نہیں۔مگر جس طرح اسے بیان کیا گیا ہے،اس سے کسی طرح بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ بات احسان جتانے کے لئے کہی گئی ہے۔یہ سچ ہے کہ سب کچھ اللہ ہی کے حکم سے ہوتا ہے۔مگر دعا، لفظ اورحروف کی شکل میں انسان کو ایک طرح ہر مشکل کی چابی دے دی گئی ہے۔ یہ سارا قصہ یوں ہے کہ حضرت یونسؑ ایک عرصہ تک اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے مگر ایک بھی شخص مسلمان نہ ہوا،جیسا کہ وہ اکیلے ہی بھاگے،اگر کوئی ان کا پیروکار ہوتا تو وہ ان کے ساتھ ہوتا۔آپ جب بالکل مایوس ہو گئے،تو ان کے لئے عذاب کی دعا مانگی۔اللہ نے وہ دعا قبول کر لی ،اور عذاب بھیجنے کا وقت مقرر کر دیا۔عذاب سے پہلے آپؑ بستی سے نکل آئے اور دور سے دیکھتے رہے۔جب آپ کی قوم نے عذاب کو قریب دیکھا تو انہیں یقین آیا کہ یہ وہی عذاب ہے جس کے بارے میں حضرت یونسؑ نے فرمایا تھا۔اور یہ بے شک اللہ کی طرف سے ہے۔اب دنیا کی کوئی طاقت اسے ٹال نہیں سکتی۔اس ہلاکت سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤ اور گڑگڑا کر معافی مانگو، آہ وزاری کرو۔ساری قوم نے ایسا ہی کیا۔اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور عذاب کو ان سے ٹال دیا۔حضرت یونسؑ دور کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔جب انہوں نے دیکھا کہ عذاب تو نازل نہیں ہوا،اب ان کی قوم انہیں جھوٹا کہے گی اور پہلے سے زیادہ سرکش ہو کر ان پر زیادتی کرے گی،تو وہ وہاں سے بھاگ اٹھے ،اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔کشتی چلی تو ڈوبنے لگی۔کشتی والے نے کہا کہ اس کشتی میں کوئی ایسا شخص غلام ہے جو اپنے مالک سے

Marfat.com

بھاگ کر آیا ہے۔وہ جو بھی ہے،اسے چاہیئے کہ دوسروں کی زندگی بچانے کے لئے کشتی سے اتر جائے ۔ورنہ سب کے سب ڈوب جائیں گے۔حضرت یونسؑ نے کہا کہ میں ہوں۔اتنی معصوم اور نورانی صورت دیکھ کر کسی کو یقین ہی نہ آیا کہ ایسا فرشتہ صورت انسان اپنے مالک سے بھاگ کر آیا ہے۔جب آپ نے ضد کی تو کشتی والوں نے کہا کہ اگر آپ واقعی اپنے مالک سے بھاگ کر بھی آئے ہیں،تو بھی ہم آپ کو دریا میں چھلانگ نہیں لگانے دیں گے۔یہ تو ہمیں منظور ہے کہ آپ کے ساتھ ہم سب ڈوب جائیں،مگر ہم اپنی جانیں بچانے کے لئے آپ کو دریا میں نہیں ڈوبنے دیں گے۔مگر حضرت یونسؑ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ ان کی وجہ سے اتنے لوگوں کی جانیں جائیں ۔انہوں نے بغیر کسی کو بتائے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ایک مچھلی نے انہیں نگل لیا اور پھر وہ واقعات پیش آئے جن کا خلاصہ ہم بیان کر چکے ہیں۔اس سب قصے میں جو بات سب سے زیادہ توجہ طلب ہے وہ قوم یونس سے عذاب کا ٹلنا ہے جو فیصلے اور اظہار کے بعد بھی ٹال دیا گیا۔

لفظ زندہ قوت:۔

ایک حدیث پاک ہے۔تاج المذکرین میں لکھا ہے کہ جو شخص کلمہ پڑھتا ہے۔لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اور اس کے بعد اللہم صلی اللہ علیہ وسلم علی محمد وعلی آل محمد و سلم کہے گا تو یہ جملہ اس کے منہ سے ایک سبز مرغ کی طرح نکلے گا۔اس کے دو پر ہوں گے۔اتنے اتنے بڑے کہ اگر انہیں پھیلا دے تو ایک مشرق اور مغرب تک پھیل جائیگا۔پھر اس پرندے کی آواز بادل کے گرجنے کی طرح سنائی دے گی۔اس کی پرواز عرش معلیٰ تک ہوگی۔عرش معلیٰ اس کی آواز سے کانپ جائے گا۔اللہ تعالیٰ حکم کرے گا۔اسکن یا مدحتی و مدحتہ نبی ۔وہ پرندہ کہے گا۔کس طرح چپ رہوں جب کہ میرے

Marfat.com

کہنے والے کو ابھی تک تیری رحمت نے نہیں بخشا۔ یہ حکم تین بار ہو گا۔ اور وہ پرندہ تین بار ہی یہ سوال کرے گا۔ اللہ کا فرمان ہو گا۔ اب چپ ہو جا۔ تیرے کہنے والے کو میں نے بخش دیا۔ اور میری رحمت نے اسے اپنے دامن میں لے لیا۔

(معارج النبوت۔ جلد، اول، صفحہ: ۲۹۹)

ریاض المذکرین میں ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ از راہ رحمت ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ اس کے پر مشرق و مغرب کو گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اس کے پاؤں ساتویں زمین تک پہنچے ہوتے ہیں۔ اور اس کی گردن عرش کے کنگروں کو چھو رہی ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو حکم کرتا ہے کہ میرے اس بندے پر تم بھی درود بھیجو، جس نے میرے حبیب ﷺ پر درود بھیجا۔ پھر وہ فرشتہ اس درود خواں پر درود پڑھتا ہے۔ اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہتا ہے۔ ہر درود پر فرشتہ پیدا کیا جاتا ہے۔ اور قیامت تک سلسلۂ درود جاری رہتا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اسرار الابرار میں درج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ ایک درود سے ایک فرشتہ پیدا کیا جاتا ہے۔ دوزخ سے آزادی بخشی جاتی ہے۔ اور پھر نو بار درود پاک کو ذخیرۂ آخرت بنایا جاتا ہے۔ درود پاک سے فرشتوں کی تخلیق کا مطلب ہے کہ لفظوں سے تخلیق ہوتی ہے۔ اس کا تذکرہ قبر اور یوم حشر کے ابواب میں بھی ہے کہ آیات اور صورتیں انسانی شکل میں بخشش کی سفارش کریں گی۔

اس سے جو بات سمجھنے کی ہے، وہ یہ ہے کہ حرف اور لفظ ایک قوت ہیں۔ یہ بات سمجھ آئے گی تو دین کی بات سمجھ آئے گی۔ دعا کی بات سمجھ آئے گی اور قرآن کی

Marfat.com

حقیقت سمجھ آئے گی۔

یہاں میں اپنی کتاب ''انگشت بدنداں'' سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔

''اچانک الفاظ تحلیل ہو کر روشنی کے پیکروں میں ڈھل گئے۔ یہ لمحہ میرے لئے حیرت و استعجاب کے ساتھ بے انتہا مسرت کا پیغامبر تھا۔ کائینات کا ایک بہت بڑا راز مجھ پر منکشف ہوا تھا۔ حروف اور الفاظ کی حقیقت۔ زندگی کے نشیب و فراز اور نظام کائینات پر یہ کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں؟ مادی اور جسمانی قوت کے عمل سے پیدا ہونے والے نتائج کو یہ کس طرح بدل سکتے ہیں؟ اب میری تمام تر توجہ اس ایک نقطے پر مرکوز ہو گئی تھی۔ بڑی محنتوں اور مشقتوں کے بعد جب یہ بھید کھلا تو مجھے یقین تھا، کہ انسانی علمی تاریخ کے خزانے میں یہ بہت ہی قیمتی سرمایہ ہے۔ جس سے انسانی زندگی میں ایک ایسا انقلاب پیدا ہو سکتا ہے، جو ہزاروں لاکھوں سال کی محنت کے بعد بھی سائنس کی دسترس سے باہر ہے۔ سائنس تو اس کے مقابلے میں فیڈر سے دودھ پیتی بچی ہے۔''

یہ مشاہدہ بھی لفظوں کے زندہ قوت ہونے کا اشارہ ہے۔

موت ہار گئی:۔

''قسم ہے آسمان برجوں والے کی اور دن وعدہ دیئے گئے کی اور حاضر ہونے والے کی اور دن حاضر کئے گئے یعنی عرفہ کی۔ مارے گئے کھائیوں والے کہ آگ تھی بہت ایندھن والی۔ جس وقت کہ وہ اوپر اس کے بیٹھے تھے اور وہ اوپر اس چیز کے کہ کرتے تھے ساتھ مسلمانوں کے حاضر تھے''۔ (سورۃ البروج، آیۃ ۱ تا ۷)

ان آیات کا اشارہ ایک قصہ کی طرف ہے۔ یمن کے علاقہ نجران میں ایک مشرک ذونواس نامی بادشاہ ہوا ہے۔ اس نے خدائی کا دعویٰ کر رکھا تھا اور اپنے آپ کو پوجواتا تھا۔ سرکاری سرپرستی میں بت پرستی ہوتی تھی۔ اس نے ایک جادوگر رکھا ہوا

Marfat.com

تھا، جس سے حسبِ ضرورت کرتب اور شعبدہ بازیاں دکھا کر لوگوں پر اپنی خدائی کا رعب جماتا تھا۔ جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے درخواست کی۔ کہ مجھے ایک ذہین اور لائق لڑکا دیا جائے جس کو میں اپنا علم سکھا دوں تاکہ میرے مرنے کے بعد وہ تیرا معاون ہو۔ چنانچہ ایک ہوشیار اور ذہین لڑکا تلاش کر کے جادوگر کے سپرد کر دیا گیا۔ لڑکا روزانہ جادو سیکھنے کے لیے جادوگر کے پاس جاتا، راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا جو اس زمانے کے لحاظ سے دینِ حق پر تھا۔ لڑکا اس کے پاس بھی آنے جانے لگا اور خفیہ طور پر مسلمان ہو کر درجۂ کرامت و ولایت تک پہنچ گیا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک اژدھا راستہ روکے بیٹھا ہے اور لوگ پریشان ہیں اور گزر نہیں سکتے۔ اس نے اسم اعظم پڑھ کر اس کو مارا تو وہ مر گیا۔ لوگوں میں اس کے علم کی شہرت ہو گئی۔ ایک دن پھر اس نے دیکھا کہ ایک شیر نے راستہ روک رکھا ہے۔ پھر اس نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو میرے پتھر سے اس کو ہلاک کر دے۔ پھر پتھر مارا تو شیر ہلاک ہو گیا۔ اب بیمار اس کے پاس آنے لگے کہ ہمیں تندرست کر دو تو ہر ایک کو یہی کہتا کہ تندرست کرنے والا تو صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اگر تم اس پر ایمان لے آؤ تو میں اس کے حضور دعا کروں گا تو شفا مل جائے گی۔ اسی طرح ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کا ایک درباری جو اندھا ہو چکا تھا، اس لڑکے کے پاس آیا اور کہا کہ میری آنکھیں ٹھیک کر دو۔ اس نے کہا کہ بھئی تندرستی تو اللہ وحدہ لاشریک کے ہاتھ میں ہے اگر تو اس پر ایمان لے آئے تو میں دعا کروں گا۔ چنانچہ وہ درباری ایمان لے آیا۔ اور لڑکے نے دعا کی اور اس کی آنکھیں روشن گئیں۔ وہ دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے پوچھا کہ تیری آنکھیں کیسے ٹھیک ہوئی ہیں؟ اس نے کہا کہ میرے خدا نے کی ہیں۔ اس نے کہا کیا میں نے ٹھیک کی ہیں؟ اس درباری نے جواب دیا نہیں! بلکہ اس خدا نے جو تیرا میرا اور سب

Marfat.com

جہان کا رب ہے ۔اس پر بادشاہ کو سخت غصہ آیا۔اس نے اس کو سخت تکلیفیں دیں یہاں تک کہ اس نے لڑکے کے بارے میں بتادیا۔پھرلڑکے کو سخت تکلیفیں دے کر راہب کا پتہ چلالیا۔پھر اس مسلمان درباری کو مرتد کرنے کی کوشش کی جب وہ نہ مانا تو آرے سے اس کو چروادیا۔اسی طرح راہب کو دین سے پھیرنا چاہا مگر اس کی استقامت کو دیکھ کر اس کو بھی آرے سے چروادیا اور لڑکے کے بارے میں کہا کہ اس کو لے جاؤ اور پہاڑ سے گرا کر ہلاک کردو۔خدا کی شان کہ اس لڑکے کی دعا سے وہ سب لوگ جو اس کو گرانے کے لیے لے گئے تھے پہاڑ سے گر کر ہلاک ہوگئے۔اورلڑکا صحیح وسالم واپس پہنچ گیا۔پھر اس بادشاہ نے دریا میں ڈبونے کے لیے بھیجا مگر لڑکے کی دعا سے اس کو ڈبونے کے لیے لے جانے والے سب ڈوب گئے اور لڑکا صاف بچ گیا۔آخر کارلڑکے نے کہا۔میں تیری تدبیروں سے نہیں مروں گا۔میں اپنے مرنے کی ترکیب خود بتاتا ہوں۔سب لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کرو۔مجھے اونچی جگہ پر سولی پر لٹکا کر اور کمان میں تیر لگا کر کہو بسم اللہ رب الغلام یعنی اس اللہ کے نام پر تیر چلاتا ہوں جو اس لڑکے کا رب ہے۔اور مجھ پر تیر چلادو۔بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔اس پر وہ لڑکا اپنے رب کے نام پر قربان ہوگیا۔

بھاری بھرکم تخت اڑ گیا:۔

جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوگئی اور آپؑ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؑ نے چاہا کہ ملکہ کو حیران کرنے کے لئے اس کا تخت یہاں منگوایا جائے ۔دربار لگا ہوا تھا۔حضرت سلیمان نے اہل دربار سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔عفریت جو ایک جن تھا،اس نے کہا میں لا سکتا ہوں ۔پوچھا کتنی دیر میں۔کہا

Marfat.com

دربار کے ختم ہونے سے پہلے۔حضرت سلیمانؑ نے یہ سن کر حاضرینِ دربار پر نگاہ ڈالی۔ایک شخص نے کہا جناب میں اس سے بھی پہلے لاسکتا ہوں۔پوچھا کتنی دیر میں۔وہ بولا کہ آپ کے آنکھ جھپکنے سے پہلے۔اس کو اجازت ہوئی اور پلک جھپکتے میں وہ ملکہ کا بھاری بھرکم تخت ہزاروں میل دور سے اٹھا کر لے آیا۔سب اہل دربار نے اسے دیکھا۔ملکہ نے بھی اسے دیکھا اور بہت حیران ہوئی،اور کہنے لگی کہ یہ تو بالکل میرے تخت کی طرح ہے بلکہ جیسے میرا ہی تخت ہو۔اس پر اللہ تعالی نے تخت لانے والے کے بارے میں فرمایا کہ اس کے پاس کتاب کا علم تھا۔یہ علم قوت دیتا ہے مومنین کو۔اور جب وہ پوری کتاب قرآن مجید کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔تو ہم ایسے ہیں کہ دنیا میں سب سے کمزور ہیں اور مار کھا رہے ہیں۔ہر جگہ خون مسلم کی ارزانی ہے۔اور یہ تمام قرآن کو ٹھیک سے نہ سمجھنا اور اس پر صدق وخلوص سے عمل نہ کرنا پیغمبروں کے وارث علماء کی قدر نہ کرنے سے ہے۔عیسائی ،یہودی اور ہندو اپنے پادریوں ،پوپوں،ربیوں ،پنڈتوں اور برہمنوں کی عزت کرتے ہیں۔ان کی قدر کرتے ہیں۔ان کا جو بھی عقیدہ ہے،ان کی جو بھی حالت ہے۔

الفاظ میں شفا:۔

ایک واقعہ ہے کہ کچھ صحابہ کرامؓ کا گزر ایک بستی پر ہوا۔ان لوگوں نے ان کی کوئی خاطر نہ کی۔صحابہ کرامؓ ابھی بستی کے قریب ہی تھے کہ بستی کا ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے سردار کو سانپ یا اس قسم کے کسی زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا ہے،ہمارا منتر وغیرہ پھونکنے والا یا علاج کرنے والا کہیں گیا ہوا ہے۔اگر آپ لوگ کچھ علاج کرسکتے ہیں تو میرے ساتھ چلیں۔صحابہ کرامؓ کو ان کی بے رخی پر غصہ تھا۔انہوں نے کہا کہ ہم علاج کا معاوضہ لیں گے۔اس نے حامی بھرلی۔ایک صحابی نے

Marfat.com

سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ زہر زائل ہو گیا سردار تندرست ہو گیا، اور معاوضے کے طور پر ۳۰ بکریاں دیں۔ جب بکریاں لے لیں تو کسی صحابی نے کہا کہ ایسا کرنے کے لئے آپ ﷺ نے تو نہیں فرمایا، اور یہ تو قرآن بیچنے والی بات ہے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ بکریوں کا کچھ استعمال کرنے سے پہلے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرعی فیصلہ معلوم کیا جائے اور اس کے مطابق اس پر عمل کیا جائے۔ اصحاب کرام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کہانی سنائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ پھونکنے والی سورۃ ہے۔ اور معاوضہ لینے کو برا نہیں کہا۔ اسی طرح کے اور واقعات ہیں کہ بیماروں کو کلام پاک کے ذریعہ شفا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن شفا ہے۔ عظمت والا ہے، بڑائی والا ہے۔ بزرگی والا ہے، حکمت والا ہے، روشنی ہے، نور ہے، یہ ساری صفات صاف ظاہر کرتی ہیں کہ قرآن کریم اگر کرم اور کرامت کی صفات کا اظہار کرنے کے لئے نہیں تو یہ صفات اس میں رکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ اور اگر یہ صفات اس میں رکھ ہی دی گئی ہیں تو ان کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اب اس وضاحت کے لیے ہم قرآن حکیم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ غزوہ بدر میں مقابلہ شروع ہونے سے پہلے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور مٹی اٹھا کر اس پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری اور اسے کفار کے لشکر کی طرف اڑا دیا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ وہ جو آپ ﷺ نے دشمن کی طرف پھینکا وہ آپ ﷺ نے نہیں بلکہ ہم نے پھینکا۔ گویا وہ پھینکنا یونہی نہیں تھا جیسا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہوا کا رخ دیکھنے کے لئے مٹی اڑائی۔ بلکہ وہ ایک شے تھی جو دشمن کو مرعوب اور مغلوب کرنے کے لیے تھی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس عمل کا ذکر اتنی خصوصیت سے نہ کرتا۔ اس عمل کا اپنی طرف منسوب کرنا اس کی اہمیت کا اظہار ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت

Marfat.com

مادی وسائل واسباب کے ساتھ قرآن کریم کی آیات اور سورتوں سے کام لینا جائز ہے۔ بلکہ ایک مضبوط ہتھیار ہے جس کی کاٹ دشمن کے پاس نہیں۔

آواز اور زندگی:۔

کل عالم کی پیدائش "کن" کی صدائے زندگی بخش سے ہوئی۔ایک نغمۂ حیات افروز اس کی نمو اور بقا کا ضامن ہے۔اور ایک صدائے غیض اس کھیل کا خاتمہ کر دے گی۔

"نہیں انتظار کرتے مگر ایک آواز تند کا کہ پکڑے ان کو اور وہ بیچ جھگڑے کے ہوں۔پس نہ سکیں وصیت کرنا اور نہ طرف اہل اپنے کی پھر جاویں گے۔" (القرآن)

گویا آواز ہی زندگی بخش ہے۔اور آواز ہی پیغامِ فنا۔اور جیسے ایک لفظ کن سے پیدا کر دیا گیا کسی کو معلوم ہی نہیں یہ سب کب اور کیسے ہوا؟ اسی طرح اس کا اختتام بھی اچانک ہو جائے گا۔انسان زندگی کے جھمیلوں میں گم ہو گا۔ ہر کوئی اپنے مفاد کے لئے دوسرے سے جھگڑ رہا ہو گا۔اور جب آوازِ فنا گونجے گی تو کسی کو نہ تو وصیت کی ہوش ہو گی۔اور نہ اتنی مہلت ملے گی کہ اپنے یار احباب اور پیاروں کے پاس جا کر آخری بار کوئی دکھ سکھ کی بات کر لے۔اور موت کے بعد اٹھایا جانا بھی ایک آواز کے ذریعے ہو گا۔

"اور پھونکا جاوے گا بیچ صور کے، پس ناگہاں وہ قبروں میں سے طرف پروردگار اپنے کی دوڑیں گے۔کہیں گے، اے وائے ہم کو کس نے اٹھایا، ہم کو خواب گاہ ہماری سے۔" (سورۃ یٰسٓ، آیۃ ۵۱،۵۲)

معلوم ہوا ہماری زندگی کا آواز سے بہت گہرا اور اہم تعلق ہے۔دعا بھی آواز

Marfat.com

ہے۔کسی کو مدد کے لئے بلانے کے لئے بھی ہم آواز کے محتاج ہیں ۔اس دنیا کی نمو کی حقیقت صرف یہ ہے کہ ع

کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکوں

قریش مکہ نے جب دیکھا کہ سارے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے ہیں ،تو انہوں خطرہ محسوس کیا کہ اب آپ ﷺ بھی تشریف لے جائیں گے اور مدینہ مسلمانوں کا گڑھ بن جائے گا۔انہوں نے (توبہ نعوذ باللہ) آپ ﷺ کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔آپ ﷺ کے مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ننگی تلواریں ہاتھوں میں پکڑ لیں کہ دیکھتے ہی ایک ساتھ حملہ آور ہو کر ختم کر دیں گے۔وہ آپ ﷺ کے باہر نکلنے کا انتظار کرتے رہے۔آپ ﷺ کو اللہ تعالی نے حضرت جبرائیلؑ کے ذریعے ان کے مکر سے آگاہ فرما دیا۔ساتھ ہی یہ آیت تلقین فرما دی ۔فا غشین ھم فھم لا یبصرون ۔آپ ﷺ یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے باہر نکل گئے۔اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔اللہ تعالی نے کفار کو اندھا کر دیا۔اور اس دعا کے ساتھ ہجرت کا حکم دیا''اور کہہ دیجئے اے میرے رب مجھے اچھی طرح داخل فرما اور اچھی طرح باہر لے جا اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ عطا فرما''(بنی اسرائیل)

اللہ تعالی نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔اپنے دین کو غالب کروں گا۔اس کے باوجود موقع کے مطابق دعائیں تلقین فرمائیں۔

اظہارِ قوت:۔

یہاں دعا کی اہمیت اور قوت کو ظاہر اور اجاگر کرنا تھا۔ورنہ تو کرنا تو سب اللہ ہی نے تھا ،مذکورہ آیات کو پڑھے بغیر بھی وہ آپ ﷺ کو بحفاظت مدینہ لے جا سکتا تھا

Marfat.com

توبہ گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔ سچی توبہ کرنے والا ایسے ہوتا ہے جیسے ایک بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔

لفظ اور بدنی اعمال:۔

توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے معصوم اور بے گناہ۔توبہ بھی الفاظ کا مجموعہ ہے۔توبہ سے گناہ ختم ہو جاتا ہے۔جھوٹ، چوری، قتل، زنا، بے ایمانی غرض یہ کہ گناہ کبیرہ شرک کو چھوڑ کر ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے۔بدنی اور جسمانی طور پر کئے ہوئے کاموں کے اثرات لفظوں سے ختم ہو جاتے ہیں۔تو کیوں نہ ہم ان کی حقیقت اور اہمیت کو جانیں اوران سے فائدہ اٹھائیں۔

جب یوسفؑ کے بھائیوں نے انہیں قافلہ والوں کے ہاتھ بیچ دیا تو ان سے کہا کہ یہ ہمارا غلام بھگوڑا بھی ہے۔دھیان رکھنا بھاگ نہ جائے۔اس خطرے کے پیش نظر انہوں نے آپؑ کو بیڑیاں پہنائیں اورایک سواری پر سوار کر کے ساتھ لے چلے۔کنعان کے قبرستان سے جب آپ کا گزر ہوا تو اپنی والدہ راحیل کی قبر کو دیکھ کر آپؑ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے، سواری سے اتر کر قبر سے لپٹ کر روتے ہوئے عرض کرنے لگے۔اے میری ماں! بھائیوں نے مجھے کنوئیں میں پھینک دیا، باپ سے مجھے جدا کر دیا۔کھوٹے سکوں کے بدلے مجھے بیچ دیا۔میری چھوٹی عمر پر بھی ان کا دل نہ پسیجا، انہیں مجھ پر کچھ رحم نہ آیا۔میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اور میرے والد کو مقام رحمت میں جمع کرے وہی ارحم الراحمین ہے۔

سرخ آندھی کا قہر:۔

غلام نے پیچھے دیکھا تو یوسف علیہ السلام کو نہ پایا واپس آیا تو دیکھا کہ آپ

Marfat.com

ایک قبر کے پاس رو رہے ہیں۔ اس نے کہا تمہیں بیچنے والوں نے سچ کہا تھا کہ تم ایک بھگوڑے ہو، یہ کہتے ہوئے اس نے آپؑ کو ایک زوردار تھپڑ مار دیا۔ جس سے آپ بے ہوش ہو کر گر گئے، پھر جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے کہا مجھے کچھ نہ کہیئے یہ تو میری ماں کی قبر ہے میں اپنی ماں کو الوداعی سلام کرنے کے لئے سواری سے اتر گیا تھا، آئندہ ایسا کوئی کام نہیں کروں گا، جو تمہیں پسند نہ ہو۔ آپ کا چہرہ خون آلود تھا اور گرنے کی وجہ سے مٹی لگی ہوئی تھی۔ آپؑ کانپتے ہوئے رب کے حضور عرض کرنے لگے اے اللہ! اگر میری کوئی خطا ہے تو مجھے میرے آباء ابراھیم، اسحاق اور یعقوب علیھم السلام کی حرمت کے وسیلہ سے معاف کردے۔ آپؑ کی اس حالت کو دیکھ کر آسمانوں کے فرشتے بھی چلا اٹھے اور اللہ کے حضور آپ کے لئے فریاد کرنے لگے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اے میرے فرشتو یہ میرا نبیؑ ہے اور میرے انبیاء کا بیٹا ہے جو مجھ سے فریاد کر رہا ہے اور مجھ سے ہی امداد کا طالب ہے میں ہی اس کا فریاد رس ہوں، سب فریاد کرنے والوں کی فریاد کو میں پہنچتا ہوں۔

رب تعالیٰ نے کہا اے جبرائیل! جاؤ میرے بندے کی امداد کرو۔ جبرائیل نے آ کر کہا اے اللہ کے دوست تمہارا رب تمہیں سلام کہتا ہے اور تمہیں یہ کہتا ہے رونے سے رک جاؤ۔ تم نے سات آسمانوں کے فرشتوں کو رلا دیا ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو زمین و آسمان ایک ہو جائیں؟ آپؑ نے فرمایا نہیں نہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حلم عطا کی ہے، وہ جلد بازی نہیں کرتا تو میں بھی جلد بازی سے کام نہیں لیتا۔ جبرائیل نے اپنا پر مارا زمین سے سرخ رنگ کی ہوا چلنے لگی، سورج کی روشنی ختم ہوگئی سرخ آندھی سے تاریکی چھا گئی، قافلے والے ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ تاجر نے کہا اے قافلے والو اپنی اپنی سواری سے اتر کر اپنے آپ کو ہلاکت سے بچاؤ، مجھے کئی سال ہو چکے ہیں

Marfat.com

اس راستہ سے گذرتے ہوئے میں نے آج کے دن کی طرح کا کوئی دن نہیں دیکھا۔ سب اپنے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ آج کی مصیبت یقیناً ہمارے کسی گناہ کا نتیجہ ہے۔ اس وقت یوسف علیہ السلام کے محافظ حبشی غلام نے بتایا کہ میں نے یوسف کو مارا تھا۔ جب مارا تو اس نے اپنا سر آسمانوں کی طرف اٹھایا تھا اور اپنے ہونٹوں کو بھی حرکت دی تھی۔

تاجر نے کہا افسوس تمہاری بربادی، تم نے ہمیں بھی اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کر دیا۔ تاجر آپ کے پاس آیا اور گڑگڑانے لگا، اے لڑکے! ہم نے تمہیں مار کر تم پر ظلم کیا ہے اے لڑکے اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو بدلہ لے لو ہم حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا ہم ظالموں سے بدلہ نہیں لیا کرتے، میں تو اس گھرانہ سے تعلق رکھتا ہوں جو ظلم کرنے والوں کو معاف کر دیتے ہیں، ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ میں تمہیں معاف کر رہا ہوں۔ اللہ بھی تمہیں معاف کرے۔ آپ کے معاف کرنے کے ساتھ ہی تاریکی ختم ہوگئی آندھی رک گئی سورج روشن ہوگیا۔ مشرق و مغرب تک روشنی پھیل گئی۔ اس طرح قافلہ مصر میں امن سے آ گیا۔ (تذکرۃ الانبیاء، حافظ قاضی عبدالرزاق)

الفاظ کی قوت:۔

انسان دنیا کے لیے محنت و مشقت کرتا ہے۔ لیکن انبیاء کرام اور نیک بندوں کی ایک دعا سے بغیر محنت کے سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ الفاظ کی قوت کے بارے میں آپ ﷺ کی یہ حدیث پاک دیکھئے۔

''توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے اور توبہ کرنے والا اس کی طرح ہے جس نے گناہ ہی نہ کیا ہو۔''

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ توبہ و استغفار کرتے تو ہم انکے

Marfat.com

گناہ معاف فرما دیتے اور ان کے جان و مال میں اضافہ کر دیتے اس مفہوم کی کئی آیات ہیں۔ بہت سی حدیثیں توبہ کے بارے میں ہیں۔آفات و مصائب کے وقت مانگی گئی انبیاء کرام کی دعائیں بھی الفاظ کی اسی قوت کی طرف اشارہ ہیں۔اس میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ شیطان برسوں یا عمر بھر ایک شخص پر محنت کرتا ہے۔اس سے بے شمار گناہ کرواتا ہے۔مگر جب وہ شخص اللہ کی بارگاہ میں سچی توبہ کے چند الفاظ ادا کرتا ہے تو شیطان کی ساری محنت پر پانی پھر جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے اور اس طرح معاف کرتا ہے جیسے اس نے گناہ کیے ہی نہ تھے۔حضور ﷺ نے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ کو گناہ گار توبہ کرنے والے کی آواز سے زیادہ محبوب اور کوئی آواز نہیں۔جب وہ بلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے !میں موجود ہوں جو چاہے مانگ میری درگاہ میں تیرا رتبہ میرے بعد فرشتوں کے برابر ہے۔میں تیرے دائیں بائیں، تیرے اوپر ہوں۔تیرے دل کی دھڑکن سے زیادہ قریب ہوں۔اے میرے فرشتو! گواہ رہو میں نے اس کو بخش دیا۔''

یہاں دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔دعا کی طاقت اور اللہ تعالیٰ کا اس کو عطا فرمانا۔دعا عموماً انسان پریشانی ،خوف ،گھبراہٹ اور مشکلات میں مانگتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کر کے اسے نجات دیتا ہے۔

ایک راز:۔

شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر پچاس نمازیں فرض کیں۔یہ خاص تحفہ تھا آپ ﷺ کی امت کے لیے۔پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے پر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ان میں تخفیف کی دعا کی۔یوں پچاس میں سے پانچ وقت کی نمازیں رہ گئیں جو اس امت پر فرض ہوئیں۔اب سوچنے کی بات ہے کہ اگر پچاس

Marfat.com

نمازیں فرض ہو جاتیں تو دنیاوی معاملات کے لیے یقیناً کچھ بھی وقت نہیں بچتا تو کھانے پینے کا معاملا کیسے چلتا؟ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ دیتا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ رزق دینے والا ہی دیتا ہے۔ اس کے لیے مادی وسائل لازمی نہیں۔ یہ ساری باتیں کرنے سے ہمارا مقصد دعا کی حقیقت اور اہمیت کو اجاگر کرنا تھا۔ مگر اس سے اسبابِ دنیا کی نفی نہیں ہوتی کہ اس سے انسان لاتعلق ہو کر رہ جائے۔ یوں تو دنیا کا نظام ہی ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔ صرف زاویۂ نظر بدلنا ہے کہ اسباب بھی اللہ ہی کے کرم سے ہیں۔ ان کا استعمال بھی اسی کی اجازت سے ہے۔ اور نتیجہ بھی اسی کی مہربانی سے ہے۔

دعا:۔

بے شک موت اور تقدیر کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی مگر دعا۔ اللہ ہی جو چاہے کر سکتا ہے۔ دعا اور خواہش میں ایک گہرا تعلق ہے۔ دعا خواہش ہی کے بطن سے جنم لیتی ہے۔ مگر ان دونوں کے درمیان ایک باریک پردہ ہے۔ اس سے ان کے مقام میں بہت فرق پڑ گیا ہے۔ خواہش کا مکان رد ہے۔ یوں کہیئے کہ روحانی ترقی اور اللہ کی رضا کے لئے خواہشات نفسانی کو دبانا بڑا ضروری ہے۔ بلکہ یوں کہنا بجا ہو گا کہ خواہشات کا دبانا ہی روحانی ترقی ہے۔ وہ خواہشات ہی ہیں جو انسان کو اس دنیا میں گم کر کے خالق سے سے دور کرتی ہیں۔ حرص و ہوس میں مبتلا کر کے جائز ناجائز کا فرق ختم کر دیتی ہیں۔ اور انسان کو طلب میں اندھا کر دیتی ہیں اور وہ حلال حرام کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ خواہش اظہارِ ذات ہے اور اس کا تعلق نفس سے ہے، اور نفس شیطان کا آلۂ کار ہے۔ خواہشات کے پرستاروں کو خواہشوں کا غلام بنا دیا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں ہے کہ ان لوگوں نے اپنی خواہشوں کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔

دعا خواہش کے بطن سے جنم لیتی ہے۔ مگر جہاں خواہش مکانِ رد میں

Marfat.com

ہے۔وہیں دعا مکانِ اجابت ورحمت میں ہے۔خواہش کے خلاف دعا نفیِ ذات کا اظہار اور اللہ کی برتری کا اقرار ہے۔اسی لئے اللہ تعالی کو پسند ہے۔اور انسان کو بار بار دعا مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔

دعا کیا ہے اور کیسے مانگی جائے؟ یہ بھی ایک الگ اور بڑا موضوع ہے۔اس پر کسی اور جگہ تفصیل سے بات کی جائے گی۔

لفظ قاتل ،لفظ مسیحا:۔

اب تک کے واقعات سے معلوم ہوا کہ لفظوں میں عجیب تاثیر اور عجیب قوت ہے۔روز مرہ زندگی میں کسی مایوس دکھی انسان کو لفظ ہی ڈھارس دیتے ہیں۔جنگ میں لفظ ہی لڑنے والوں کا حوصلہ بڑھاتے ہیں۔اگر یہ کہا جائے کہ کسی کے سامنے بار بار مایوسی کی بات کی جائے تو اس کی طبیعت پر بوجھ پڑنے لگے گا۔اور اگر وہ اس کی برداشت کی حد سے گزر جائیں گے تو اس کی حالت بہت خراب ہو جائے گی۔اور کسی بے انتہا پریشان اور مایوس شخص کو تسلی آمیز کلمات بار بار سنائے جائیں گے تو اس کی طبیعت کا بوجھ کافی ہلکا ہو جائے گا،تو لوگ اسے ایک نفسیاتی عمل یا نفسیاتی اثر کہیں گے۔یہاں ہم اس بات سے بحث نہیں کریں گے کہ نفسیات کی اپنی حقیقت کیا ہے۔ہم یہاں صرف یہ بتانا چاہیں گے کہ لفظ ایک قوت ہے،جس میں مارنے اور زندہ کرنے کی صلاحیت اللہ نے رکھ دی ہے۔بالکل اسی طرح جیسے بندوق کی گولی اور تلوار میں مارنے کی صلاحیت رکھی ہے۔حضرت عیسیٰؑ کا مردوں کو زندہ کرنا قرآن حکیم میں آیا ہے۔بہت سے انبیاء کرام نے اپنی قوم کے حق میں بد دعائیں کی جن کے سبب ان کی قوم کو ہلاک وغارت کیا گیا۔یہاں یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ وہ تو اللہ کے حضور ایک گزارش تھی ،اور یہ کہ اللہ نے انہیں ہلاک کیا۔تو یہ بات ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ ہر کام اللہ ہی

Marfat.com

کے حکم سے ہوتا ہے۔کسی شے کو بھی خود مختار نہیں بنایا گیا۔مخلوق کو صرف عمل کی قوت دی گئی ہے، ایک دائرے اور حد میں۔اس عمل کی جزا اللہ ہی کے حکم سے ہے۔گولی اور تلوار بھی کسی کو ہلاک نہیں کرتی مگر اللہ کے حکم سے۔بد دعا کے صلے میں ہلاکت بھی اللہ ہی کے حکم سے ہے۔مگر ان کا سبب تو الفاظ ہیں۔گولی، تلوار اور زخم موت کا سبب ہوتے ہیں۔اگر کوئی یہ کہے کہ لفظ گولی کی طرح لگ سکتے ہیں؟ تو اس کا جواب ہم ہاں میں دیں گے۔مگر اس کے لئے مارنے کی صلاحیت رکھنے والی زبان یا گمان شرط ہے۔عامل حضرات اور جادوگر اس بات کو جانتے ہیں اگر انہوں نے کھلی آنکھوں لفظوں کو عمل کرتے ہوئے دیکھا ہو تو۔وہ جو محض کتابوں سے پڑھ کر رسما نقش تعویذ دیتے ہیں، ان کی اور بات ہے۔یہاں ہم ایک صحابی کا واقعہ پیش کرتے ہیں۔

فرشتوں کا نزول:۔

حضرت براء رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا، کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔اور اس کے قریب دو رسیوں سے گھوڑا بندھا ہوا تھا۔اس گھوڑے پر ایک ابر چھا گیا۔اور گھوڑے سے قریب ہوا پھر اور قریب ہوا۔اور گھوڑے نے اس کو دیکھ کر اچھلنا کودنا شروع کیا۔جب صبح ہوئی تو اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا۔یہ سکینہ، یعنی رحمت تھی جو قرآن پڑھنے کے سبب نازل ہوئی۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے اسید بن حضیر نے بیان کیا ہے کہ ایک رات کو میں سورہ بقرہ پڑھ رہا تھا اور میرا گھوڑا میرے پاس بندھا ہوا تھا۔یکا یک گھوڑا اچھلنے کودنے لگا۔میں تلاوت کرتے کرتے خاموش ہو گیا۔تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔میں نے پھر پڑھنا شروع کیا۔گھوڑا پھر اسی طرح اچھلنے لگا۔آخر میں نے پڑھنا بند کر دیا۔میرا بیٹا یحیٰی گھوڑے کے قریب سو رہا تھا مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں گھوڑا

Marfat.com

اس کو تکلیف نہ پہنچاوے۔۔اس خیال سے یحیٰ کو ہٹا کر جب آسمان کی طرف سر اٹھایا تو اچانک دیکھا کہ کوئی چیز سائبان کی طرح ہے۔جس میں چراغوں جیسی چمکتی ہوئی چیزیں ہیں۔جب صبح ہوئی تو اس واقعہ کو میں نے حضورﷺ سے بیان کیا۔آپﷺ نے فرمایا۔اے ابن حضیر تلاوت کرتے رہو۔میں نے عرض کی یارسول اللہﷺ! میرا بیٹا یحیٰ قریب تھا مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں گھوڑا اس کو کچل نہ دے۔اس لئے میں یحیی کی طرف چلا گیا۔اور آسمان کی طرف سر اٹھایا تو کوئی چیز سایبان کی طرح نظر آئی ،جس میں چراغوں کی طرح چیزیں تھیں۔میں نے باہر نکل کر دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا۔حضورﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو وہ کیا تھا؟میں نے عرض کیا ،نہیں۔آپﷺ نے فرمایا وہ فرشتے تھے۔جو تیری قرأت کو سننے آئے تھے۔اگر تو برابر پڑھتا رہتا ،تو صبح کو لوگ فرشتوں کو دیکھتے اور فرشتے ان کی نظروں سے نہ چھپتے۔(بخاری،مسلم)

یہ دو واقعات لفظوں کی تاثیر بیان کرتے ہیں۔بادلوں کا جھکنا ،فرشتوں کا آنا اور گھوڑوں کا بدکنا۔یہ خیالی اور نفسیاتی صورتیں نہیں بلکہ حقیقی تھیں۔

عامل حضرات اور چلہ کشی کرنے والے حضرات عموماً اس قسم کے واقعات سے دو چار ہوتے رہتے ہیں۔میں اسی قسم کے دو واقعات پیش کرتا ہوں۔ہمارے گاؤں چک ۵۳ کے قریب ایک گاؤں ہے۔وہاں ایک صاحب ،مربع دار اور صاحب جائیداد رہتے تھے۔اچھے کھاتے پیتے اور چوہدری ٹائپ تھے۔ہم بچوں میں کوئی اسے فرشتہ کہتا کوئی سرشتہ۔ایک دن ان کے ڈیرے پر کوئی صاحب آئے اور کیمیا گری کے چکر میں ڈال کر چلے گئے۔نتیجہ یہ نکلا کہ وہ سونا تو کیا بنا پاتے۔سونا بنانے کے چکر میں اپنا سب کچھ بیچ بیٹھے۔جب یہ ہو گیا تو عاملوں اور پیروں کے پاس جانے لگے۔ایک پیر صاحب نے انہیں جنات قابو کرنے کا ایک عمل بتایا ،جسے وہ جنگل میں جا

Marfat.com

کر پڑھنے لگے۔ یہ انتالیسویں دن کی بات ہے، کہ ان کی چارپائی، جس پر وہ بیٹھ کر پڑھ رہے تھے، ہوا میں بلند ہوئی اور اتنی بلند ہوئی کہ شیشم کے درخت سے بھی اونچی اڑ گئی۔ اور دھم سے نیچے آگری۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ اسی حالت میں وہ ایک دن اس پیر کی گدی پر جا بیٹھے جس نے اسے وہ عمل بتایا تھا۔ اور اول فول کہنے لگے کہ میرے آگے وہ کیا چیز ہے۔ میں اس سے زیادہ بڑا ہوں مجھ سے مقابلہ کرے میرے سامنے آئے۔ پیر کے مریدین نے اس کو وہاں سے اٹھا کر بھگانا چاہا کہ اتنے میں پیر صاحب آگئے اور مریدوں کو ایسا کرنے سے منع کیا کہ یہ جس حالت میں ہے اسے مت چھیڑو ورنہ نقصان ہو جائے گا۔ یہ بزرگ ہمارے والد گرامی کے دوست تھے۔ بعد میں جب ان کے حواس بجا ہوئے تو وہ اکثر ہمارے گھر آیا جایا کرتے تھے۔ کبھی کٹھالی میں اور کبھی آتشی شیشی میں سونا بنانے کا تیل تیار کیا کرتے تھے۔ مگر اس میں خرچہ ابا جان فرماتے اور نسخے وہ لے کر آتے۔ مگر وہ سونا نہیں بنا سکے۔

دوسرا واقعہ خود ابا حضور کا ہے۔ انہیں بھی بچپن سے ذکر اذکار اور چلہ کشی کا شوق تھا۔ ایک بار ایک پیر صاحب نے انہیں ایک عمل پڑھنے کو بتایا۔ وہ ایک دوسرے گاؤں بسین جو پتوکی ہلہ روڈ کے کنارے ہے، وہاں چلے گئے اور آبادی سے کئی کلومیٹر دور ایک سرکاری بنگلہ جسے ہنجراں کوٹھی کہتے ہیں، وہاں ایک کمرہ لے لیا۔ وہاں کا منتظم ان کا عقیدت مند تھا۔ کھانے پینے کا بندوبست بسین گاؤں کے زمیندار کے ذمہ لگایا گیا کہ صبح سحری اور شام کو افطاری کے لئے وہ آدھی یا چوتھائی روٹی اور بغیر گھی کی پکی ہوئی کوئی سبزی یا دال پکا کر لائے گا۔ شرط یہ تھی کہ پکانے والا پانچ وقت کا نمازی ہو۔ پانچویں دن یہ ہوا کہ روشندانوں سے روشنی اور پتنگے آنے شروع ہوئے، اور کمرہ

Marfat.com

آہستہ آہستہ ان سے بھر گیا۔ اور اس کے ساتھ والد گرامی کو سردی لگنا شروع ہو گئی۔ جب سردی اور طبیعت پر دباؤ زیادہ بڑھا تو انہوں نے تسبیح بند کر کے سوچا کہ بستر میں جا کر رضائی اوڑھ کر تھوڑی سی گرمی لیں۔ ابھی یہ سوچا ہی تھا کہ وہ بغیر کسی شعوری حرکت کے مصلیٰ سے بستر میں پہنچ گئے۔ یوں کہئے کہ اڑ کر بستر میں پہنچ گئے۔ رضائی اوڑھی مگر سردی کم نہ ہوئی، بلکہ یہ ہوا کہ رضائی کا وجود ہی تحلیل ہو گیا۔ دیواریں اور چھت غائب ہو گئی اور صاف آسمان دکھائی دینے لگا۔ جیسے وہ روشنی اور پتنگے پانی کے ریلے کی طرح اوپر سے زمین پر آ رہے ہیں۔ وہ آنکھیں بند کر کے کافی دیر خاموش لیٹے رہے، مگر بند آنکھوں کے باوجود بھی سب کچھ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ کافی دیر اسی حالت میں گزر گئی تو وہ روشنی آہستہ آہستہ کم ہوئی اور پھر ختم ہو گئی۔ جب تھوڑے حواس بجا ہوئے۔ تو پھر سنبھل کر بیٹھ گئے، اور مصلی پر آ کر تسبیح شروع کر دی۔ شروع کرتے ہی پھر وہی سلسلہ شروع ہو گیا، سردی اور طبیعت پر دباؤ بڑھنے لگا۔ تو پڑھنا چھوڑ کر پھر بستر میں چلے گئے۔ اور جب کئی بار یہی تجربہ ہوا تو وہ دو دن پہلے ہی یعنی پانچویں دن ہی پڑھائی ختم کر کے گھر لوٹ آئے۔ ایسا ہوتا ہے۔ مگر جب پیر یا عامل خود اس منزل سے نہ گزرا ہو۔ وہ نہ جانتا ہو کہ کیا پیش آئے گا۔ اسی طرح اکثر عامل پاگل ہو جاتے ہیں۔ الفاظ کی طاقت کی یہ مثالیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ الفاظ اپنی ظاہری شکلوں کے علاوہ بھی کچھ ہیں۔ نور، روشنی اور روح جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی نے کئی جگہ فرمایا ہے۔ اور مشکل میں کثرت سے ذکر کی بات بھی اس کی شاہد ہے کہ لفظ کچھ کرتے ہیں اور ان کی کوئی پوشیدہ حقیقت ہے اور اس حقیقت کو بزرگ اور روحانی لوگ جانتے ہیں۔ اسی کی روشنی میں دعا کی حقیقت بھی معلوم ہوئی۔

اچھے نام:۔

Marfat.com

سب اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، یہ بات انسان کو بتانے کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟ اسماء الحسنیٰ کی بڑی تاثیر اور بڑی قوت ہے۔ ہم اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ قرآن میں ہے اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، مشکل اور مصیبت کے وقت آسانی کے لئے اور عام حالت میں اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم پر بھلائیاں نازل کی جائیں اور تمہارے درجات بلند کئے جائیں۔ اس کا مطلب ہوا کہ ذکر کرنے یا اسماء الہیہ کو بار بار دہرانے سے ہمیں مدد ملتی ہے۔ مگر آج کا انسان یا یوں کہہ لو کہ اکثر لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ دعائیں مانگ مانگ کر تھک گئے مگر حالات ہیں کہ دن بدن مزید خراب سے خراب تر ہوئے جا رہے ہیں۔ نمازیں پڑھ پڑھ تھک گئے، مگر بات نہیں بنی۔ تسبیحات کر کر کے اور چلے کاٹ کاٹ کے تھک گئے مگر مراد بر نہ آئی تو کیا لفظوں کو استعمال کرنے کا کوئی خاص طریقہ ہے؟ جیسے گاڑی چلانے کے لئے پہلے سٹارٹ کرتے ہیں، پھر تھوڑا انجن کو گرم ہونے دیتے ہیں۔ پھر کلچ دبا کر پہلے گیئر میں ڈال کر ریس دیتے ہیں اور پھر اسی طرح دوسرے تیسرے اور چوتھے گیر میں لے جا کر سپیڈ بڑھا دیتے ہیں۔ پھر جتنی قیمت کی گاڑی ہے اتنی ہی اس کی رفتار بھی ہو گی اور جیسا ڈرائیور ہے اسی اعتماد اور مہارت سے گاڑی کو چلائے گا۔ اگر چوتھے گیئر میں ریس کم کر دیں گے تو گاڑی رک جائے گی یعنی بند ہو جائے گی۔ اور ہم کہیں کہ جناب گاڑی تو چوتھے گیئر میں ڈالی تھی مگر تیز ہونے کے بجائے بالکل بند ہوگئی۔ اور پھر آپ شکایت کریں اس سے جس نے کہا تھا کہ رفتار تیز کرنی ہے تو چوتھے گیئر میں چلاؤ۔ آپ چیخیں گے کہ جناب پہلے گیئر ہی میں ٹھیک تھی چل تو رہی تھی۔ اب تو اس سے بھی گئی۔ اور اگر بتانے والے نے بھی صرف سنا ہی ہو کہ چوتھے گیئر میں گاڑی تیز چلتی ہے اور کبھی خود گاڑی چلا کر نہ دیکھی ہو، تو وہ بھی غریب پریشان ہو جائے گا اور یہی کہے

Marfat.com

گا کہ جناب سب ڈرائیور، مکینک اور گاڑی بنانے والی کمپنیاں یہی کہتی ہیں کہ ٹاپ گیئر میں گاڑی بہت تیز چلتی ہے۔اب یہ رک گئی تو میں اس میں کیا کہہ سکتا ہوں۔تو جو وہ کہتے ہیں کہ ہم تھک گئے ہیں وہ دیکھیں کہ گاڑی میں پٹرول بھی ڈالا ہے یا خالی ریس دیئے جا رہے ہیں' اب جس نے گاڑی کو بس چلتے ہی دیکھا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس میں پٹرول ڈالا جاتا ہے یا مٹی کا تیل یا پانی ،تو بات تو نہیں بنے گی۔یہ ناکامی اور یہ تھکنا اس بات کی علامت ہے کہ کہیں کوئی خامی ضرور ہے۔اور وہ خامی خلوص کی ہے۔خلوص نہ ہوا تو توجہ گئی۔ایمان نہیں تو بنیاد گئی۔ عجز وانکساری نہیں تو سخی کی نگاہِ کرم کو اپنی طرف پھیرنے کی کشش کھوگئی۔

عجیب عمل:۔

بندہ مشکل میں اللہ کے آگے فریاد کرتا ہے ،اور اللہ اس کی مشکل کو دور کردیتا ہے۔بندے نے ایک عمل کیا۔سوچ کا عمل یا لفظوں کے استعمال کا عمل۔عمل اینٹ گارا اٹھانے کا نام ہی تو نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو دنیا میں پڑا وہ مشقت میں پڑ گیا۔اللہ بندہ کو آسانی کی طرف بلاتا ہے کہ بھلے آدمی تو کن چکروں میں پڑ گیا ۔میں نے تیرے اندر اپنی روح اس لئے تو نہیں پھونکی کہ تو آگ پانی اور پتھروں کے آگے سر جھکائے۔ یہ سب تو تیرے خادم ہیں۔ تجھے تو فرشتوں نے بھی سجدہ کیا ہے۔

''جس وقت کہ درست کروں اس کو اور پھونکوں بیچ اس کے روح اپنی میں سے پس گر پڑو واسطے اس کے سجدہ کرتے ہوئے۔''

یہ روح تو اتنی عزت اور عظمت والی ہے کہ فرشتے اس کی وجہ سے تجھے سجدہ کرنے والے ہوئے اور تو ہے کہ میری روح کی امانت کی بے قدری کرکے اسے بھول کر پھر مٹی کا ناقص پتلا بننے پر مائل ہے۔جب تو خود کو مٹی کے پتلے کے مقام پر رکھے گا تو

Marfat.com

پھر تیری عزت بھی ویسی ہی ہو گی۔ جسے شیطان ٹھکراتا پھرے گا اور فرشتے سجدہ نہیں کریں گے۔مٹی کا یہ پتلا جو اندھا ہے، بہرا گونگا ہے، مردہ ہے۔تو کیوں اس کو میری روح کی روشنی سے محروم کر کے ذلیل ورسوا کرنے پہ تلا ہے۔

انسان کی زندگی دورخ پر ہوئی۔عمل بھی دوطرح پر ہیں۔ایک اندھے بہرے اور گونگے جسم کا۔ جسے ہر کام کے لئے اٹھ کر جانا اور جسمانی حرکات سے سمجھانا پڑتا ہے۔اور دوسرا رخ ہے روح کی بیداری اور زندہ انسان کا جو آواز یا محض سوچ کے ذریعے اپنا مافی الضمیر بیان کر کے اپنی ضرورت کی چیز لے لیتا ہے۔اندھا گونگا بہرا چل کر جاتا ہے اور چیز کو چھو کر دوکاندار کو بتاتا ہے۔ بولنے والا لفظوں میں اپنا مدعا بیان کر دیتا ہے۔تو چل کر جانا اور ہاتھ سے چھو کر بتانا ہی عمل نہیں۔بولنا بھی عمل ہے۔سوچنا بھی عمل ہے۔اب یہ خود سوچ لو کہ کون زیادہ بہتر ہے، وہ جو بول بھی سکتا ہے، دیکھ بھی سکتا ہے۔چل بھی سکتا ہے، اور چھو بھی سکتا ہے، یا وہ جس کا ذکر پہلے ہوا۔

عام قانون:۔

اللہ بندے کے گمان کے ساتھ ہے۔یہ حدیث پاک اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ گمان کا قانون سب کے لئے ہے۔اس میں مومن مشرک کی تمیز نہیں۔مسلمان کافر کی شرط نہیں۔بات صرف گمان اور یقین کی ہے۔کافر بھی اسی کے بندے ہیں۔مومن بھی اسی کے بندے ہیں۔سب کو وہی روزی دیتا ہے۔سب کے کام وہی چلاتا ہے۔اور عمل کا دار ومدار نیت پر ہے، تو حرکت وعمل سے جو فعل سرزد ہوتا ہے۔اس کی قیمت گمان اور سوچ یا نیت پر ہوتی ہے۔یہ قانون اس وقت بھی اثر پذیر ہوتا ہے جب ہم یہ سوچ کر کام کر رہے ہوتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہماری عقل وسائل اور دانائی سے ہو رہا ہے۔ہمیں اپنی کامیابی اور ناکامی کے متعلق کتنا گمان ہے؟اسی کے

Marfat.com

مطابق نتیجہ نکلتا ہے۔رہی یہ بات کہ بعض اوقات ہمیں پورا پورا یقین ہوتا ہے کہ ہم کامیاب ہو جائیں گے ایسے میں بھی نا کامی ہو جاتی ہے۔تو یہ بھی کسی قانون ہی کے تحت ہوتا ہے۔یہ قانون ہے دوسروں کے گمان اور سوچ کی اثر اندازی کا۔

جذب اور اخراج کا قانون:۔

یہ بہت اہم اور نا محسوس عمل ہے۔سائنس دانوں کا خیال ہے۔کہ اگر ہم ایک گیند کو کسی سمت میں لڑھکائیں تو وہ ہمیشہ اسی رفتار سے لڑھکتا رہے گا جتنی ہم نے اس پر توانائی خرچ کی ہے۔دوسرے لفظوں میں جتنی رفتار اس کی ابتدا میں تھی ہمیشہ اسی رفتار سے چلتا رہے اگر زمین کی کشش ثقل اور ہوا اس کی حرکت میں مزاحمت نہ کریں۔جس طرح ہم کشش ثقل کو چھو نہیں سکتے اور ہوا کی مزاحمت دیکھ نہیں سکتے اسی طرح ہمارے گمان یا عمل پر جو جو چیزیں اثر انداز ہو کر اس میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں ،ہم انہیں نہیں دیکھتے ۔دوسروں کے گمان کے علاوہ بھی کائیناتی نظام میں اور بہت موثر قوتیں ہیں جو اللہ تعالی ہی کے قانون کے تحت کام کر رہی ہیں۔رہا یہ سوال کہ کیا ہم انہیں دیکھنے کے قابل ہو سکتے ہیں؟ تو اس کا جواب ہاں میں ہے۔ہم انہیں دیکھ،سمجھ اور محسوس کر سکتے ہیں اگر ہم زندہ ہوں ان معنوں میں جن معنوں میں اللہ تعالی ہمیں زندہ دیکھنا چاہتا ہے اور جس کے لئے اس نے اپنی ہدایت بھیجی ۔یہ ایک طویل بحث طلب موضوع ہے۔اس پر میں نے اپنی کتاب ''انگشت بدنداں'' میں گفتگو کی ہے ۔اس کا مطالعہ کیجئے یہاں کتاب کی ضخامت پیش نظر ہے۔

تقدیر:۔

اٹل کب ہے؟اور کیسے بدلتی ہے؟

تقدیر اٹل ہے ،ہر ایک کو وہی ملتا ہے جو اس کا مقدر ہے۔مگر ''جو کوئی کام

Marfat.com

کرے اچھے پس واسطے جان اپنی کے اور جو کوئی برائی کرے پس اوپر اس کے ہے۔ پھر طرف پروردگار اپنے کے پھیرے جاؤ گے۔" (سورۃ الجاشیۃ۔آیۃ ۱۵)

یہاں یہ بتایا جا رہا ہے، کہ جو جیسا کرے گا، اسے اس کے مطابق ملے گا۔ اس لئے کہ ہم نے اچھا اور برا دونوں راستوں کا علم تمہیں دے دیا ہے۔

"اور البتہ تحقیق دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور پیغمبری اور رزق دیا ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے اور بزرگی دی ہم نے ان کو اوپر عالموں کے۔"

(الجاشیۃ۔۱۶)

اولادِ اسرائیل کو کتاب دی۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ سیدھا راستہ کونسا ہے اور اللہ کیا چاہتا اور کیسے راضی ہوگا۔ یعنی اس میں ہدایت تھی۔ پھر کہا اب اس پر عمل کرو۔ اس کے لئے ہم نے انہیں دوسری قوموں پر بڑائی کے ساتھ پاکیزہ رزق دیا تاکہ وہ معیشت سے بے نیاز ہوں۔ اس کے ساتھ انہیں کھلے معجزات دکھائے، تاکہ ان کا ایمان مضبوط ہو۔ "اور دیں ہم نے ان کو دلیلیں ظاہر بات دین کی سے، پس نہ اختلاف کیا انہوں نے مگر پیچھے اس کے کہ آیا ان کے پاس علم سرکشی سے درمیان اپنے۔"

(الجاشیۃ۔آیۃ ۱۷)

مگر اس کے باوجود انہوں نے سرکشی کی۔ انہوں نے وہ کام نہیں کئے جو ہم نے انہیں کرنے کے لئے کہا تھا۔ اب دیکھئے رزق تو انہیں جتنا دینا تھا دے دیا گیا۔ اس سلسلے میں تو بات نہیں کہ انہوں نے کتنا رزق کمایا یا کتنی دولت اکٹھی کی۔ وہ تو پہلے ہی ان کا مقدر کر دی گئی۔ عمل اس کے سوا تھا۔ جو انہوں نے نہیں کیا۔

تقدیر بے شبہ برحق اور اٹل ہے۔ عمران ابن حصین سے روایت ہے کہ کہا فرینہ کے دو شخصوں نے پوچھا "یا رسول اللہ ﷺ ہم کو خبر دو اس چیز کی کہ کرتے ہیں لوگ

Marfat.com

آج کے دن اور محنت کرتے ہیں اس میں، یہ ایک چیز ہے کہ مقدر کی گئی ان پر اور گزرا ان میں تقدیر سے کہ ہو چکی ہے یا اس چیز میں کہ آئندہ ہونے والا ہے۔اس چیز سے کہ لایا ان کے پاس نبی ان کا اور ثابت ہوئی دلیل ان پر"۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ "نہیں۔ بلکہ ایک چیز ہے کہ مقدر ہو چکی ان پر یا گزر گئی ان پر اسی کے مطابق اللہ تعالی کی کتاب میں ہے کہ "قسم ہے جان کی کہ ٹھیک بنایا اس کو پھر اس کے دل میں ڈالی بدکاری اور پرہیز گاری"

یعنی ان کا پوچھنا یہ تھا کہ کیا قضا و قدر پہلے سے نہیں ہے کہ اب پیغمبر علیہ السلام لے کر آئے ہیں۔اور لوگ اپنے اختیار سے افعال کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں نیکی و بدی سب خدا کی طرف سے ہے۔غرض اکثر آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ بندہ بالکل بے اختیار ہے۔لیکن شارع علیہ السلام فرماتا ہے کہ بندہ کچھ مجبور ہے اور کچھ مختار ہے۔چنانچہ عقائد نسفی میں لکھا ہے کہ "اللہ خالق والعبد کاسب"،یعنی اللہ تعالی خالق افعال ہے۔اور بندہ کاسب افعال،اور اسی پر جزاوسزا مقرر ہے۔گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔(تعلیم غوثیہ،ص۔۱۱۴)

عقائد نسفی میں جو لکھا ہے اسے ہم یوں لیتے ہیں کہ اللہ "خالق" ہے اور بندہ "کاسب" ہے۔یہی اسکا سیدھا ترجمہ ہے۔یعنی اللہ پیدا کرنے والا ہے اور بندہ کسب یا کام کرنے والا ہے۔تخلیق وہ مقدر ہے جسے انسان بدلنے پر قادر نہیں۔مخلوق کا جو مزاج بنا دیا گیا اور جو فطرت اس کا مقدر کر دی گئی،بندہ اسے بدلنے پر قادر نہیں۔اسی خلق اور اس کی فطرت کے حصار میں انسان جو کرتا ہے،وہ اس کا فعل ہے۔اس حصار کو نہ وہ توڑ سکتا ہے نہ اس سے باہر نکل سکتا ہے۔اللہ نے اچھے برے کی پہچان انسان کو دے دی۔دو راستے ہیں۔ایک اچھا ایک برا۔دونوں کی تخلیق خدا ہی سے ہے۔ایک راستہ اس

Marfat.com

کا پسندیدہ ہے جس پر بہتر جزا ہے۔دوسرا ناپسندیدہ جس پر سزا ہے۔ان کے علاوہ وہ کوئی تیسرا راستہ خودنہیں بنا سکتا۔یہ انسان کا مقدر ہے۔ان میں سے ایک کا انتخاب انسان کی مرضی پر ہے کہ کونسا راستہ اختیار کرتا ہے۔

''اور نیکی بدی اس کے جی میں ڈال دی'' (القرآن)

واپسی کا سفر:۔

سورۃ والتین میں اللہ تعالی فرماتا ہے،

''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی ۔اور طور سینین کی ۔اور اس شہر امن والے کی۔البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آدمی کو بیچ اچھی ترکیب کے۔پھر پھیر دیا ہم نے اس کو نیچے سب نیچوں کے۔مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے۔پس واسطے ان کے ثواب ہے نہ کاٹا گیا۔پس کیا چیز جھٹلاتی ہے تجھ کو پیچھے اس کے بیچ جزا کے۔کیا نہیں اللہ خوب حکم کرنے والا سب حکم کرنے والوں سے۔''

اس سورۃ میں اللہ چار قسمیں کھانے کے بعد یہ بات کرتا ہے۔کہ ہم نے آدمی کو اچھی ترکیب میں پیدا کیا۔اور ترکیب اتنی اچھی اور اتنی اعلی ہے کہ فرشتوں نے بھی اس کی بڑائی اور عظمت کو تسلیم کیا ،اور اسے سجدہ کیا ۔یہ مرتبہ و مقامِ آدم ہے۔یہ ترکیب اتنی اعلی ہے کہ ہم نے اسے اپنا خلیفہ بنایا اور زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب اس کے لئے مقدر کر دیا۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ بات عام انداز میں بھی کہی جا سکتی تھی ۔پھر قسمیں کھانے کی کیا ضرورت تھی؟اس کا جواب اگلی آیۃ میں ہے۔''پھر پھیر دیا سب نیچوں کے نیچے'' کہ اب یہاں سے اپنا سفر شروع کرو۔اللہ تعالی سے بہتر اس بات کو کون جانتا تھا کہ مقام سافلین میں پڑا ہوا کمزور ناتواں انسان اس بات کو کیسے مانے گا کہ وہ اتنے بڑے مقام اور مرتبے کا مالک تھا۔کہ فرشتے اس کے

Marfat.com

سامنے جھکے اور ایک اس کی ذات کے سبب سے معلم الملکوت، صاحب عزت، عزازیل کو مردود قرار دے دیا گیا۔ اور اس کا لقب شیطان مردود قرار پایا۔ بچارہ انسان یہ بات مانے بھی کیسے کہ ذرا سی چیونٹی تو اس کو کاٹ کے بھاگ جاتی ہے۔ ایک حقیر سا مچھر اسے سونے نہیں دیتا، ساری رات چٹکیاں لے لے کر اس کا منہ سرخ کر دیتا ہے، کاٹ کاٹ کے منہ سجا دیتا ہے۔ گرمی، سردی، دھوپ، آگ، پانی، پتھر، مٹی کوئی ہے جو اس پر ترس کھاتا ہو؟ ٹھٹھرتا ہے، تپتا ہے، جلتا ہے، ڈوبتا ہے، چوٹ کھاتا ہے، گرد و غبار سے اٹ جاتا ہے۔ کوئی شے بھی تو ترس نہیں کھاتی یا لحاظ کرتی کہ یہ ہمارا حاکم ہے۔ پھر انسان کو کیسے اس بات کا یقین آئے کہ اس کا مرتبہ مقام اتنا اونچا ہے اور زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے، اس کے لیے مسخر کر دیا گیا ہے۔ اسی لئے اس خالق کائنات نے اتنی قسمیں کھا کر بندہ کو یقین دلایا کہ واقعی یہ بات بالکل درست ہے کہ تجھ کو احسن تقویم میں خلق کیا گیا ہے۔ تو اسے مان۔ اگر تجھے اب بھی یقین نہیں آتا تو اس مقام تک پہنچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اچھے کام کر تو اپنے اس مقام پر آ جائے گا۔ پھر وہی حکومت وہی شاہی۔ تو جتنی محنت کرے گا اس میں سے ذرا برابر بھی ثواب نہیں کاٹا جائے گا۔ کیا تجھے یہ بات سمجھ نہیں آ رہی کہ اللہ سب حکم کرنے والوں سے بڑا حکم کرنے والا ہے۔ اگر تو یہ دیکھتا ہے کہ آگ جلاتی ہے، برف تکلیف کی حد تک ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔ ہوا کے تھپیڑے تجھے پریشان کرتے ہیں۔ نیند کا تجھ پر حکم چلتا ہے بھوک کا تجھ پر حکم چلتا ہے۔ پتھر تجھے زخمی کرتا ہے، تو یہ جتنے حکم کرنے والے ہیں یہ سب اللہ کی ہی عطا کی ہوئی فطرت، خاصیت یا قوت سے ہیں۔ اپنی مرضی سے یہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ "احکم الحاکمین" حکم کرنے والوں کا حکم کرنے والا، یعنی سب سے بڑا حکم کرنے والا۔ سب سے بڑا کا مطلب ہوا کہ اللہ کے سوا بھی کچھ چھوٹے حکم کرنے

Marfat.com

والے ہیں ۔انہیں طاقت تو اللہ ہی کی عطا کردہ ہے مگر اختیارِ فعل تو ظاہر ہے۔اسی فعل پر سزا و جزا ہے ۔جیسے ابراہیمؑ کو جب نمرود نے آگ میں پھینکنے کا حکم دیا تو اللہ تعالی نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ ٹھنڈی ہو جا ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ۔اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دے دی کہ اگر ایسا نہ ہوا تو تجھے جہنم کی آگ میں ڈال دوں گا۔یہ سن کر آگ کانپ گئی اور فوراً حکم کی تعمیل کی ۔

مقام اسفل سافلین میں ہر شے انسان سے مضبوط اور زور آور دکھائی دیتی ہے۔یہیں سے بندہ ان کی طرف رجوع کرتا ہے اور لاعلمی کی وجہ سے گھبرا کر ان کی بڑائی تسلیم کر لیتا ہے۔اور ان کو مختلف نام دے کر ان کی پوجا شروع کر دیتا ہے۔اسی لئے اتنی قسمیں کھا کر بات کی کہ میرے بندے تیرا مقام شجر ،حجر ،آگ ،اور چاند سورج کو پوجنا نہیں ۔یہ تو تیرے خادم ہیں۔تیرا مقام تو ان سب سے اونچا ہے۔مگر سوال یہ ہے کہ جب یہی سمجھانا تھا اور اوپر مقامِ احسنِ تقویم پر لانا تھا تو پھر سب نیچوں کے نیچے پھینکنے کی کیا ضرورت تھی ؟وہ شاید اس لئے تا کہ بندہ یہاں سے عروج کر کے اوپر آئے ،اور دوسری مخلوق اس پر اعتراض نہ کرے کہ انسان کو مفت میں خلافت دے دی ۔جیسے ہاروت اور ماروت دو فرشتوں نے کہا کہ یہ کون سا مشکل کام ہے ۔ہم بھی دنیا میں رہ سکتے ہیں۔اور پھر جو ان کا حال ہے ،آج تک چاہ بابل میں الٹے لٹکے ساری دنیا کا دھوواں کھا رہے ہیں۔لگتا ہے ایک تو مخلوق کے اس اعتراض کو دور کرنا تھا ۔ دوسرے اسفل اور اعلی کے درمیان تمام حجابات سے جھانک کر اپنے محبوب حقیقی کی ایک جھلک دیکھنے کی تمنا ،حسرت ،تڑپ اور اس کے لئے محنت ،کوشش ،شب ہجراں کے صدمے اور شب وصل کا انتظار ،ان سب معاملات کے بدلے بندے کو مزید نوازنا بھی تو تھا۔اصل مقصد تو نوازنا ہے۔اپنے مزید قریب کرنا ہے ۔ورنہ جنت میں تو تھا ہی۔ جنت تو پھر مل

Marfat.com

جائے گی مگر اصل چیز تو دیدار الٰہی ہے۔ جس کے لئے جنتی لوگ ایک بار دیکھنے کے بعد پھر دیکھنے کی تمنا کریں گے۔ وہ دیدار ایسا ہوگا کہ دنیا جہان کی ہر شے اس کے آگے ہیچ لگے گی۔ اسی کے لئے حکم دیا کہ میری راہ میں محنت کرو۔ تم میرے ہو جاؤ، میں دنیا کو تمہارا کر دوں گا۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں تقدیر بندۂ مومن کے اشارہ ابرو سے لکھی جاتی ہے۔ اور جو وہ لکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر تصدیق کرتے ہوئے کہتا ہے۔ خبردار یہ میرے بندے نے نہیں، میں نے لکھا ہے، اب ایسا ہی ہو گا جو اس نے کہہ دیا ہے۔ ''وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ'' یعنی نہیں پھینکا تو نے (اے محمد ﷺ میدان بدر میں جنگ سے پہلے، خاک کو طرف کفار مکہ کی) جبکہ تو نے پھینکا ولیکن اللہ نے پھینکا۔ یعنی اللہ ہی نے کفار کی آنکھوں میں خاک ڈالی۔ میدان بدر میں مسلمان ۳۱۳ تھے اور کفار مکہ کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ آپ ﷺ نے جنگ سے پہلے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر فتح کے لئے دعا کی، پھر مٹھی میں خاک لے کر تین بار ''شاہت الوجوہ وعنت الوجوہ للحی القیوم'' پڑھ کر مٹی پر پھونک ماری اور وہ کفارِ مکہ کی صفوں کی طرف اڑا دی۔ ہر غزوہ میں آپ ﷺ کا کوئی نعرہ ہوتا تھا۔ جیسے ایک غزوہ میں یہ نعرہ تھا ''پکڑو اور مارو'' حیرت اس بات پر ہے کہ مخالفین آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا بہت گہرا مطالعہ کر رہے ہیں اور ایک ایک عمل کو آزما کر دیکھ رہے ہیں کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ اب کشمیر میں ہندو کا نعرہ ہے۔ ''ڈھونڈو اور مارو'' یہ نعرہ ان کو یہودیوں نے دیا ہے۔ اور انہوں نے حضور ﷺ کی سیرت پاک کا مطالعہ کر کے یہ راز معلوم کیا ہے۔ ایک ہم ہیں کہ ان سے تعلق پر ہی شرمساری محسوس کرتے ہیں کہ کوئی رجعت پسند اور غیر ترقی یافتہ نہ کہے یا بنیاد پرست نہ کہہ دے۔ آپ ﷺ کا کوئی حکم اور کوئی عمل بے مقصد اور بے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ مسلمان اور خاص کر جہادی تنظیمیں جو اپنی آزادی کی

Marfat.com

جنگ لڑ رہی ہیں۔آپ ﷺ کے اتباع میں کوئی نعرہ لیں ،اسے اختیار کریں !دیکھیں کیا ہوتا ہے۔جنگ کا پانسہ مادی وسائل سے نہیں اللہ کے حکم سے پلٹتا ہے۔مگر اس سے ایسے تو بات کرو جیسے اس نے حکم دیا ہے۔اجتماعی بات ہے تو دعا اور عمل بھی اجتماعی ہی ہونا چاہیئے۔

تقدیر اور سعی پر آخری فیصلے سے پہلے ایک بار ہم پھر قرآن سے رجوع کرتے ہیں کہ اس میں سعی و تقدیر میں حدِ فاصل کیا ہے؟ ،کہاں سے کس کی حدود شروع ہوتی ہے اور ختم ہوتی ہے؟ کس کا کتنا عمل دخل ہے؟

''کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ کہ کرتے ہیں برائیاں ،یہ کہ کر دیں ہم ان کو مانند ان لوگوں کی کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے ،برابر ہو زندگی ان کی اور موت ان کی۔برا ہے جو حکم کرتے ہیں۔اور پیدا کیا ہے اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو ساتھ حق کے اور تو کہ جزا دیا جاوے ہر جی ساتھ اس چیز کے کہ کمایا اس نے اور وہ نہ ظلم کئے جاویں گے۔کیا پس دیکھا تو نے اس شخص کو کہ پکڑا معبود خواہش اپنی کو اور گمراہ کیا اس کو اللہ نے اوپر علم کے اور مہر رکھی اوپر کانوں اس کے کے اور دل اس کے کے اور کر دیا اوپر بینائی اس کی کے پردہ۔پس کون ہدایت کرے گا اس کو پیچھے اللہ کے۔کیا پس نہیں نصیحت پکڑتے تم'' (الجاثیہ۔آیات،۲۱:۲۲:۲۳)

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ صاحب ایمان اور نیک کام کرنے والے اور برے کام کرنے والے کافر اور مشرک ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ان کا مرنا جینا بھی ایک جیسا نہیں۔اس لئے کہ اللہ کے باغی غلط بات کرتے ہیں اور وہ ان کے حق میں بری ہے بلکہ پوری کائینات کے لئے بری ہے ،جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ (اے محبوبؐ)اگر آپؐ ان کی بات مان کر ان کے پیچھے لگ جائیں تو اس کے نتیجے میں زمین

Marfat.com

آسمان بگڑ جائیں گے۔ان کے اعمال سے ساری دنیا کو بچانے کے لئے ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا کہ یہ تو اپنے اعمال کی سزا کے طور پر عذاب جھیلیں گے اور خرابی میں پڑیں گے ہی مگر دوسرے ان کی وجہ سے کیوں نقصان میں پڑیں۔کافر اور مومن کا فرق اعمال کی وجہ سے ہے۔اس کے بعد زمین اور آسمان کی پیدائش کا ذکر کیا کہ ہم نے انہیں حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔اگر کافر اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ادھر غور فکر کر کے سچائی کو کھوجنا یا سمجھنا نہیں چاہتے تو یہ ان کی بدبختی ہے۔ ہمارا کام راہ دکھانا اور نشانیوں کا پیدا فرمانا تھا۔اس کے بعد یہ جو کریں گے،اس کا انہیں بدلہ مل جائے گا۔ذرہ برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جتنا انہوں نے کیا،اس سے ذرا بھی کم زیادہ نہیں۔اس لئے کہ ان کو سزا دے کر ہمیں کیا ملے گا؟ ہم نے تو بہت چاہا کہ یہ راہ راست پر آئیں ،یہ خود نہیں آئے۔اگر ہمیں ان پر ظلم ہی کرنا ہوتا تو ہم ان کی طرف اپنی ہدایت کی روشنی کیوں بھیجتے۔یہ تو سب ان کا اپنا کیا دھرا ہو گا۔اب سوال یہ ہے کہ یہ کیا خرابی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے؟ تو یہ لوگ یہ خرابی کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔جب کہ معبود اللہ ہی ہے۔لا الہ الا اللہ۔کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔کافروں نے غیر معبود کو معبود بنایا اس کے نتیجے میں یہ اندھے ہو گئے ،بہرے ہو گئے اور دل کا آئینہ دھندلا گیا۔جہاں یہ حقیقت کا عکس دیکھنے سے محروم ہوئے۔یہ اندھے نہیں دیکھ سکتے کہ زمین و آسمان کی بادشاہی اللہ ہی کے واسطے ہے۔ یہ بہرے نہیں سن سکتے ”یہ ہے کتاب ہماری بولتی ہے اوپر تمہارے ساتھ حق کے تحقیق ہم لکھتے تھے“ کتاب کا بولنا کوئی تشبیہ،استعارہ یا کنایہ نہیں ،سچ یہ ہے کہ کتاب بولتی ہے۔اور سننے والے سنتے ہیں اور روز حشر جب جمالِ الٰہی کے پرتو سے اور جلالِ الٰہی کی تپش سے سب پردے جل کر ختم ہو جائیں گے تو کافر بھی جمالِ الٰہی کو

Marfat.com

کھلی آنکھوں سے دیکھے گا۔اس کتاب کو سنے گا کہ وہ بولتی ہے۔وہاں ہاتھ، پاؤں اور چمڑا بھی بولے گا۔ یہاں بھی یہ بولتے ہیں ۔پتھر بھی بولتے ہیں۔کسی میں سننے اور سنوا دینے کی قوت ہو۔کانوں کی سماعت درست ہو جائے تو پتھروں کی آواز بھی سنائی دیتی ہے، پرندوں کی بھی ۔چیونٹیوں کی بھی اور ہر شے کی جو خلق کی گئی۔اور یہ صلاحیت بیدار ہوتی ہے اپنے معبودِ حقیقی کو پہچان کر اس کے احکامات پر چلنے سے۔وہ احکامات جن سے بندہ اتنا گھبراتا ہے وہ ہیں کیا؟ وہ بندے کی پوشیدہ صلاحیتوں کو صیقل کرنے کے قوانین ہیں۔اس کے اندر امرِ ربی سے رابطہ کر کے دنیا پر حکومت کرنے کا پروگرام ہے۔ ہر شے کو مسخر کر لینے کی قوت پیدا کرنے کے دستور کا نام شریعت ہے ۔مگر بدقسمتی اس دنیا کی اور اس امت کی کہ اس راہ پر نہیں آتے ۔اور فکر نہیں کرتے ۔اللہ تعالی سب کو ہدایت دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اکیلا معبود ہوں ،مجھ سے مانگو سب کچھ دوں گا۔انسان ایسا نادان ہے کہ کہتا ہے۔کہ بھوک تو میری سیب اور روٹی سے مٹتی ہے، پیاس تو میری پانی بجھاتا ہے ۔کھانا تو میرا آگ پکاتی ہے ۔میری خواہشیں مجھے عمل کا راستہ دکھاتی ہیں۔ان سے میرے کام چل رہے ہیں تیری مجھے کیا ضرورت ہے؟اور تجھے کیسے معبود مانوں؟اب جب منہ دوسری طرف موڑ لیا تو حسن روئے یار کیسے دکھائی پڑے گا؟اور محبت کیسے بڑھے گی؟ صحیح راہ سے بھٹکنے کے بعد منزل کیسے ملے گی؟ شیطان اور نفس نے اسے گمراہ کر دیا ہے۔حالانکہ اللہ تعالی نے کتنی نشانیاں کھلی کھلی بندے کی آنکھوں کے سامنے رکھ دی ہیں۔ بلکہ ایسا نادان ہے کہ۔

''اور جب جانتا نشانیوں ہماری میں سے کوئی چیز پکڑتا ہے اس کو ٹھٹھا''(الجاثیہ) بجائے اس پر غور کرنے کے مذاق اڑاتا ہے۔

Marfat.com

"اور نہ آتا تھا ان کے پاس کوئی نبی مگر تھے ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے۔" حالانکہ اگر آپ ﷺ ان سے یہ پوچھیں کہ اچھا یہ بتاؤ اگر تم خدا کو نہیں مانتے اور تم ان دیوی دیوتاؤں کو پوجتے اور چڑھاوے چڑھاتے ہو تو

"کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو، البتہ کہیں گے پیدا کیا ہے ان کو عزت والے نے علم والے نے جس نے کیا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور کیں واسطے تمہارے بیچ اس کے راہیں، تو کہ تم راہ پاؤ۔ اور جس نے اتارا آسمان سے پانی ساتھ اندازے کے پس زندہ کیا ہم نے ساتھ اس کے شہر مردے کو اسی طرح نکالے جاؤ گے تم اور جس نے پیدا کیں قسمیں ساری اور کی واسطے تمہارے کشتیوں سے اور چارپایوں سے وہ چیز کہ سوار ہوتے ہو تم اوپر اس کے اور پاک ہے وہ ذات جس نے مسخر کیا واسطے ہمارے اس کو اور نہ تھے ہم واسطے طاقت پانے والے۔ اور تحقیق ہم رب اپنے کی طرف پھرنے والے ہیں۔" (الزخرف۔ آیۃ،۹ تا۱۴)

یہ سوال ایسا تھا، جس کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں جو ان کافروں نے دیا۔ اس لئے کہ جن خداؤں کی وہ پوجا کرتے تھے یا آج ان کی اولاد یا اس گروہ کے لوگ جن کی پرستش کر رہے ہیں، ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا وجود زمین اور آسمان کی پیدائش سے پہلے ہو۔ ان کا تو وجود ہی زمین اور آسمان کے وجود کا مرہون منت ہے۔ سورج، چاند، ستارے، درخت، پہاڑ، دریا، آگ، پانی، مٹی، ، پتھر ، کانسی، سونا، چاندی، سرپ، گنیش، ہنومان، چوہا، بیل گائے جو کچھ بھی اس قسم کے دیوی دیوتاؤں کا تصور کیا جا سکتا ہے یہ سب زمین اور آسمان کی پیدائش کے بعد اور ان میں پیدا شدہ چیزوں سے ہیں۔ ان کا دنیا کے بنانے یا اس کا نظام چلانے سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یہ تو خود اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتے دوسروں کے لئے کیا کریں گے۔ اس

Marfat.com

جواب کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں گنوا رہا ہے کہ میں نے تیرے لئے کیا کیا چیزیں پیدا کیں، پھر بھی تو ناشکری کر رہا ہے۔ یہ نشانیاں ہیں ان پر غور کر۔

یہ خدا کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان چیزوں کی تخلیق میں انسان کا کوئی دخل نہیں۔ تیسرے یہ کہ انسان کا تمام علم، حکمت، دانائی، جہد اور کوشش صرف اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ان چیزوں سے اپنے کام اور ضرورت کی چیزیں حاصل کرتا ہے۔ اگر یہ سب کچھ سرے سے ہو ہی نہ تو پھر یہ کیا کرے گا؟ اور اگر انسان کو پیدا ہی نہ کیا جاتا پھر یہ اپنی تقدیر کیسے بناتا؟ یا اسے ان اشیا کا شعور ہی نہ دیا جاتا تو یہ کیا کرتا۔ تو گویا اس کا زورِ بازو سے تقدیر بنانے کا دعوی باطل ہوا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بات بالکل ہی صاف اور واضح کر دی۔ ''کیا یہ قسمت کرتے ہیں رحمت پروردگار تیرے کی کو ہم نے بانٹی ہے درمیان ان کے معیشت ان کی بیچ زندگانی دنیا کے۔ اور بلند کیا ہم نے بعضے ان کے کو اوپر بعض کے درجوں میں۔ تو کہ پکڑیں بعضے ان کے بعض کو محکوم اور مہربانی پروردگار تیرے کی بہت بہتر ہے۔ اس چیز سے کہ جمع کرتے ہیں۔'' (الزخرف۔ آیۃ ۳۲)

اس آیت کے بعد یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی کہ تدبیر، زور، علم و حکمت اور مکر و سازش کا جھگڑا کیا ہے۔ اللہ نے جس کو جتنا چاہا دیا۔ جس کو چاہا حاکم بنا دیا۔ جس کو چاہا محکوم بنا دیا، جس کو چاہا امیر بنا دیا اور جس کو چاہا غریب بنا دیا۔ گویا جہاں تک دنیاوی مال و متاع جمع اور اکٹھا کرنے کی بات ہے، یا دنیاوی کامیابی کی بات ہے تو یہ سب کچھ اللہ ہی کی جانب سے ہے۔ یہ اللہ کی بات ہے اس میں بندے کا کوئی دخل نہیں۔ رہی یہ بات کہ انسان جو بھاگ دوڑ اور محنت کر رہا ہے، اس کا کیا مقصد اور کیا دخل ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ قرآن پاک میں بار بار اس مضمون کو دہرایا گیا

Marfat.com

ہے، کہ جو چیز بھی دنیا میں پیدا کی گئی ہے ،اسے اس کا کام سمجھا دیا گیا ہے۔ان کے راستے متعین کر دیئے گئے ہیں۔نہ تو رات کی طاقت ہے کہ دن سے پہلے آ جائے نہ دن کی طاقت ہے کہ رات سے پہلے آ جائے۔دونوں اپنے وقت مقرر پر ہی آ ئیں گے جائیں گے۔نہ سورج چاند کو پکڑ سکتا ہے نہ چاند سورج کو پکڑ سکتا ہے۔ان کے لئے راستے مقرر ہیں۔اسی طرح مخلوق میں سے جس کو جو کام تفویض کیا جا چکا ہے،وہ اسے کرنے کا پابند ہے۔ہر شے کی ایک فطرت بنائی گئی ہے۔اسی کے مطابق اسے عمل کرنا ہے۔اب سوال پھر وہی پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ جو مقدر ہے اس کو انسان کی محنت کم زیادہ نہیں کرسکتی تو محنت کا مقصد؟ جہاں تک محنت کا تعلق ہے تو یہ ڈھونڈنا بھی اللہ کے فضل سے ہے۔

جب روح بیدار ہوتی ہے:۔

یہ دنیا ایک اندازے پر پیدا کی گئی ہے۔اور یہاں کی کوئی شے اس اندازے سے باہر نہیں جاسکتی مگر انسان کا تعلق دوسرا ہے۔اس کے لئے روحانی ترقی کی منازل ہیں۔جب تک تو یہ ادنیٰ مقام پر ہے۔یہ بھی اسی نظام فطرت کا پابند ہے۔یا یوں کہہ لو کہ دنیاوی اسباب و وسائل سے یہ اپنی تقدیر میں کوئی کمی بیشی نہیں کرسکتا۔کمی بیشی ہے تو صرف دعا سے ہے۔اور وہ کونسا مقام ہے جب یہ دعا قبول ہوتی ہے؟ یا جب اسے اشیائے کائینات میں تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے؟ یہ وہ مقام ہے جس کے بارے میں حدیث قدسی میں ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے ”کہ اللہ فرماتا ہے کہ ہمیشہ میرا بندہ مجھ سے نزدیکی چاہتا ہے بذریعہ نوافل کے، یہاں تک کہ میں اس کو اپنا پیارا جانتا ہوں اور جب میں اس کو پیار کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے،اور اس کی آنکھیں جن سے وہ دیکھتا ہے۔اور اس کے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا

Marfat.com

ہے۔اور اس کی زبان جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔پس وہ میرے ہی ذریعہ سے سنتا ہے۔ اور میرے ہی ذریعہ سے دیکھتا ہے۔اور میرے ہی ذریعہ سے پکڑتا ہے۔اور میرے ہی ذریعہ سے بولتا ہے۔اور میرے ہی ذریعہ سے چلتا ہے۔''اس مقام پر اس کا عمل گویا اللہ کا عمل ہوا۔ یہاں اس کے ہاتھ سے پھینکا ہوا کنکر بھی ایٹم بم کا کام کرتا ہے۔اس مقام پر اسے پیغام پہچانے کے لیے کسی ٹیلیفون یا وائرلیس قسم کے کسی آلہ کی ضرورت نہیں۔

روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ساریہ کو لشکرِ اسلام کا سردار بنا کر بہت دور ملکِ کفار میں بھیجا۔ مقابلہ کے وقت اسلام کا لشکر ان کفار سے بے خبر تھا جو پہاڑ میں چھپ کر پیچھے سے حملہ کر کے مسلمانوں کو تہ تیغ کر ڈالنے چاہتے تھے۔اس وقت مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ ممبر پر خطبۂ جمعہ پڑھ رہے تھے۔آپؓ نے دیکھا کہ لشکر اسلام کفار سے غافل ہے اور دشمن حملہ کرنے کے لیے گھات لگائے تیار ہے۔خطبہ کے دوران ہی آپؓ فرمایا ''یاساریۃ الجبل'' یہ آواز سارے لشکر نے سنی کہ حضرت عمر کی آواز ہے ۔اس پیغام سے وہ خبردار ہوئے اور پہاڑ کی طرف کفار پر حملہ کر کے فتح پائی۔ یہ دیکھنا اور یہ آواز، اتنی دوری پر!اسے کیا کہیں گے عمر کی آواز؟نہیں ایک انسان کی آواز اتنی دور نہیں جا سکتی نہ انسانی آنکھ اتنی دور دیکھ سکتی ہے۔

اسی طرح دریائے نیل کے خشک ہونے کا واقعہ بھی ہے۔مصر میں رسم تھی کہ جب دریائے نیل خشک ہو جاتا تو ایک کنواری لڑکی اس کی بھینٹ چڑھائی جاتی ،تا کہ وہ دوبارہ بہنا شروع کر دے۔یہ دورِ جہالت کی رسم تھی ۔عہد فاروقی میں ایک بار دریائے نیل خشک ہوا تو وہاں کے لوگوں نے یہ بھینٹ دینا چاہی۔وہاں کے گورنر نے خلیفہ کو لکھ کر بھیجا کہ اس طرح کا واقعہ ہے۔اور یہ لوگ خشک سالی سے بچنے کے لئے ایک لڑکی کو

Marfat.com

دریا میں قربان کرنا چاہتے ہیں۔آپؓ نے ایک پرچہ دریا کے نام لکھ کر پیغام بر کو دیا کہ دریائے نیل میں ڈال دینا۔اس پرچے میں لکھا تھا کہ اے نیل! اگر تو تو اپنی مرضی سے بہتا ہے تو ٹھیک ہے لیکن اگر تو اللہ کے حکم سے بہتا ہے، تو بہنا شروع کر دے۔کہتے ہیں کہ پرچہ دریا میں ڈالا گیا تو اس نے بہنا شروع کر دیا اور روایت یہ ہے کہ اس کے بعد دریائے نیل کبھی خشک نہیں ہوا۔اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد رومیوں نے خراج نہ دینے کا فیصلہ کیا۔جب رومی قاصد مدینہ شریف پہنچا اور حضرت عمرؓ کو اپنے بادشاہ کا پیغام دیا تو آپؓ نے غصہ میں اپنا درہ لہرایا اور کہا کہ اگر وہ خراج نہیں دے گا تو ہم اس کی گردن مار دیں گے۔کہتے ہیں وہ قاصد بہت خوف زدہ ہوا۔جب وہ واپس اپنے ملک میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ بادشاہ قتل ہو چکا ہے۔اس نے ساری روداد معلوم کی تو اہلِ دربار نے بتایا کہ دربار لگا ہوا تھا بادشاہ تخت پر بیٹھا تھا کہ ایک ہاتھ دیوار سے نکلا ،اس میں شمشیر برہنہ تھی۔اس ہاتھ نے بادشاہ کی گردن مار دی۔اس نے وقت پوچھا تو وہ وہی وقت تھا جب فاروقی درہ ہوا میں لہرایا تھا۔کہتے ہیں رومیوں نے اس کے بعد پھر کبھی عہد فاروقی میں ایسی جرأت نہیں کی۔

یہ حالت کب پیدا ہوتی ہے؟ تو اس کا جواب ہے کہ نوافل کی کثرت سے جو قربِ الٰہی کے لئے ادا ہوں۔اور اللہ کے احکامات کی پوری پوری تعمیل صدق و خلوص سے ہو۔ وہ لوگ جو حق و باطل کا شعور نہیں رکھتے۔نہ کسی مذہب وملت سے اور نہ عقل وخرد سے کوئی واسطہ۔سوائے اس کے کہ ان کی شکل وصورت انسانوں جیسی ہوتی ہے۔اور کوئی خوبی ان میں نہیں آتی۔تہذیب و معاشرت سے نا آشنا یہ لوگ جنگلوں میں رہتے ہیں۔یہ حشرات الارض کے زمرے میں ہی شمار ہونے کے قابل ہیں۔دوسرے وہ لوگ جو عقل وشعور رکھتے ہیں، حق و باطل میں تمیز کر سکتے ہیں مگر ہٹ

Marfat.com

دھرمی کرتے ہوئے کافر ،مشرک یا منافق ہیں اور انہی خرابیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔لذات وخواہشاتِ نفسانی کے غلام ،خدا اور اس کے رسول ﷺ کی کوئی بات نہ سنتے ہیں نہ سمجھنے ہی کی کوشش کرتے ہیں۔یہ وہ ہیں جن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی۔یہ اندھے ہیں۔بہرے ہیں، گونگے ہیں۔یہ جانوروں کی مانند ہیں۔بلکہ ان سے بھی آگے۔تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو حق بات کو سنتے ہیں۔سمجھتے ہیں،اور اس کو قبول کرتے ہیں۔ان میں بھی دو گروہ ہیں۔جو اچھی طرح احکاماتِ خدا پر عمل کرتے ہیں اور دوسرا گروہ جن سے کوتاہیاں اور غلطیاں ہوتی ہیں۔یا گناہ بھی کرتے ہیں۔پہلے گروہ میں پھر دو گروہ ہیں۔ایک وہ جو دلیل و براہین سے یقین لے آتے ہیں۔وہ اشیا اور مخلوق پر نظر کرتے ہیں اور اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔یہ خلق سے خدا کو جانتے ہیں۔اور یہی ان کا حجاب ہے۔یہ لوگ علم اور عقل سے خدا کو پہچانتے ہیں۔اور درجۂ علم الیقین میں ہوتے ہیں۔اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی صفات کا نور اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ان کا ایمان پہلے گروہ سے زیادہ کامل اور مضبوط ہوتا ہے۔یہ عین الیقین کے مرتبہ میں ہوتے ہیں۔اور جن کے بارے میں یہ ارشاد ہے کہ میں ان کی آنکھیں،ان کے کان،انکی زبان،ان کے پاؤں بن جاتا ہوں ،وہ حق الیقین کے درجہ میں ہوتے ہیں۔وہ خدا کی رضا کے ساتھ ہوتے ہیں اور خدا کی رضا ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

ایمان کا قانون:۔

عام آدمی کی نظر میں دنیا پہلے اور دین کی بات بعد میں۔ان کی دلیل یہ ہے کہ ہم ہوں گے تو دین کی بات کریں گے نا۔ان کے نزدیک ہر شے کی اہمیت ناپنے کا پیمانہ دنیا میں کامیابی اور ناکامی ہے۔آج زیادہ تر لوگ اس لئے بھی مذہب سے برگشتہ ہیں کہ ان کے خیال میں دین ،اس کے احکامات اور عبادات صرف دوزخ سے بچنے اور

Marfat.com

جنت لینے کے لئے ہیں۔دنیاوی معاملات سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔بھوکا پیٹ ،پیٹ کی بات سنے کہ مولوی کی۔ان کا ایسا سوچنا دین کی حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ہے۔وہ یہ کہتے ہیں کہ پہلے دنیا سے سلجھ لیں پھر دین کی بات بھی کر لیں گے۔مگر کچھ علمائے دین بھی اس خیال کے حامی ہیں کہ قرآن قانون کی کتاب ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔نرم لفظوں میں اس بات کو یوں کہہ لیجئے کہ قرآنی آیات کو دم جھاڑا اور دنیاوی معاملات میں استعمال کرنے کے وہ قائل نہیں۔یہ قرآن کو نا مناسب استعمال کرنے والی بات ہے۔ان کی نیت اور ارادہ پر تو کسی کو کوئی شک نہیں کرنا چاہئے۔کہ وہ جس بات کو بہتر سمجھتے ہیں اسے کہتے ہیں۔اور حق سمجھ کر کہتے ہیں۔معاملہ صرف سمجھ کا ہے۔آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن اور آپ ﷺ کا اس بارے میں کیا فرمان ہے۔

رازِ دروں:۔

سورہ نمل میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی عظمت کو سمجھانے کے لیے انسان کے علم وحکمت کی حقیقت کھول کر بتائی ہے۔پھر کہا ہے کہ اللہ ہی زمین وآسمان کے سارے بھید جانتا ہے۔اس لئے اس کی ہر بات کو اپنے علم سے مت پرکھو۔بلکہ اللہ نے قرآن کے بارے میں جو کہا ہے اس کو پڑھو اور اس پر غور کرو۔

"طٰس ،یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور کتاب روشن کی ۔ہدایت ہے اور خوشخبری واسطے ایمان والوں کے ۔جو لوگ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ ساتھ آخرت کے وہی یقین رکھتے ہیں ۔تحقیق جو لوگ کہ نہیں ایمان لاتے ساتھ آخرت کے زینت دی ہے ہم نے واسطے ان کے عملوں ان کے کو پس وہ بھٹکتے ہیں ۔وہی ہیں کہ واسطے ان کے عذاب ہے اور وہ بیچ آخرت کے ہیں ٹوٹا پانے والے اور تحقیق تو البتہ سکھایا جاتا ہے قرآن نزدیک حکمت والے اور علم والے کے۔"(النمل ۔۱تا٦)

Marfat.com

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں کو قرآن اور کتابِ روشن کی آیتیں فرمایا ہے۔ یہ بات خبر کے طور پر ہے۔اور خبر کی ضرورت بے خبر کے لئے پیش آتی ہے۔ یا پھر خبر کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے دہرایا جاتا ہے۔اگر کوئی اس کے مقصدی پہلو کو نہیں سمجھ رہا تو اسے بار بار مختلف انداز میں بتایا جاتا ہے۔ان میں سے کوئی ایک بات ضرور ہے۔ قرآن کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے کہ یہ سمجھنے کے لئے آسان ہے ۔مگر اس کا ہر مضمون حکمت اور عظمت والا ہے۔

یہاں مذکورہ آیات کو پہلے روشن کتاب کی آیتیں کہا۔ پھر مومنوں کو خوشخبری اور کافروں کو عذاب کی خبر دی گئی۔ان دونوں خبروں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کی حقیقت کو پوری طرح نہیں سمجھا جا رہا ہے۔آگے انسانی علم کے اندازوں کا ذکر کر کے یہ فرمانا کہ اللہ ہی زمین و آسمان کے بھید جانتا ہے۔ یہ اعلان ہے اس بات کا کہ ان آیات کی حقیقت کو اپنے کمزور علم و عقل سے مت پرکھو۔جیسا اللہ نے کہا ویسا ہی جانو اور مانو اور جو واقعات قرآن پاک میں بیان کئے گئے ہیں وہ محض قصے کہانیوں کے طور پر نہیں ان کا مقصد کچھ اور ہے۔ آگے جو مضامین ہیں ان میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ تم جو تھوڑا تھوڑا علم اور تھوڑی تھوڑی حکمتیں جان کر یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تم جو سمجھتے ہو وہی ٹھیک ہے اور جو تمہارے علم کے فریم میں فٹ نہیں آتا وہ ٹھیک نہیں ہے۔تو تمہاری یہ سوچ باطل ہے۔ یہ آیتیں روشن کتاب کی ہیں اور خود بھی روشن ہیں۔اگر تم انہیں ایسا نہیں دیکھتے تو یہ تمہاری بصارت کا قصور ہے۔جس نے اسے نازل کیا ہے اس کے علم و حکمت کو پوری طرح سمجھنا کسی کے بس کا کام نہیں۔وہ ایسا حکمت والا ہے کہ اگر کوئی شخص عصا مار کر دریا میں راستہ پیدا کر دے، اس کی ہتھیلی سورج کی طرح روشن ہو جائے ،وہ پتھر میں سے چشمے بہا دے، یا آسمان سے من و سلویٰ نازل کرا دے تو بھی یہ دعویٰ نہیں

Marfat.com

کرسکتا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے سارے بھید اور ساری حکمتیں جان لیں ہیں بلکہ وہ ذرا دور روشنی دیکھ کر اپنی بی بی سے کہتا ہے

''تحقیق میں نے دیکھی آگ شتاب لاؤں گا میں تیرے پاس اس میں سے کچھ خبر یا لاؤں گا شعلہ انگارے کا تو کہ تم سینکو پس جب آیا اس کے پاس پکارا گیا یہ کہ برکت دیا گیا ہے جو کوئی کہ بیچ آگ کے ہے اور جو کوئی گرد اس کے ہے۔اور پاکی ہے پروردگار عالموں کے کو'' (النمل،آیت ۷،۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب مدین کی بستی سے مصر کی طرف واپسی کا سفر کیا تو راستے میں روشنی دیکھ کر یہ سمجھے کہ یہاں پر آبادی ہے یا جنگل میں کوئی جھونپڑا ہے جہاں یہ دیا جل رہا ہے۔اپنی بی بی سے کہا کہ وہ وہاں سے سینکنے کے لیے آگ لے آئیں گے یا راستہ پوچھ لیں گے۔اس بیان سے مراد انسان کے علم اور اندازے کی حقیقت کھولنا ہے باقی اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ بات اس نے کس حکمت کے تحت کی ہے۔اس سے آگے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے جب وہ ہدہد سے غیر حاضری کے متعلق جواب طلبی کرتے ہیں تو اس نے جواب میں عرض کیا،

''میں نے احاطہ کیا اس جگہ کو نہ احاط کیا ساتھ اس کے اور لایا ہوں میں تمہارے پاس ملک سبا سے خبر تحقیق میں نے پایا ایک عورت کو کہ بادشاہی کرتی ہے اور دی گئی ہے ہر چیز سے اور واسطے اس کے ہے تخت بڑا پایا میں نے اس کو اور قوم اس کی کو سجدہ کرتے ہیں سورج کو سوائے خدا کے اور زینت دی ہے واسطے ان کے شیطان نے عملوں ان کے کو پس بند کیا ان کو راہ سے پس وہ راہ نہیں پاتے یہ کہ سجدہ کریں واسطے اللہ کے وہ جو نکالتا ہے چھپی چیز کو بیچ آسمان کے اور زمین کے اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو اللہ نہیں کوئی معبود مگر وہ پروردگار عرش بڑے کا کہا سلیمان نے اب

Marfat.com

دیکھیں گے ہم کہ سچ کہا تو نے یا ہے تو جھوٹوں سے"۔(آیت النمل،۲۲،۲۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی بات سن کر فرمایا کہ ہم دیکھیں گے کہ تو سچ بول رہا ہے یا جھوٹ ۔جبکہ ان کے علم وحکمت کا یہ عالم ہے کہ پرندوں اور چیونٹیوں کی زبان سمجھتے ہیں ، جنات پر حکومت کرتے ہیں ، ہواؤں پر ان کا تخت اڑتا ہے۔اور ان کے دربار میں ایسے ایسے صاحبِ علم ہیں جو ایک اشارے سے بھاری بھرکم تخت کو سینکڑوں میل دور سے پلک جھپکتے میں اٹھا کر لے آتے ہیں۔ ملکہ سبا کا ذکر بھی کچھ انہی معنوں میں ہے کہ اتنی بڑی سلطنت کی مالک ہونے کے باوجود اتنی سی بات نہیں سمجھتی کہ چاند سورج خدا نہیں ہو سکتے۔اور جب وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل میں داخل ہوتی ہے تو شیشے کے مڑھے ہوئے صحن کو پانی کا تالاب سمجھ کر پنڈلیوں سے اوپر اپنے پائنچے اٹھا لیتی ہے کہ بھیگ نہ جائیں۔یہاں اور آگے بھی اللہ تعالیٰ انسان کے علم کی حقیقت اسے سمجھا رہا ہے کہ تم جس علم کی بنیاد پر میرے رازوں کو سمجھنے یا سچائی تک پہنچنے کا دعویٰ کرتے ہو اس کی حقیقت تو یہ ہے کہ تم عام سی باتوں کو ٹھیک سے اندازہ نہیں کر سکتے پھر زمین آسمان کے چھپے بھیدوں کو کیسے جان سکتے ہو؟ آگے فرمایا اللہ ہی جانتا ہے زمین آسمان کے چھپے ہو بھیدوں کو۔ان بھیدوں میں ایک بھید تقدیر کا ہے۔تو جب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ سب کچھ میں ہی کرتا ہوں ، میرے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا تو سمجھو یہ بات بالکل سچ ہے اس میں تم اپنے کمزور علم کی بنیاد پر شک نہ لاؤ۔ جب وہ کہتا ہے کہ وہی ہوتا ہے جو مقدر میں لکھا ہے تو یہ بھی سچ ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ سعی کرتا ہے یہ بھی سچ ہے۔جب وہ کہتا ہے کہ شیطان انسان کو بہکاتا ہے تو یہ بھی سچ ہے۔بس بات کو دھیان سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ان میں کوئی تضاد نہیں ۔کمی ہمارے علم اور ہمارے سمجھنے میں ہے۔

Marfat.com

اندر کے راز تک پہنچنے میں جو پردے حائل ہیں، ان میں سب سے بڑا پردہ تو یہ ہے کہ درمیان میں کوئی پردہ ہی نہیں۔ یہیں انسان کو شک ہوتا ہے کہ اتنا قیمتی راز اور اتنا کھلا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ دوسرا پردہ جلوؤں کی چکا چوند ہے کہ آنکھ ان کے پیچھے دیکھنے کی فرصت اور قوت ہی نہیں پاتی۔ وہ ہر شے میں اتنا ظاہر ہے کہ باطن کا خیال ہی نہیں آتا۔ تیسرے اس نے ہر شے ایسے اندازے اور قدر پہ پیدا کی ہے کہ سب کام خود بخود ہوتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ کہیں کوئی گڑ بڑ نہیں، کوئی خرابی نہیں۔ آدمی جس راہ پہ چلنا چاہتا ہے خود بخود منزلیں آتی چلی جاتی ہیں۔ اور سب سے بڑا پردہ یہ ہے کہ انسان کو خلیفہ بنا دیا۔ اتنی قوتیں اور حکمتیں اسے دے دیں کہ ان کے استعمال سے اسے فرصت ہی نہیں۔ یہیں سے اسے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہی اس کارخانے کو چلا رہا ہے۔ اور کارخانہ اتنا بڑا اور ایسا جادوئی ہے کہ انسان کو اپنی اصلیت پر بھی غور کرنے کا وقت نہیں ملتا۔ اگر یہ اپنی ذات کو پہچاننے کی کوشش کرے تو اس ذات واحد کی عظمت کا اسے کچھ سراغ ملے جس نے یہ سب کھیل رچایا ہے۔ اور اس مقصد کی طرف توجہ کرے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔ ایسی متضاد خوبیاں اس میں ایسے رکھ دی گئی ہیں کہ کبھی اس انتہا پر ہوتا ہے کبھی اس انتہا پر۔ بے شک انسان جلد باز اور بے صبرا ہے۔ اپنی ذات کی نفی کرنے پر آئے تو چوہوں اور بلی کتوں کو پوجنا شروع کر دے۔ آگ، پانی مٹی، ہوا، ریچھ بندر، چاند، سورج، سب کو دیوی دیوتا کا درجہ دے دے۔ اور ان کے آگے سر جھکانے لگ جائے۔ اور اپنی ذات کی پرستش پہ آئے گا تو خود کو خدا کہلوانا شروع کردے گا۔ کم ہی ایسے ہیں جو حقیقت پسندی سے کام لیتے ہیں۔ اس میں اس بچارے کا قصور بھی کچھ کم ہی لگتا ہے۔ قانون یہ ہے کہ جدھر یہ توجہ کرتا ہے وہی بھید اس پر کھول دیئے جاتے ہیں اور یہ راز افشانی اس کے شوق کو مزید بڑھاتی ہے اور یہ اسی میں

Marfat.com

گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ادھر ادھر دیکھ کر تقابل سے جو ایک متوازن اور مناسب فیصلہ ہو سکتا ہے، اس سے محروم رہتا ہے۔ ان اندھوں کی مثال جنھوں نے الگ الگ ہاتھی کے جسم کے حصوں کو دیکھا اور آپس میں جھگڑنا شروع کر دیا کہ یہ تو ستون ہے، یہ تو دیوار ہے، یہ تو نوک دار چھری ہے، یہ تو لچکدار چھڑی ہے۔جس نے جس حصے کو چھو کر دیکھا اسی پر اڑ گیا اور ہاتھی کی پوری اور درست خبر کسی نے نہ دی۔

پردے میں کیا ہے:۔

آیات قرآن کی عظمت و حکمت کو سمجھنے کے لئے خلوص، توجہ اور ایمان کی ضرورت ہے۔تب یہ بات کھلے گی کہ اس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ کیا قوت لئے ہوئے ہے۔

حدیث پاک ہے کہ مظلوم کی آہ سے بچ ،مظلوم کی آہ سے عرش کانپ جاتا ہے۔یہ فرمان آپ ﷺ کا ہے۔جن کے فرمان کو اللہ نے اپنا فرمان کہا ہے۔اور آپ ﷺ سادہ انداز میں بات کرنے والے ہیں اشارں، کنایوں میں چھپا کر نہیں بلکہ کھلی اور آسان بات، جو فرمانا اس کا مطلب وہی جو لفظ سمجھا رہے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی گفتگو کا حسن ہے۔تو یہاں عرش الٰہی کے کانپنے کا مطلب عرش الٰہی کا کانپنا ہی ہے۔آہ کی یہ قوت ہے۔اور آہ میں دو حرف۔آ۔اور۔ہ۔استعمال ہوئے ہیں۔بات ہے دل سے الفاظ اوپر بھیجنے کی۔جو الفاظ عرش کو ہلا سکتے ہیں وہ ایک انسان کی حکومت یا دشمن کی فوج کو نیست و نابود کیوں نہیں کر سکتے؟ وہ ہماری مشکلات و مصائب سے نجات کا سبب کیوں نہیں بن سکتے؟ غزوہ خندق میں آندھی اور طوفان نے دشمن کو بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا، تو کیا یہ آندھی خود چل گئی تھی؟ نہیں یہ اللہ کا بھیجا ہوا لشکر تھا۔ اللہ نے پوری کی پوری قومیں تباہ و برباد، نیست و نابود اور غرق کر دیں۔صرف دعا کے عوض۔اور دعا لفظوں کا

Marfat.com

مجموعہ ہے۔لفظ حروف کا مجموعہ۔ الفاظ کی اپنی حقیقت کیا ہے؟ یہ سائنسدانوں کے نظریات میں ہم نے اشارہ دیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مشکل اور مصائب میں اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔اٹھتے بیٹھتے اللہ کو یاد کرو۔آخر کچھ تو لفظوں میں ہے کہ تقدیر اور موت جیسی اٹل شے بھی ٹل جاتی ہیں۔حروف ،الفاظ اور آیات اس کائنات کا بہت قیمتی راز اور زبردست قوت ہے۔

دن اور ساعتیں:۔

رسول ﷺ نے فرمایا ، بے شک رجب کا مہینہ ایک باعظمت مہینہ ہے۔جس نے اس کے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک ہزار سال کے روزوں کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جس نے رجب کے دو دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو ہزار سال کے روزوں کا ثواب لکھ دیتا ہے ۔اور جو آدمی رجب کے تیرہ روزے رکھے قیامت کے دن اس کے لیے عرش کے سائے میں کھانا چنا جائے گا۔

(غنیۃ الطالبین،ص۴۲۵)

ماہ رمضان ،عیدین،شب برات،آپ ﷺ کا یوم ولادت،شب معراج اور اسی طرح اور کچھ ایام ہیں جن کو عام ایام پر فوقیت ہے۔اس سے ظاہر ہوا کہ سعد اور نحس ایام انسانی زندگی میں دخل رکھتے ہیں۔

اٹل فیصلہ:۔

ہر کام کے لئے وقت مقرر ہے ۔حضرت ابراہیمؑ کی ولادت نمرود کے زمانے میں ہوئی۔اس (نمرود) کا شمار ان چار بادشاہوں میں ہے جنہوں نے سارے عالم پر غلبہ حاصل کیا۔ان چار میں دو مسلمان تھے اور دو کافر۔مسلمانوں میں حضرت

Marfat.com

سکندر ذوالقرنینؑ اور حضرت سلیمانؑ تھے۔اور کافروں میں ایک بخت نصر اور دوسرا نمرود تھا۔نمرود کے تخت پر بیٹھتے ہی اس کی سلطنت کی حدود وسیع ہونی شروع ہوگئی۔اور اس کی حکومت کا پرچم ہر طرف لہرانے لگا۔اس کے عدل و انصاف کے چرچے روز بروز اطراف واکناف میں پھیلنے شروع ہو گئے،اور انجام کار یہ ہوا کہ شیطان لعین کی صلاحیتیں ابھرنے لگیں۔اسکی مفسدانہ اور باغیانہ طبیعت میں جولانی آئی اور اس نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر نمرود نا مسعود کے دماغ میں خدائی کا خیال فاسد ڈال دیا۔اور نمرود کے دماغ میں خدائی کا خیال روز بروز راسخ ہوتا گیا۔یہاں تک کہ اس نے تمام عوام الناس کو اپنی خدائی کی طرف بلایا۔اس ننگ انسانیت کے حکم سے اس کے مجسمے تیار کر کے عبادت خانوں میں رکھوا دیئے گئے۔تا کہ لوگ اس کے مجسموں کی عبادت کریں اور خدا کی پوجا چھوڑ دیں۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ خدا پرستی کی جگہ بت پرستی رائج ہوگئی۔

پھر اس سرکشی پر خدا کی طرف سے پکڑ کا وقت آیا تو نمرود نے خوفناک و ہولناک خواب دیکھا کہ آسمان پر ایک ستارہ طلوع ہوا۔اس کی روشنی آفتاب کی روشنی پر غالب آگئی اور ایک نوبت ایسی آئی کہ آفتاب کی روشنی اس کے سامنے ماند پڑ گئی۔اس خواب سے نمرود کی کیفیت منقلب ہوگئی۔

دوسری وجہ بھی ایک خواب ہی تھا کہ ایک لشکر آیا اور ان میں ایک شخص نے نمرود کے تخت کو لکڑی سے کھٹکھٹانا شروع کیا،یہاں تک کہ اس کا تخت ٹوٹ گیا۔قابل و لائق منجموں نے جو اس کے دربار سے متعلق تھے بالاتفاق نمرود سے کہا کہ علم نجوم کے اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمہاری حکومت زوال پذیر ہونے والی ہے۔اور یہ ایک ایسے فرزند کی وجہ سے ہوگا جو عزت وعظمت میں منفرد ہوگا۔وہ فرزند اس سال پیدا ہو

Marfat.com

گا۔نئی شریعت عظمیٰ کا پیرو ہو گا۔مخلوق کو اللہ تعالی کی وحدانیت کا درس دے کر بتوں کی عبادت سے روکے گا۔اس کی وجہ سے تمہاری سلطنت کی بنیادیں ہل جائیں گی۔اور اس کی آمد کی وجہ سے حکومت تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

خلیفہ بن عاص جو کاہنوں کا سردار تھا اس نے بڑے زور شور کے ساتھ بادشاہ سے کہا کہ اس خطرہ کا فوری تدارک ضروری ہے۔اور سیلاب کا پانی آنے سے پہلے بند باندھنا ضروری ہے۔نمرود نے کہا کہ اس سلسلہ میں پہلا اقدام یہ کرنا ہے کہ ہم ایک پولیس فورس بنائیں جو اس امر کی نگرانی کرے کہ کوئی مرد عورت کے پاس نہ جا سکے۔اور اس سال میں پیدا ہونے والی تمام لڑکیوں کو باقی رکھا جائے اور تمام لڑکوں کو قتل کر دیا جائے۔یہ مشورہ متفقہ طور پر منظور ہو گیا۔اور اٹھارہ ہزار سپاہیوں کے دستے متعین کر دیئے گئے۔کہ کوئی مرد کسی عورت سے مخالطت نہ کر سکے۔چونکہ آذر (ابراہیمؑ کے والد) نمرود کے دربار کی ایک اہم شخصیت تھے۔اس لئے ان پر کسی نگران کو متعین نہ کیا گیا۔اسی طرح نگران عورتوں کی ایک جماعت حاملہ عورتوں پر متعین کر دی گئی تاکہ وہ بے خوف وخطر ہر گھر میں جا کر ولادت اور اولاد نرینہ کی بابت معلومات و نگرانی کر سکیں۔اس طرح جو بھی عدم سے وجود میں آتا وہ ان عورتوں کی وجہ سے دوبارہ ملک عدم میں چلا جاتا۔تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال اس بدبخت کی وجہ سے ایک لاکھ بچے اس کے ظلم کا شکار ہوئے۔لیکن مشیت ایزدی جب اس بات کی متقاضی ہوئی کہ نطفہ جناب حضرت ابراہیمؑ صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہو،منجم اور کاہن مجتمع ہو کر نمرود کے پاس آئے۔انہوں نے نمرود سے کہا کہ علم نجوم کے حساب سے یہ بات تحقیق کو پہنچ گئی ہے کہ اس مولود کے استقرار حمل کا وقت قریب آ گیا ہے۔اور وہ آج رات رحم مادر میں منتقل ہو جائے گا۔لہذا یہ فیصلہ ہوا کہ آئندہ شب کوئی مرد شہر میں نہ رہے۔اور دن

Marfat.com

نکلنے تک واپس نہ آئے۔اس طرح تمام عورتیں شہر میں رہیں۔اور کسی حالت میں بھی باہر نہ نکلیں۔دروازوں پر ذمہ دار عہدہ داروں کو حفاظت کے لئے متعین کر دیا گیا۔ایک دروازہ پر آذر یا تارخ کی ڈیوٹی لگی۔نمرود بھی اپنے رفقاء کے ساتھ بستر سے باہر چلا گیا۔ادھر عورتیں شہر میں آزادی سے گھومتی پھر رہی تھیں۔جب شام ہوئی اور تاریکیٔ شب کا شامیانہ عروس عالم پر نصب ہو گیا۔اتفاقاً حضرت ابرہیمؑ کی والدہ ماجدہ گھومتی ہوئی اس دروازہ تک آ گئیں جہاں ان کے شوہر اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے تھے۔جیسے ہی ان کی نظر اپنی حسین وجمیل بیوی پر پڑی،محبت کی آگ دل میں بھڑک گئی۔اورشہوت کا شغل فزوں تر ہو گیا۔موقع میسر آ گیا اور بیوی سے اختلاط ہوا اور فطری تقاضا کو پورا کیا۔کارکنان قضاو قدر نے امر الٰہی ''لیقضی اللہ امرا کان مفعولا'' کی تعمیل کی۔اور'' کان عہد اللہ مسئولا'' کے وعدہ کو پورا کیا۔نطفۂ ابراہیمؑ صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہوا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے دوسرے دن منجم روتے پیٹتے نمرود کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ جس اندیشہ کے مطابق یہ تمام انتظام کئے گئے،جس کے لئے فکر و تدبر میں رہے اور ہزارہا لڑکوں کو قتل کرا دیا،مردوں کو گھروں سے نکالا،وہ مقصد پورا نہ ہو سکا۔ظاہر ہوا کہ قدرت کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں اور ان فیصلوں کو شاہی جاہ جلال اور تمام تر مادی قوتیں استعمال کر کے بھی نہیں بدلا جا سکتا۔

اس واقعہ میں ساعات کا خاص کاموں کے لئے مقرر ہونا،اور علم نجوم کی استعداد کا اثبات ہے۔مگر ایک بات یہ بھی ہے کہ قدرت کے کاموں میں کسی علم اور کسی تدبیر کو دخل کی طاقت نہیں۔

Marfat.com

پتھر پہ نام:۔

قومِ لوط پر عذاب کا طریقہ بڑا عبرت آموز اور حیرت انگیز ہے۔سائنس کے پاس اپنی تمام تر ترقی کے بعد بھی اس کا جواب نہیں۔ان آیات کو دیکھئے۔

''تو کہ بھیجیں ہم او پر ان کے پتھر مٹی سے یعنی کنکر۔نشان کئے ہوئے نزدیک رب تیرے کے واسطے حد سے نکل جانے والوں کے۔''(الذریت۔آیۃ ۳۳،۳۴:۳۴)

جب قوم لوط کی سرکشی حد سے بڑھ گئی۔تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ کیا۔نیک بندوں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔اور باقی پر پتھر برسائے گئے ،روایت ہے کہ ہر پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوتھا ،جس کے لئے وہ پھینکا یا مارا گیا۔اور ہر پتھر نے اپنے شکار کو پہچانا۔اور اسی کے سر پر جا کر لگا۔عذاب کے زمانے میں اس قوم کا ایک شخص مکہ میں آیا ہوا تھا ،کہتے ہیں اس کے نام کا پتھر وہاں پہنچا اور اس کے سر پر منڈلاتا رہا۔حرم کعبہ کی وجہ سے وہاں تو اسے کچھ نہ کہا مگر دو چار دن بعد جب وہ واپس ہوا ،اور جونہی حدود حرم سے باہر آیا اس کا پتھر اس کے سر میں لگا اور وہ ڈھیر ہو گیا۔(حاشیہ قرآن۔ترجمہ،شاہ رفیع الدین دہلوی)

ابھی سائنس یا فطرت نے اتنی ترقی نہیں کی کہ کسی کا نام لکھ کر میزائل داغا جائے اور وہ دنیا میں ڈھونڈھ کر اس کو جا لگے ،ہاں گائڈڈ میزائل مقامات کی پہچان کر لیتے ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ زاویہ درست ہو اور دھکیلنے کی قوت دھوکہ نہ دے جائے تو وہ ٹھیک نشانے پر جا اترتے ہیں۔مگر ضروری نہیں کہ مطلوبہ نتائج بھی دیں۔اور اتنا علم اللہ نے اس لئے دیا ہے کہ تا کہ اس کی باتوں کو مانا جائے اور اس کی آیات کو پہچانا جائے۔

Marfat.com

دستِ قدرت:۔

جب فرشتے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے جارہے تھے تو راستے میں وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے ۔آپؑ نے مہمان سمجھ کر ،ان کے لئے گائے کا بچھڑا ذبح کیا اور تل کر ان کے سامنے رکھ دیا۔مگر فرشتوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو آپ ڈرے کہ مہمان کا کھانا نہ کھانا ان کی بری نیت کی دلیل ہوتی تھی۔فرشتوں نے دل کی بات جان لی اور بولے آپ ڈریئے نہیں ہمارے کھانا نہ کھانے کی وجہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں،ہم کھانا نہیں کھاتے ۔اور ساتھ ہی بیٹے کی بشارت دی۔ یہ بات سن کر حضرت ابراہیمؑ کی اہلیہ حضرت سارہ نے حیرت سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا اور بولیں میں بانجھ اس بڑھاپے میں بیٹا جنوں گی؟ اس وقت ان کی عمر کوئی ۹۰ برس تھی۔

"پس آئی بی بی اس کی بیچ حیرت کے پس ہاتھ مارا منہ اپنے کو اور کہا میں بوڑھی ہوں بانجھ،کہا انہوں نے اسی طرح کہا ہے پروردگار تیرے نے تحقیق وہ حکمت والا جاننے والا ہے۔"

ان کی حیرت پر فرشتوں نے کہا ،جناب ہم تو پیغام بر ہیں آپ کے پروردگار نے اسی طرح کہا ہے۔وہ حکمت والا جاننے والا ہے ، کہ کب کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے۔وہ جو چاہے کرسکتا ہے ۔آپؑ کوصرف اس لئے حیرت ہو رہی ہے کہ یہ بات فطرت کے قانون کے بس سے باہر ہے۔مگر وہ سب سے بالا ہے فطرت کا قانون بھی اسی نے بنایا ہے فطرت بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔فطرت اسباب و وسائل کی پابند ہے۔حرکت وعمل کی پابند ہے مگر قدرت صرف اشارہ کرتی ہے ،سوچتی ہے یا ارادہ کرتی ہے ۔جب وہ چاہتی ہے کہ کوئی چیز ہو ،تو وہ ہو جاتی ہے۔اور سچ تو یہ ہے کہ قانون

Marfat.com

فطرت خود مختار نہیں ۔لا حول ولا قوۃ الا باللہ، کسی کو طاقت نہیں اللہ کے سوائے اچھا برا کرنے کی ۔یہی سارا جھگڑا ہے ۔شیطان کہتا ہے آگ جلاتی ہے ۔زہر مارتا ہے۔مگر جب انسان کہتا ہے کہ نہیں کسی کو کوئی طاقت سوائے اللہ کے تو شیطان کو آگ لگ جاتی ہے اور وہ چیختا ہوا بھاگ جاتا ہے۔مگر یہ کہنے کے لئے لفظوں کے ساتھ دل کی گواہی بھی لازم ہے ۔اور دل کی گواہی کے لئے دل کو آ گاہی بھی لازم ہے ،اور آ گاہی کے ساتھ اس دریا میں اتر کر دیکھنا بھی ضروری ہے ۔جب یہ سب منازل طے ہو جائیں اور پھر یہ کہا جائے کہ کسی کو کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کو ۔مجھے اور کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ،نہ خدا سے کہنے کی ضرورت کہ وہ سب جانتا ہے ۔اگر اسے میرا آگ میں جل جانا منظور ہے تو ٹھیک اگر وہ مجھے بچانا چاہے گا ،تو میرے لئے وہی کافی ہے ۔حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔وہی بہتر کارساز ہے ۔یہ گمان بندہ کا اختیار ہے ۔فطرت کے حوالے سے بھی یہ قدرت کا محتاج ہے۔اگر وہ نہ چاہے تو فطرت کے قانون کے خلاف ساری محنت اکارت ۔قدرت کے قانون کے تحت بھی سارا حکم اسی کا ۔وہ چاہے تو بغیر وسائل جو چاہے کر دے۔یہ حقیقت اختیارات کی اصل میں ہوئی۔اب عملی زندگی میں ہم جو کرتے اور جو سوچتے سمجھتے ہیں ۔

''ہر آدمی بیچ اس چیز کے کہ کمایا ہے گرفتار ہے''(القرآن)

اس کی حقیقت کیا ہے ؟اور''یہ کہ نہیں اٹھاتا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا۔اور یہ کہ نہیں واسطے آدمی کے مگر جو کچھ سعی کی ہے۔اور یہ کہ سعی اس کی البتہ دیکھی جاوے گی۔پھر بدلہ دیا جاوے گا اس کو بدلہ پورا۔''(سورۃ النجم۔آیۃ ،۳۸ تا ۴۰)

قرآن پاک کی ان آیات سے یہ ظاہر ہے کہ انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کوشش کی ہے ۔برائی یا بھلائی دونوں میں جو بھی کیا ہے ۔اسی کے کھاتے میں ہے۔

Marfat.com

کسی دوسرے پر وہ بوجھ نہیں لادا جائے گا۔اور پھر یہ کہ بدلہ بھی پورا پورا دیا جائے گا ،اس میں کوئی کمی بیشی یا ہیرا پھیری نہیں ہو گی کہ زیادہ محنت کی کم مزدوری دے دی جائے۔یہاں یہ بات کھول کر بیان کر دی گئی کہ انسان جو کچھ کرتا ہے اس کا پورا پورا معاوضہ اسے دیا جاتا ہے۔اگر کوئی محنت کے بعد یہ شکایت کرتا ہے کہ میں نے تو بڑی محنت کی مگر ملا کچھ نہیں ،تو وہ غلط کہتا ہے۔اس نے جو محنت کی ،اپنی دانست میں کی مگر یہ کہ سعی البتہ اس کی دیکھی جاوے گی۔وہ سعی اللہ کے قانون اور معیار پر پوری اترتی ہے یا نہیں ؟یہ فیصلہ تو اللہ ہی نے کرنا ہے۔تبھی تو اسے بدلہ ملے گا۔وہ سعی کیسے ہو جو اللہ کو پسند ہے؟سے ہم عمل اور قانون عمل کے تحت بیان کریں گے۔یہاں ایک بات کا فیصلہ ہوا کہ انسان کو دنیا میں اس کی محنت کا صلہ ملتا ہے۔اچھا یا برا،جیسا کام ویسے دام۔

عمل:۔

عمل کیا ہے؟مادی نظام میں حرکت کا نام عمل ہے۔یا یوں کہہ لو کہ حرکت ایک لازمی جزوِعمل ہے۔جو آدمی مصروفِ عمل نہیں اس کے لئے بے کار کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔جسم کی حرکت سے کسی کے فعل کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔کوئی پڑھ رہا ہے،کھیل رہا ہے،دوڑ رہا ہے۔لکھ رہا ہے،ہل چلا رہا ہے۔ان سب افعال میں جسم کی حرکت شامل ہے۔زیادہ باریکی میں جانے کی بجائے یوں کہہ لیتے ہیں کہ عام معنوں میں مادی نظام میں حرکت ہی عمل کا دوسرا نام ہے۔اور جسم حرکت کرنے والا ہے۔اس لئے اس میں بدنی قوا کی بڑی اہمیت ہوئی۔اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہی آخری اور پہلی سعی ہے یا اس کے علاوہ بھی کوئی اور صورت سعی کی ہے۔اور وہ معیارِسعی کیا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ سعی اس کی دیکھی جائے گی۔اب اللہ کا دیکھنا معیار کی کس عینک سے ہے؟پہلے ہم اس معیار کو دیکھتے ہیں کہ وہ کیا ہے۔

Marfat.com

معیارِ عمل :۔

غزوہ بدر کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے۔"اور جب وعدہ کرتا تھا تم کو اللہ ایک کا دو جماعتوں میں سے یہ واسطے تمہارے ہے۔اور تم دوست رکھتے تھے یہ کہ بن شوکت والا ہی ہوے واسطے تمہارے۔اور ارادہ کرتا ہے اللہ یہ کہ ثابت کرے حق کو ساتھ باتوں اپنی کے اور کاٹے جڑ کافروں کی۔تو کہ سچا کرے دین کو اور جھوٹا کرے باطل کو اور اگرچہ ناخوش رکھیں گنہگار۔جس وقت فریاد کرتے تھے تم پرور دگار اپنے سے پس قبول کیا واسطے تمہارے یہ کہ میں مدد دوں گا تم کو ساتھ ہزار کے فرشتوں سے پیچھے سے اور لانے والے اور نہیں کیا اس کو اللہ نے مگر خوش خبری اور تو کہ آرام پکڑیں ساتھ اس کے دل تمہارے۔اور نہیں مدد مگر نزدیک االلہ کے سے۔تحقیق اللہ غالب ہے حکمت والا۔جب ڈھانکتا تھا تم کو اونگھ سے امن اس کی طرف سے اور اتارتا تھا اوپر تمہارے آسمان سے پانی تو کہ پاک کرے تم کو ساتھ اس کے اور دور کرے تم سے نجاست شیطان کی۔اور تو کہ باندھ دیوے اوپر دلوں تمہاروں کے اور ثابت رکھے بسبب اس کے قدموں تمہارے کو۔جس وقت وحی پہنچاتا تھا رب تیرا طرف فرشتوں کی یہ کہ میں ساتھ تمہارے ہوں۔پس ثابت رکھو ان لوگوں کو جو ایمان لائے البتہ ڈالوں گا میں بیچ دلوں ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے رعب پس مارو اوپر گردنوں کے اور مارو ان میں سے ہر پورے پر۔" (الانفال۔آیۃ،۷تا۱۲)

آگے فرمایا کہ جب کافروں سے مقابلہ ہوتو پیٹھ نہ پھیرو۔مگر حرفت کرنے والا واسطے لڑائی کے یا جگہ پکڑنے والا طرف جماعت کی۔یعنی جنگی ضرورت کے لحاظ سے ادھر ادھر مڑنا یا آگے پیچھے ہونا اور بات ہے،مگر بھاگنے کی نیت نہیں ہونی چاہیئے۔"پس نہ مارا تم نے ان کو ولیکن اللہ نے مارا ان کو اور نہ پھینکا تھا تو نے جس وقت

Marfat.com

کہ پھینکا تھا لیکن اللہ نے پھینکا تھا۔ تو کہ آزمائش کرے ایمان والوں کی ساتھ نعمت کے اپنی طرف سے آزمائش نیک تحقیق اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔'' (الانفال۔۱۷)

یہاں کئی ایک بنیادی قوانین بیان کئے گئے ہیں اور تفصیل سے سمجھائے گئے ہیں۔ کئی پردے کی باتیں کھولی گئیں ہیں۔ اطمینان قلب، سکون، امن، یعنی کسی قسم کا اضطراب نہیں، ہمت، بہادری، حوصلہ لازم، شیطانی وسوسوں سے بچنا جیسے شک تذبذب، دشمن کی برتری یا افرادی قوت کا خوف نام کی کوئی شے نہیں ہونی چاہیے۔ ان میں سب سے زیادہ جس بات پر زور دیا گیا ہے، وہ ہے اطمینان قلب، فرشتے بھی اسی لئے بھیجے، پانی بھی اسی لئے برسایا کہ شیطان کی نجاست دور ہو اور دل ثابت رہیں۔ گویا اطمینان قلب بنیادی چیز ہے کامیابی کے لئے، شک اور تذبذب زہر قاتل ہے کامیابی کے لئے۔ وسائل واسباب فتح کی بنیاد نہیں۔ فتح تو اللہ کے حکم سے ہے۔ رہی یہ بات کہ جب اللہ ہی کے حکم سے فتح وشکست ہے تو مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ تو یہ تو صرف آزمائش کے لئے ہے، اور آزمائش بھی محض تکلیف یا تنگی دینے کے لئے نہیں بلکہ محبت اور نعمت کے ساتھ ہے۔ اس کے بدلے ہم عطا کریں گے، دنیا میں قوت، حکومت، عزت اور مال ودولت اور آخرت میں جنت۔ وہ اس لئے کہ کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ جناب ان کو یہ انعامات دیئے ہمیں کیوں نہیں دیئے۔ ورنہ سچ تو یہی ہے کہ ہر کام ہمارے حکم سے ہوتا ہے۔ حرکت وعمل کا نظام تو ہم نے بندے کی آزمائش کے لئے بنایا ہے کہ کون کیا کرتا ہے۔ ہمارا شکر اور فرمانبرداری کرتا ہے یا کفر اور ناشکری۔ وہ ہماری بنائی ہوئی تقدیر پر صبر کر کے مزید لیتا ہے یا شکوہ شکایت کر کے اور دکھ بڑھاتا ہے۔ اس میں ایک ذرا سی سوچنے کی بات ہے۔ اس آیت پر غور کیجئے جس میں کہا گیا ہے۔ اور ارادہ کرتا ہے اللہ یہ کہ ثابت کرے حق کو ساتھ باتوں

Marfat.com

اپنی (بکلمتہ) کے۔یہاں ایک بڑے پتے کی بات کھولی گئی ہے، ایسی بات کہ اس سے ایک دروازے کھلے گا ان حقائق کی طرف جس کے لئے پردوں میں بہت کچھ کہا جارہا ہے۔

بے حرکت عمل:۔

ایک اور بھی صورت عمل ہے۔جب ایک انسان کو مچھلی نے نگل لیا تو اس نے کہا،''بے شک تیری ذات پاک ہے اور میں ہی ظالموں سے ہوں''۔اتنا کہنے کی دیر تھی کہ مچھلی کے اندر ایک آگ بھڑکی اس نے سوچا یہ جو شکار تو نے کھایا ہے یہ اس کی وجہ سے ہے۔وہ بھاگم بھاگ کنارے پر آئی اور اسے اگل دیا۔ایک شخص کو میلوں لمبے چوڑے آگ کے الاؤ میں بہت بلندیوں سے پھینک دیا گیا۔اس نے کہا، میرا اللہ میرے لئے کافی ہے اور اچھا کارساز ہے۔اور آگ بجھ گئی۔جلتی ہوئی لکڑیاں پھل دار درختوں میں بدل گئیں۔جن سے کچھ دیر پہلے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے انہیں سے باغ بن گیا۔خوشبودار ہوا آنے لگی اور شاخوں پر پھل لگ گئے۔ایک شخص کی بیماری نے جب بہت زور کیا بستی والوں نے بھی نکال باہر کیا،علاج کی کوئی صورت نہ رہی تو اس نے کہا۔''پکارا اس نے پروردگار اپنے کو یہ کہ ہاتھ لگایا ہے مجھ کو شیطان نے ساتھ ایذا کے اور عذاب کے۔اور پھر کہا کہ'' تو سب رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے''(سورۃ۔ص)،انت ارحم الراحمین۔تو جواب آیا۔''لات مار پاؤں اپنے سے یہ ہے جگہ نہانے کی اور پینے کی۔''(سورۃ۔ص)اس کے بعد بیماری بھی گئی اور جان ومال میں برکت بھی ہوئی۔اتنی کہ پہلے سے بھی زیادہ۔''جب قوم نوح نے جھٹلایا اور ان سے بیہودہ کلامی کرتے ہوئے توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے لگے،اور ان کی برداشت سے باہر ہوئی تو انہوں نے ''پس پکارا پروردگار اپنے کو تحقیق میں مغلوب ہوں پس بدلہ

Marfat.com

لے میرا'' (سورۃ القمر) بس اتنا کہنا تھا کہ آسمان جیسے پھٹ گیا اور زمین پر پانی برسنے لگا۔ جیسے زمین کا سینہ پھٹ گیا اور اس سے پانی کے چشمے ابلنے لگے۔ یہ بھی عمل ہے۔اس میں مادی اسباب و وسائل کا کہیں نام نہیں۔کوئی دنیاوی تدبیر اور جوڑ توڑ نہیں۔مگر نتیجہ یا جزا ایسی خوب ملی کہ سبحان اللہ۔ یہ کوئی ایک آدھ واقعہ نہیں کہ انسان ادھر توجہ نہ کرے۔قوم عاد پر نحس دنوں میں ایسی ہوا چلائی کہ ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔کسی کو پتھروں سے بھس بنا دیا۔کسی کو کڑک نے آلیا۔کسی کو زلزلے نے غرق زمین کردیا۔کسی کو پانی میں غرق کر دیا گیا۔بہت سی قوموں اور افراد کے بہت سے واقعات ہیں۔کسی کا لشکر ذرا ذرا سے پرندوں کے ذریعہ بھس بنا دیا گیا۔کسی کو مچھروں کے عذاب سے ہڈیوں کے ڈھانچہ میں بدل دیا۔بغیر حرکتِ بدن اور وسائلِ مادی کے عمل ،یہ دعا کا عمل ہے۔اور اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ،اس لئے کہ یہ کوئی اتفاقی شے نہیں کہ ایک آدھ واقعہ اتفاق سے ہو گیا۔بے شمار واقعات ہیں۔بہت سوں کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔بہت سے ان کے علاوہ بھی ہوں گے جن کا ذکر نہیں کیا گیا۔تو گویا عمل دو طرح کا ہوا۔ایک مادی وسائل اور بدنی حرکت کے ذریعے اور دوسرا دعا کی صورت میں۔پہلے کو ہم فطرت سے مدد اور دوسرے کو قدرت سے مدد کا نام دے سکتے ہیں۔

فطرت سے مدد:۔

کارخانہ عالم ایک نظم فطرت کے تحت چل رہا ہے۔فطرت کی ایک حد مقرر ہے، وہ اس مقرر کی ہوئی حد سے باہر نہیں جاسکتی۔اس سے مدد لینا ایک مجبور اور کمزور شے سے مدد مانگنا ہے ،اس پر تکیہ اور بھروسہ کرنا قدرت کو ناپسند ہے۔اسی کے لئے کلمہ طیبہ میں ''لا'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔اور۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھی اسی کی نفی کرنا ہے۔تو کیا قدرت فطرت کی نفی کرتی ہے۔اور انسان کو اس کا باغی بناتی ہے۔نہیں ایسا

Marfat.com

نہیں،قدرت کے اکثر کام بلکہ بہت زیادہ کام فطرت کے پردے میں ہوتے ہیں۔مگر اسے یہ گوارہ نہیں کہ فطرت کو قدرت کا مقام دے دیا جائے۔بس اتنا فرق رکھنا ہے۔ یہی منشاءِ قدرت ہے۔جب انسان وسائل واسباب پر بھروسہ کرتا ہے۔اور انہیں بروئے کار لاتا ہے تو گویا ایک طرح وہ فطرت کو اپنی مدد کے لئے پکارتا ہے،اور مدد کے لئے کمزور شخص ہی دوسرے کو پکارتا ہے۔جو اسے مشکل سے نکال سکے۔یہی بات قدرت کو پسند نہیں کہ جس انسان کو اس نے سب پر حاکم اور سب سے طاقتور بنایا ہے،وہ خود اپنے اختیار وعظمت کی توہین کرے۔اللہ کہتا ہے مجھ سے مانگو اور کسی کے آگے مت جھکو۔

قدرت سے مدد:۔

دعا قدرت سے مدد مانگنا ہے،یہ ایک عمل ہے کیونکہ جزا عمل ہی کی ملتی ہے اور ہم نے دیکھا کہ دعا کی جزا ایسی ملتی ہے کہ فطرت حیران رہ جاتی ہے۔دعا ایک بھاری عمل ہے۔

دو رخ:۔

پیدا کرنے والے نے اس کائنات کی ہر شے کو دو رخوں پر پیدا کیا ہے،ایک ظاہری رخ اور ایک باطنی رخ ،بالکل اسی طرح جیسے ہر شے کا جوڑا پیدا کیا گیا ہے۔ظاہری رخ کا نظام انسان کو اتنا مکمل اور کافی دکھائی دیتا ہے کہ اسے باطنی نظام کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔اس ظاہری ،مادی نظام میں اتنا تنوع اور اتنی رنگا رنگی ہے کہ نگاہ کو اس کے نظاروں ہی سے فرصت نہیں ملتی۔اس میں تہہ در تہہ اتنے دلکش اور دلچسپ مناظر پوشیدہ ہیں کہ ایک کے بعد دوسرے کو کھوجنے ،اسے دیکھنے،اس کا جائزہ لینے ،اور اس کے فوائد ونقصانات کو سمجھنے ،اس کے حسن وقبح پر غور

Marfat.com

کرنے کے لئے کئی عمریں چاہئیں۔ اور جب وہ اتفاق سے دوسرے رخ کا ذرا سا جلوہ دیکھ لیتا ہے تو پھر اسی میں گم ہو کر رہ جاتا ہے، اور واپسی کا نام نہیں لیتا۔ مگر جب ان حقائق کو وہ دوسروں پر کھولنا چاہتا ہے تو کم لوگ اس کی طرف دھیان دیتے ہیں۔ دنیا کے اس دوسرے رخ کو مادہ پرست ذہنوں نے کئی نام دے رکھے ہیں۔ ان میں ،توہم پرستی ایک ایسا نام ہے جو ہر دور میں رائج رہا ہے۔ جھوٹ ،فراڈ ، ڈھونگ ، ڈھکوسلا ، ذہنی خرابی ،نفسیاتی مرض ،ڈرامہ بازی ،غرض یہ کہ اس دوسرے رخ کے لئے بزعمِ خویش ترقی پسندوں نے اپنی پسند کے مطابق ،اپنے ذوق کی تسکین کے لئے کئی نام تراش رکھے ہیں۔ اس علم اسرارِ تکوینیہ کا جائزہ ہم قرآن حکیم کی روشنی میں لیتے ہیں۔ کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ کچھ ہے بھی یا نہیں۔ یہاں ہم سورۃ الکہف سے کچھ آیات کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ ان کا نزول اس واقعہ سے متعلق ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن ایک مجمع سے خطاب فرما رہے تھے۔ کہ کسی نے سوال کیا کہ اس وقت سب سے بڑا عالم کون ہے؟ آپؑ نے منصب رسالت کے پیش نظر فرمایا، مجھ سے بڑا عالم اس وقت کوئی نہیں۔ اس بات پر خلاق عالم نے اپنے کارخانہ مشیت کا ہلکا سا پردہ اٹھا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھوڑی سی جھلک دکھانے کے لئے کہ یہاں شب و روز جو ہو رہا ہے، ان کا باطن ظاہر سے کتنا مختلف ہے۔ حکم دیا ،اے موسیٰ آپ مجمع البحرین (دو دریاؤں کا سنگھم) پر میرے بندے خضرؑ سے ملیں۔ موسیٰؑ ارشاد ربانی کی تعمیل میں اپنے خادم یوشع بن نون کی رفاقت میں زاد راہ کے ساتھ ایک بھنی ہوئی مچھلی لے کر چل پڑے۔ اور فرمایا کہ میں اپنا سفر اس وقت تک جاری رکھوں گا جب تک منزل مطلوب پر نہ پہنچ جاؤں۔ خواہ کتنے ہی سال لگ جائیں۔ آپ کے خادم یوشع نے کہا میں بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

Marfat.com

''اور جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے واسطے جوان اپنے کے کہ نہ ٹلوں گا یہاں تک کہ پہنچوں میں جگہ ملنے دو دریا کی۔ یا چلا جاؤں برسوں تلک۔ پس جب پہنچے دونوں جگہ ملنے کی درمیان ان دونوں کے، بھول گئے مچھلی اپنی۔ پس پکڑی اس نے راہ اپنی بیچ دریا کے خشک۔ پس جب گزر گئے اس سے، کہا واسطے جوان اپنے کے، دے ہم کو کھانا ہمارا صبح کا۔ البتہ ملے ہم اس سفر اپنے سے رنج کو۔ کہا کیا دیکھا تم نے، جب جگہ پکڑی تھی ہم نے طرف پتھر کی، پس تحقیق میں بھول گیا مچھلی کو۔، اور نہ بھلا دی مجھ کو وہ مچھلی مگر شیطان نے۔ یہ کہ ذکر کروں اس کا، اور پکڑی اس نے راہ بیچ دریا کے عجیب۔ کہا یہی ہے جو کچھ تھے ہم چاہتے۔ پس پھرے دونوں اوپر نشانوں پاؤں اپنے کے نقش دیکھتے۔ پس پایا ایک بندے کو بندوں ہمارے سے کہ دی تھی ہم نے اس کو رحمت نزدیک اپنے سے۔ اور سکھایا تھا ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم۔ کہا واسطے اس کے موسیٰ نے کیا پیروی کروں میں تیری اوپر اس کے کہ سکھاوے تو مجھ کو اس چیز سے کہ سکھایا گیا ہے تو کچھ بھلائی۔ کہا تحقیق تو ہرگز نہ کرسکے گا ساتھ میرے صبر، اور کیونکر صبر کرے گا تو اوپر اس چیز کے کہ نہیں گھیرا تو نے اس کو سمجھ سے۔ کہا البتہ پاوے گا تو مجھ کو اگر چاہا اللہ نے صبر کرنے والا۔ اور نہ نافرمانی کروں گا میں واسطے تیرے کسی حکم کی۔ کہا پس اگر پیروی کرے تو میری پس مت سوال کیجیو مجھ سے کسی چیز سے یہاں تک کہ شروع کروں میں واسطے تیرے اس کا مذکور پس چلے دونوں، یہاں تک کہ جب سوار ہوئے بیچ کشتی کے پھاڑا اسکو، کہا کیا پھاڑا تو نے اسکو تو کہ ڈبا دیوے لوگوں اسکے کو البتہ تحقیق لایا تو ایک چیز بھاری۔ کہا، کیا نہ کہا تھا میں نے یہ کہ تو ہرگز نہ کرسکے گا ساتھ میرے صبر۔ کہا مت پکڑ مجھ کو ساتھ اس چیز کے کہ بھول گیا میں اور مت ڈال اوپر میرے کام میرے سے تنگی یعنی دشواری پس چلے دونوں یہاں تک کہ جب ملے ایک لڑکے سے پس مار ڈالا اسکو کہا

Marfat.com

کیا مار ڈالا تو نے جان پاک کو بغیر بدلے جان کے۔البتہ تحقیق لایا تو چیز بڑی، کہا کیا نہ کہا تھا میں نے تجھ کو تحقیق تو ہرگز نہ کر سکے گا ساتھ میرے صبر، کہا اگر سوال کروں میں تجھ سے کوئی چیز پیچھے اس کے پس مت صحبت میں رکھیو مجھ کو تحقیق پہنچا تو میرے پاس سے عذر کو پھر چلے دونوں یہاں تک کہ جب آئے لوگوں کے پاس ایک گاؤں کے کھانا مانگا لوگوں اسکے سے پس انکار کیا انہوں نے یہ کہ ضیافت کریں ان کی پس پائی دونوں نے بیچ اس کے ایک دیوار چاہتی تھی یہ کہ ٹوٹ جاوے پس سیدھا کھڑا کر دیا اسکو کہا اگر چاہتا تو البتہ لیتا اوپر اس کے مزدوری کہا یہ جدائی ہے درمیان میرے اور درمیان تیرے اب خبر دوں گا میں تجھ کو ساتھ حقیقت اس چیز کے کہ نہ کر سکا تو اوپر اس کے صبر۔اے پر کشتی پس تھی واسطے فقیروں کے محنت کرتے تھے بیچ دریا کے پس ارادہ کیا میں نے یہ کہ عیب ڈال دوں اس میں اور تھا پرے ان کے ایک بادشاہ لے لیتا تھا ہر کشتی کو چھین کر۔اور اے پر لڑکا پس تھے ماں باپ اسکے ایمان والے پس ڈرے ہم یہ کہ گرفتار کرے ان کو سرکشی اور کفر میں پس ارادہ کیا ہم نے یہ کہ بدلہ دیوے ان کو رب ان کا بہتر اس سے پاکیزگی میں اور نزدیک تر مہربانی میں۔اور اے پر دیوار پس تھی واسطے دو لڑکوں یتیم کے بیچ شہر کے اور تھا نیچے اس کے گنج واسطے ان دونوں کے اور تھا باپ ان دونوں کا نیک بخت پس ارادہ کیا رب تیرے نے یہ کہ پہنچیں جوانی اپنی کو اور نکالیں گنج اپنا رحمت پروردگار اپنے سے۔اور نہیں کیا میں نے یہ کام اپنے حکم سے یہ ہے حقیقت اس چیز کی کہ نہ کر سکا تو اوپر اس کے صبر"۔(القرآن، الکہف)

ان آیات میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ان کے ظاہری پہلو کچھ اور ہیں اور باطنی پہلو کچھ اور۔ہم نتائج کا ظاہری پہلو دیکھتے ہیں۔کیونکہ ہماری آنکھیں وہی دیکھیں گی جو وہ دیکھ سکتی ہیں، ہماری فہم و دانش، ہمارا علم، ہمارا تجربہ، ہماری بصیرت اور

Marfat.com

ہمارا شعور ہمیں نتائج کی وہی تصویر بنا کر دکھائے گا جو آنکھوں نے دیکھا، جو کانوں نے سنا، جیسے ہمارے حواس نے محسوس کیا۔ اگر ہمارے حواس کی تربیت صرف ظاہری رخ پر ہے، تو یقینی بات ہے کہ وہ باطنی رخ کا ادراک نہیں کریں گے، چاہے ہم ظاہری رخ کو دیکھنے میں کتنے ہی تیز کیوں نہ ہوں۔ ان آیات میں کشتی کا ناقص ہونا اور بچے کا مارا جانا، دونوں واقعات ایسے ہیں کہ کشتی کا مالک اور بچے کے والدین دونوں نے ان واقعات کو بدقسمتی پر محمول کیا ہوگا۔ کیونکہ واقعات کے ظاہری رخ کا یہی تقاضا تھا۔ گرتی ہوئی دیوار کی بلا معاوضہ تعمیر پر لوگوں کا ردعمل بھی ملا جلا ہوگا۔ اس لئے کہ حقیقت حال سے کوئی بھی باخبر نہیں تھا۔ ان واقعات سے ایک بات ضرور سمجھ آتی ہے، کہ بظاہر مشکلات اور نقصانات میں اللہ کی جانب سے بندے کے لئے کوئی بھلائی ضرور پوشیدہ ہوتی ہے۔ اور بے صبری کا مظاہرہ کرنے سے انسان اچھے ثمرات سے محروم رہ جاتا ہے۔ ہر کام میں اللہ تعالی کی کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ ہر کام اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اب ایک بات جو ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ کون سا علم ہے جس کے ذریعے ہم واقعات کا دوسرا رخ دیکھ سکتے ہیں۔ اور اسے کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟ اس کو ''علم اسرار تکوینیہ'' کہتے ہیں۔ اس کی پہنچ صرف یہیں تک نہیں بلکہ اس کا دائرۂ کار ہمہ جہت ہے۔ اسکا پتہ بھی ہمیں قرآن کریم ہی سے چلتا ہے۔ یہ علم صرف خبر تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ اس میں بہت ہی عجیب وغریب قوتیں ہیں۔ یہ بہتے دریاؤں کو چیر کر راستہ بنا سکتا ہے۔ یہ ملکہ سبا بلقیس کے بھاری بھرکم جڑاؤ تخت کو ایک اشارے میں حضرت سلیمانؑ کے دربار میں اٹھا کر لا سکتا ہے۔ موسیٰؑ کی قوم پیاس محسوس کرے تو اس کے ذریعے پتھر سے چشمے بہائے جاسکتے ہیں۔ یہ علم حاصل کرنا بہت مشکل بھی نہیں، بہت آسان بھی نہیں۔ مگر اللہ کی رضا کے ساتھ۔ وہ لوگ جو اسے تسلیم نہیں کرتے، اگر وہ اسے

Marfat.com

جاننے کی سنجیدہ کوشش کریں تو اپنی رائے بدل دیں گے۔

فیصلہ:۔

قرآن و احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تقدیر کا وجود ہے عالم ارواح میں یوم الست، تمام ارواح سے وعدہ لینا، انبیاء کرام سے آپ ﷺ کی نبوت پر اقرار، آدمؑ کی خلافت کا فیصلہ، جنت سے نکال کر زمین پر بھیجنے کا فیصلہ، حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھوں نمرود کی تباہی، یوسفؑ کو حکومت و حکمت، موسیٰ کے ہاتھوں فرعون کی تباہی، فتح بدر، فتح مکہ، رومیوں کی فتح کی پیشین گوئی، دین اسلام کا غلبہ اور بہت سے دوسرے واقعات اس بات کی شہادت ہیں کہ جو ہو رہا ہے، وہ پہلے سے طے ہے۔ ماورائی علوم بھی اسی بات کی تائید کرتے ہیں۔ وہ بھی لکھی ہوئی تقدیر ہی کا حال بتاتے ہیں۔ تقدیر انسان پر جبر ہے یا اس کے لئے معاون و مددگار۔ یہ ایک الگ موضوع ہے۔ ہمارے خیال میں تقدیر کو ماننے والا خوف اور تذبذب کی دلدل سے نکل جاتا ہے۔ بے دھڑک آگ میں کود جاتا ہے۔ اس یقین پر کہ ہوگا تو وہی جو ہونا ہے پھر خوف اور گھبراہٹ کیسی۔ آگ کو گلزار ہونا ہوگا تو ضرور ہوگی۔ اس کی مجال نہیں کہ بغیر خدا کے حکم کے ایک بال کو بھی تپش پہنچائے۔ یہ یقین و عشق سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی قدر و قیمت بہت ہے۔ پھر اس سے بہتر کون ہوگا۔

''اور کون ہے بہتر دین میں اس شخص سے کہ مطیع کرے منہ اپنا واسطے اللہ کے اور وہ نیکی کرنے والا ہو۔ اور پیروی کرے دین ابراہیم حنیف کی۔ اور پکڑا ابراہیم کو اللہ نے دوست۔ اور واسطے اللہ کے ہے، جو کچھ بیچ آسمانوں کے اور جو کچھ بیچ زمین کے ہے۔ اور ہے اللہ ساتھ ہر چیز کے گھیرنے والا۔'' (سورۃ النساء۔ ۱۲۵، ۱۲۶)

اللہ کسی کو دوست کیسے بناتا ہے؟ تو پوری شریعت محمدی ﷺ اسی دوستی کا

Marfat.com

پروگرام ہے۔اس سے ایک بات یہ کھلی کہ مادی وسائل کی خاصیت اور قوت کو قدرت جب چاہے تبدیل کر سکتی ہے۔اور آخری حکم اللہ کا ہے۔تقدیر کہاں کہاں تحریر ہے۔نجوم و بروج میں، ہاتھوں کی لکیروں میں، اعداد میں، حروف کتاب میں اور جسمانی نقوش کی صورت میں۔پھر اس پر غور کریں کہ یہ دنیا اور اس دنیا کی ہر شے کہیں ایک تحریر ہی تو نہیں۔بقول حضرت علامہ اقبال۔کہ بندۂ مومن ع

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

تقدیر لفظوں کا لباس پہنتی ہے۔دعا بھی الفاظ ہی ہیں جس سے آسمانوں سے پتھر برسنے لگتے ہیں،تندوروں سے چشمے ابلنے لگتے ہیں،پانی پھٹ کر راستہ دے دیتا ہے،پتھر سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں،آسمان سے من وسلوی نازل ہوتا ہے،تخت بلقیس پلک جھپکتے میں دربارِ سلیمانی میں آموجود ہوتا ہے۔یہ سب کچھ اس قادرِ مطلق کے حکم سے ہوتا ہے،جس سے مادی خواہشات ولذات نے انسان کو دور کر دیا ہے۔وہ تقدیر کی کھوج میں تو ہے،اس تقدیر بنانے والے اور بدلنے والے کی طرف دھیان نہیں دیتا جس کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے۔یہ بم اور میزائلوں سے تو خوف زدہ ہے اللہ کی پکڑ سے نہیں ڈرتا۔تقدیر کو بدلنے کے لئے کون سے قوانین اللہ نے بنائے ہیں۔ایک سعی ہے،جو اصول فطرت کے تحت ہے۔ایک سعی ہے،جو روح سے متعلق ہے۔اس پر گفتگو سے پہلے ہم ایک مشاہدہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ایک مشاہدہ:۔

ہمارے ایک دوست ہیں جو روحانیت سے شغف رکھتے ہیں۔ایک دن باتوں باتوں میں بات چل نکلی تو میں نے کہا کہ میں تقدیر سے متعلق ایک کتاب لکھ رہا ہوں۔وہ کہنے لگے کہ اس موضوع کو کیوں چھیڑ رہے ہو۔میں نے بتایا کہ آج کا انسان اور خاص

Marfat.com

کرامتِ مسلمہ کا حال دیکھ کر دل بہت دکھتا ہے۔ خوف اور بے یقینی نے اس امت کو ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔ میں اس کتاب میں یہ سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ دشمنوں سے اس لئے ڈرنا کہ وہ طاقت ور ہیں اور تمہیں کوئی نقصان پہنچائیں گے یا تمہیں کوئی فائدہ دیں گے، یہ مسلمانی نہیں۔

"وہ لوگ جو پکڑتے ہیں کافروں کو دوست سوائے مسلمانوں کے آیا چاہتے ہیں نزدیک ان کے عزت۔ پس تحقیق عزت واسطے اللہ کے تمام۔ اور تحقیق اتارا اوپر تمہارے بیچ کتاب کے یہ کہ جب سنو تم نشانیوں اللہ کی کو کہ کفر کیا جاتا ہے ساتھ ان کے اور ٹھٹھا کیا جاتا ہے ساتھ ان کے پس مت بیٹھو ساتھ ان کے یہاں تک کہ بحث کریں بیچ بات کے سوائے اس کے، تحقیق تم اس وقت مانند ان کے ہو۔ تحقیق اللہ جمع کرنے والا ہے منافقوں کو اور کافروں کو بیچ دوزخ کے سب کو" (النساء۔ ۱۳۹، ۱۴۰)

ان آیات میں جذب و اخراج کا ایک بہت ہی اہم قانون بیان کیا گیا ہے۔ جس کا ہماری زندگی پر بہت ہی گہرا اثر پڑتا ہے۔ مادی قانون میں گرمی سردی اور خوشبو اور بدبو سے اس کی مثال دی جاسکتی ہے۔ غیر مادی زبان میں خوشی غم اور خوف کے پیغامات سے بات سمجھی جاسکتی ہے۔ کہ انتہائی اور اچانک خوف یا حادثہ کی صورت پیش آئے تو ہمارے اعصاب مفلوج ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات ہم میں ہلنے اور حرکت تک کرنے کی ہمت اور قوت نہیں رہتی، ردِ عمل اور مقابلہ تو دور کی بات ہے۔ جنگ کے دوران اسی قانون کے پیشِ نظر ہر فریق اپنی فتح کے جھوٹے سچے دعوے کرتا ہے۔ تاکہ فوج کا حوصلہ بلند رہے۔ یہ حوصلے کا وہی قانون ہے جس کے متعلق قرآن پاک میں ہے، کہ اگر تم ہمت اور حوصلے سے لڑو گے تو تمہیں اپنے سے دس گنا قوت پر فتح دی جائے گی۔ اور اب اس میں کمی ہوئی تو اس ہمت کے اعتبار سے دوگنا دشمن پر فتح

Marfat.com

دے دی جائے گی۔ یہ قرآن کے وہی قوانین ہیں جنہیں ہم بھول بیٹھے ہیں اور ہمارے دشمن نے انہیں یاد کر لیا ہے۔ ہاں تو بات چل رہی تھی اس دوست کی اور تقدیر کی۔ وہ کہنے لگا ''آپ نے عالم بالا میں جا کر کبھی دیکھا ہے کہ تقدیر کیا ہے، کہاں رہتی ہے اور کیسے بدلتی ہے؟'' میں نے کہا۔ ''میں اس کتاب کو مشاہدات سے ہٹ کر قرآن و احادیث اور دوسرے ماورائی علوم کی روشنی میں لکھ رہا ہوں۔ مشاہدات کی بات کو لوگ کئی طرح سے لے سکتے ہیں۔'' وہ کہنے لگے یہ بھی ٹھیک ہے، مگر اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ فتوے جاری کرنے والے اسی انتظار میں بیٹھے ہوتے ہیں کہ کہ کسی کو پھنسا لیا جائے۔ ویسے میں نے دیکھا ہے۔ تقدیر کہاں ہوتی ہے اور کیسے جاگتی ہے۔ ایک دریا ہے بہتا ہوا، اس کے کنارے ایک شخص بیٹھا ہے۔ وہ اس دریا کا نگران ہے۔ اس دریا کی سطح پر لوگوں کی تقدیریں سوئی ہوئی ہیں۔ عجیب حیرت کی بات ہے کہ دریا پوری طرح رواں ہے مگر اس کی سطح پر سوئی ہوئی لوگوں کی تقدیریں ایک جگہ ساکت ہیں۔ پانی انہیں بہا کر ساتھ نہیں لے جا رہا۔ وہ نیند کی حالت میں ہیں۔ ایک شخص آتا ہے، وہ ایک سوئی ہوئی تقدیر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں اسے لے جانے آیا ہوں، وہ اسے کوئی پروانہ سا دیتا ہے۔ وہ نگران اسے لے جانے کی اجازت دے دیتا ہے۔ ابھی وہ لے کر دریا کے کنار سے ذرا دور ہی ہوتا ہے کہ ایک ارنا بھینسا قسم کی چیز اسے گھیر لیتی ہے۔ وہ ریت کا ایک بڑا صحرا ہے، جس میں بھول بھلیوں کی طرح ریت کے اونچے نیچے ٹیلے ہیں۔ تقدیر کو لے کر جانے والا اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ ریت کے ٹیلوں کے پیچھے چھپ کر ادھر ادھر بھاگ کر خود کو اور تقدیر کو جو اس نے اپنے کندھے پر اٹھائی ہوتی ہے بچانے کر لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ مقابلہ ایک خاص حد کے اندر ہوتا ہے۔ جب اس حد سے وہ باہر آ جاتے ہیں تو پھر وہ بھینسا ان کو جانے دیتا ہے

Marfat.com

اور کچھ نہیں کہتا، مگر، اگر اس سے پہلے پکڑا جائے تو پھر دونوں کو رگڑ کر رکھ دیتا ہے۔ ان کا بھرکس نکال دیتا ہے۔ یوں سمجھو کہ کچومر نکال دیتا ہے۔ پھر دونوں نہیں بچتے۔ اور پھر دیکھا کہ بیدار تقدیریں ایک دوسرے مقام پر ہیں۔ ان کی حالت یہ ہے کہ ایک نصف قوس پر دونوں پاؤں ادھر ادھر ٹکائے جیسے کوئی پلاسٹک کا کھلونا دائیں بائیں جھولتا رہتا ہے، اسی طرح ہو بہو وہ مستقل حرکت میں رہتی ہیں۔ یہ بیدار قسمتیں ہیں۔ جن کی یہ قسمتیں ہیں، وہ لوگ دنیا میں خوب پھلتے پھولتے اور ترقی کرتے ہیں۔ یہ میں نے دیکھا، اور ایسا ہی ہے۔ اوپر تقدیر کا یہی حال ہے۔ وہاں دیکھ کر ہم بتا سکتے ہیں کہ کسی کی تقدیر سوئی ہوئی ہے یا جاگ رہی ہے۔"

بات اس دوست کی سیدھی اور سمجھ آنے والی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اس کی تھوڑی سی اور وضاحت کریں کہ وہ دریا کیا تھا؟ کنارے پر بیٹھا ہوا صاحب کون تھا؟ جو لینے آیا تھا وہ کون تھا؟ اور جو راستہ روک رہا تھا وہ کون تھا؟ اس پر میرا دوست کہنے لگا۔ "یہ میں نے نہیں پوچھا، بس یہ منظر مجھے دکھایا گیا۔ جو میں نے آپ کو بتا دیا۔" میں نے ہنس کر کہا یہ تو ضرور پوچھنا چاہیئے تھا۔ اس کے بغیر کوئی کیا سمجھے گا اور اس سے کیا فائدہ اٹھائے گا۔ کہ تقدیر کو کیسے جگایا جائے۔" اس نے کہا یہ بات نہ میں نے پوچھی نہ وہاں کسی نے مجھے بتائی اس لئے میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، کہ غلط پر سخت پکڑ ہے۔" میں نے کہا کہ اگر میں یہ کہوں وہ دریا وقت کا دریا تھا جو روانی سے بہہ رہا تھا، مگر تقدیروں کو حرکت نہیں دے رہا تھا کہ وہ سو رہی تھیں۔ اور وہ نگران جو دریا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا، فرشتہ تھا جو اللہ کے حکم سے تقدیر لکھتا ہے۔" اس نے کہا کہ بات بنتی ہے اور سمجھ آتی ہے۔ مگر اس پر میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اگر ہم اس حدیث پاک کی روشنی میں دیکھیں کہ

Marfat.com

''اللہ بندے کے گمان کے ساتھ ہے''

تو وہ گمان تھا جو تقدیر کو جگا کر لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔اور جو اس کا راستہ روک رہا تھا وہ رکاوٹیں اور نامناسب حالات تھے،جن سے وہ بچ کر گزر جانا چاہتا تھا۔''اس دوست نے کسی بات کا انکار نہیں کیا۔مگر پر زور تائید بھی نہیں کی کہ وہ اس سے آگے کوئی بات اپنے پاس سے کہنا نہیں چاہتا تھا جو اس نے دیکھا۔دعا بھی تقدیر کو جگاتی ہے۔مگر دعا کی قبولیت کے بعد جب اجازت جاگنے کی مل گئی تو پھر روکاوٹیں خود بخود دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔سعی و عمل بہر حال اس میں بھی ہے۔جیسے اولاد کی دعا کے ساتھ شادی ہونا بھی لازمی ہے۔منزل پر پہنچنے کے لئے سفر ضروری ہے۔ہمارے خیال میں گمان کا قانون سب کے لیے ہے۔اور دعا خاص بندگانِ خدا کے لئے۔گمان میں پوری محنت اور جہد ہے۔دعا کے بعد اس کی سختی میں کمی آجاتی ہے اور آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔اس کے کم اسباب و وسائل ہی کو اللہ کافی بنا دیتا ہے۔جیسے قرآن پاک میں ہے کہ اگر بارش نہ ہو تو شبنم ہی کافی ہے کہ اس باغ کو ہرا بھرا رکھے۔

اس دوست نے اپنے کافی مشاہدات مجھے بتائے مگر ان کا تعلق چونکہ تقدیر سے نہیں اس لئے ان پر پھر کہیں موقع کے مطابق گفتگو ہوگی۔

ہمارا موضوع ہے''تقدیر کیسے بدلتی ہے''۔اس کے لیے ضروری تھا کہ انسان کی حقیقت پر بات کی جائے کہ اس حقیقت سے پردہ اٹھنے کے بعد ہی ہم یہ جان سکتے ہیں کہ انسان میں کیا کیا قوتیں ہیں اور انہیں وہ کیسے بروئے کار لا سکتا ہے۔مگر اب تک جو ہم نے کہا ہے اس سے انسان کی حیثیت پوری طرح واضح نہیں ہوئی۔اس کے لئے ہم پھر قرآن کریم اور اولیاء کرام اور صوفیا حضرات کے مشاہدات کی مدد لیتے ہیں۔سائنس تو خود ہی اپنے نظریات کی تردید کرتی رہتی ہے اس لئے قابل اعتبار نہیں۔اگرچہ

Marfat.com

سائنس دان حقیقت کی وادیوں کی خوشبو سونگھنے لگے ہیں۔مگر ہم ان کی بات سنیں گے جو اس وادی کی سیر کر آئے ہیں یا اس میں سیر کر رہے ہیں اور اپنی بات کو بدلتے بھی نہیں ۔ بلکہ سائنس ان کی کسی نہ کسی طرح تصدیق کرنے پر مجبور ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ یہ لوگ ہماری آیات پر غور کیوں نہیں کرتے ۔ یہ آیات کائینات میں بھی پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے جسموں کے اندر بھی ہیں۔کائینات میں جو آیات ہیں اظہر من الشمس ہیں۔ انسان مٹی کا خلاصہ ہے۔سائنس اس نظریے پر قرآن پاک سے متفق ہے ۔اگرچہ اس کے اختلاف سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کہ سچائی بہرصورت سچائی ہے۔صرف ترقی پسند ذہنوں کی تسلی کے لئے ہم نے اس کا ذکر کر دیا۔انسان کی ظاہری حقیقت کے علاوہ اور کیا اسرار اس کی ذات میں پوشیدہ ہیں۔حضرت مولانا ملا معین واعظ الکاشفی الہروی رحمہ اللہ اپنی کتاب معارج النبوت میں جس کا ترجمہ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی نے کیا ہے۔صفحہ ٦٩ پر فصل اول میں ''تحمیدات'' کے عنوان کے تحت تحمید اول میں لکھتے ہیں۔

''وہ حمد جو صانع قدرت کے نقاش نے اپنے فضل ربانی کی بارگاہ میں وجود انسانی کے درو دیوار پر اسرار و معانی کے نقوش بنا کر نقش کی ہے۔'' یہ انسان کی حقیقت اور اصلیت کی جانب ایک نہایت لطیف، خفیف،ایک واضح اور کھلا بیان ہے۔جو نہیں جانتے ان کے لئے یہ ایک مبہم ،پوشیدہ اور جو جانتے ہیں ان کے لئے صاف اور مکمل ہے۔ہم اس کی وضاحت یوں کر سکتے ہیں کہ انسان سراپا تحریر ہے۔

اس ایک فقرے میں اس مرد حقیقت شناس نے کس قیامت کے اسرار کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ یہ قابل غور ہے۔اس پر بات کرنے سے پہلے ہم انہی کے لفظوں میں اس کے استعمال کا طریقہ بتاتے ہیں۔

Marfat.com

''اے درویش اپنے خیالات کی باگ ڈور حالات کے ہاتھوں کیوں دے رہا ہے۔اور دنیا کے لہو ولعب پر کیوں اعتماد کرتا رہتا ہے۔یہ ساری چیزیں فانی ہیں۔ان سے دل اٹھا لے۔اور خدا پر اعتماد و بھروسہ کر،تمام سے ٹوٹ کر اللہ سے مل جا،وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا،وہ بقا کا چہرہ کسی وقتی حادثہ سے زخمی نہیں ہوتا''۔

قرآن میں ہے کہ اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔اسی کی طرف رجوع کرو۔اوراس طرح رجوع کروجیسا رجوع کرنے کا حق ہے۔

حکایت:۔

ایک دن مجنوں عشق ومحبت کے جوش میں کوچہ لیلیٰ میں جا پہنچا،اس وقت اس کے سینے میں آتش عشق کے شعلے بھڑک رہے تھے اور دماغ میں محبوب کے مشاہدہ کا شوق سمایا ہوا تھا۔مستانہ وار ہر درو دیوار پر بوسہ دیتا جاتا۔ہر سنگ وخشت پر سجدہ کرتا جاتا۔آنکھوں سے خون کے آنسو بہہ رہے تھے۔اور سینۂ سوزاں سے آہیں نکل رہی تھیں۔لوگوں نے پوچھا،مجنوں!یہ کام درو دیوار سے نہیں ہوسکتااور(زنگ آلود)آئینہ میں چہرہ نہیں دیکھا جا سکتا۔درو دیوار کو چومنا،درد سے رونا،زمین پر منہ رکھنا خاکِ راہ کو چہرے پر ملنا،آخرکس لئے؟مجنوں نے قسم کھا کر کہا۔لوگومیں نے جب سے کوئے لیلی میں قدم رکھا ہے مجھے یہاں لیلیٰ کے سوا کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی۔

من نہ دیدم درمیان کوئے او در درودیوار الا روئے او
بوسہ گر بر درنہم لیلی بود خاک اگر برسر کنم لیلی بود
کوئے نبود جز روئے او چوں ہمہ لیلی بود در کوئے او

عشق میں یہ حالت ہوتو بات بنتی ہے۔ہر شے میں وہی دکھائی دینے لگے تو

Marfat.com

ہے۔

مینوں سارے رانجن آکھو ہیر نہ آکھو کوئی

رانجن رانجن آکھدی میں آپے رانجن ہوئی

یہ کیفیت کیسے پیدا ہو؟ سائنس نے کہا کہ زمین سورج کا حصہ ہے اور انسان مٹی سے پیدا ہوا۔ اور بس اس سے آگے خاموش ہے۔ کہ مٹی کی ''اصل'' کیا ہے؟ اور اس ''اصل'' کی اصل کیا ہے؟ اس میں کیا کیا اسرار اور قوتیں پوشیدہ ہیں؟ انسان نے ایٹم کو دریافت کیا۔ جس مادہ میں ایٹم ہے اس مادہ کے خلاصہ میں بھی ایٹم تو ضرور موجود ہوگا۔ مٹی کے دریافت شدہ ایٹم نے دنیا میں کیا کیا طوفان اٹھا رکھا ہے۔ انسان میں یہ ایٹمی قوت کیا کیا کر سکتی ہے؟ اس پر سائنس چپ ہے۔ قرآن نے بتایا انسان مٹی کا خلاصہ ہے۔ پھر یہ بتایا کہ اس مٹی کی حقیقت کیا ہے؟ اور یہ کہ اس میں خوابیدہ قوتیں بیدار ہو جائیں تو اس کا مقام کیا ہوگا؟ حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

''میں خزانہ پوشیدہ تھا۔ پس چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں۔ پس پیدا کیا میں نے مخلوق کو''۔

ایک اور حدیث پاک ہے۔ جس نے خود کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا۔ اپنے نفس کی شناخت خدا کی شناخت ہے۔ جس طرح آئینہ صیقل کرنے سے ہر ایک چیز اس میں صاف صاف دکھائی دیتی ہے اسی طرح دل کا آئینہ صاف ہو تو جلوہ حق دکھائی دیتا ہے اور پوشیدہ حقائق کھلتے ہیں۔ جن کے عرفان کے لئے نظامِ شریعت آیا ہے۔ پھر ساری حقیقتیں خود بخود سمجھ آتی ہیں۔ کیا تدبیر کیا تقدیر کیا وسائل، کیا اسباب سب کی اصلیت سمجھ آنے لگتی ہے۔

Marfat.com

فطری خواہش:۔

ایک آرام دہ ، پرسکون اور کامیاب زندگی گزارنے کا تصور ہر شخص کے ذہن میں ہوتا ہے ۔ یہ ایک فطری خواہش ہے جس کا کسی دل میں پیدا ہونا بالکل فطرت کے قریب ہے ۔اس کے لئے وہ ساری زندگی اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے۔منصوبے بناتا ہے،محنت کرتا ہے ۔اس کی عقل ،اس کا شعور اور اس کا علم و تجربہ جس قدر اس کی رہنمائی کرسکتا ہے اسی کی رہنمائی میں وہ آگے قدم بڑھاتا ہے اور توانائی خرچ کرتا ہے ۔لیکن اگر وہ اس بنیادی اصول کو بھول جائے کہ مزدوری کرنے والا سب سے پہلے یہ جانتا ہے کہ جس کی وہ مزدوری کر رہا ہے وہ کون ہے ۔اس لئے کہ اسی سے اس نے اپنی مزدوری لینی ہے ۔ جو مزدوری دے گا وہ اپنی مرضی کا کام بھی لینا چاہے گا۔اگر ایک عمارت بن رہی ہے اور وہاں اینٹ گارا اٹھانے کی ضرورت ہے ،مگر ہم وہاں گھاس کاٹنا شروع کردیں یا اینٹ گارے کو عمارت کی طرف لے جانے کے بجائے عمارت سے دور لے جا کر رکھنا شروع کردیں اور پھر امید رکھیں کہ ہمیں بہتر مزدوری ملے گی تو یہ سوچ درست نہیں۔ اس پر مزدوری نہ ملنے کی شکایت بھی کریں تو کوئی اس کی تائید نہیں کرے گا۔تقدیر کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس دنیا کا خالق ،مالک اور پالنے والا کون ہے ۔اس کے بعد ان اصول اور ضابطوں پر بات کریں گے جو انسان کی کامیابی میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں ۔ ایک برتر قوت کا تصور انسان کی روح میں پیدائشی طور پر رچا بسا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ کبھی وہ سورج کو پوجتا ہے،کبھی چاند کو ،کبھی آگ کو اور کبھی بہتے دریا کو کوئی نام دے کر اس کی پرستش کرتا ہے ۔ بہت سی قوموں کے بہت سے مختلف خدا ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خدا کی تلاش سے مطمئن نہیں۔انہیں ایک دوسرے کے فیصلے پر یقین نہیں۔سورج کو پوجنے والا نہ کہتے

Marfat.com

ہوئے بھی باقی سب خداؤں کا انکار کرتا ہے۔اسی طرح سب ایک دوسرے کے خداؤں کا انکار کرتے ہیں۔ ہر ایک زبان سے نہ کہتے ہوئے بھی دوسروں کی تکذیب کرتا ہے اور یہ سوچنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتا کہ وہ بھی تو مخلوق ہی میں سے ایک کا پجاری ہے۔مگر مخلوق میں سے کوئی بھی خدا نہیں ہوسکتا۔اس لئے کہ اس کا وجود تو اس دنیا کی تخلیق کا مرہون منت ہے۔اگر اس کائینات کی تخلیق نہ ہوتی تو ان کا وجود ہی نہ ہوتا۔پھر وہ خدا کیسے ہوئے؟ پھر ایک سادہ سا معیار خدا کی پہچان کا یہ ہے کہ یہ مظاہر فطرت سے منتخب اور ہاتھوں سے تراشے ہوئے خدا یا دیوتا،کیا دنیا کی ہر شے پیدا کرنے پر قادر ہیں؟ کیا آگ دنیا کی ہر شے کو زندگی دینے پر قادر ہے؟ کیا پانی اس کو بجھا نہیں دیتا؟ کیا پانی ہر شے کے وجود قائم رکھتا ہے؟ کیا خشکی پر رہنے والے جانور پانی میں مر نہیں جاتے؟اسی طرح ہر خدا اور ہر دیوی دیوتا کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔اگر اس کے بعد بھی کوئی اپنی ضد پر قائم رہتا ہے تو اسے اس سوال کا جواب ضرور لینا چاہئے کہ جس مخلوق کو وہ اپنا دیوتا مان کر اس کی پرستش کر رہے ہیں اس کی پیدائش سے پہلے اس دنیا کے نظام کو کون چلا رہا تھا؟ خدا وہی ہے جو سب سے پہلے تھا۔جو اول بھی ہے اور آخر بھی۔آیئے دیکھتے ہیں قرآن خدا کا کیا تصور پیش کرتا ہے۔

''سب تعریف واسطے اللہ کے ہے، پیدا کرنے والا آسمان اور زمین کا کرنے والا فرشتوں کا پیغام لانے والے، پروں والے دو دو اور تین تین اور چار چار زیادہ کرتا ہے بیچ پیدائش کے جس کو چاہتا ہے۔تحقیق اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے'' (فاطر ۳۵،۱)

وہ نہ صرف یہ کہ زمین و آسمان اور مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے وہ جس کو چاہے پیدائش میں زیادہ کرسکتا ہے۔وہ ہر شے پر قادر ہے۔وہ ایسا طاقت والا ہے کہ،

''جو کچھ کہ کھول دیوے اللہ واسطے لوگوں کے رحمت سے پس نہیں بند کرنے

Marfat.com

والا واسطے اس کے اور جو کچھ کہ بند کر لیوے پس نہیں واسطے اس کے چھوڑ دینے والا پیچھے اس کے اور غالب ہے حکمت والا'' (فاطر۔۲)

وہ سب پر غالب ہے۔اس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔اس کے سوا نہ کوئی دوسرا پیدا کرنے والا ہے اور نہ رزق دینے والا۔وہ زمین سے رزق پیدا کرتا ہے، وہ آسمان سے رزق برساتا ہے۔اس لئے وہی عبادت کے لائق ہے۔

''اے لوگو یاد کرو نعمت اللہ کی کو اوپر اپنے کیا ہے کوئی پیدا کرنے والا سوا خدا کے۔کہ رزق دیوے تم کو آسمان سے اور زمین سے نہیں کوئی معبود مگر وہ۔پس کہاں سے پھیرے جاتے ہو'' (فاطر۔۳)

اگر کسی کو یہ وہم ہے کہ وہ اپنی قوت سے کچھ کرتا ہے، تو وہ جان لے کہ یہ قوت بھی اسے اللہ ہی کی دی ہوئی ہے۔اور اس کے سب کام اللہ ہی کی طرف پھیرے جاتے۔اور وہی ان کا معاوضہ بھی طے کرتا ہے کہ کتنا دینا ہے اور کتنا نہیں۔اس لئے کہ انسان اپنی دانست میں جو کچھ کرتا ہے اور جیسے کرتا ہے، اس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ٹھیک طریقے سے ہوا ہے یا نہیں۔تم ظاہری اصولوں اور دنیاوی اعتبار کو نظر میں رکھتے ہو، اس لئے پوشیدہ نتائج سے ناواقف ہو۔

''اور طرف اللہ کی پھیرے جاتے ہیں سب کام'' (فاطر،۴)

تم دنیا کی ظاہری زندگی سے دھوکہ کھاتے ہو، اور تمہارے ساتھ ایک بہکانے والا ہے، جسے تم نہیں دیکھتے۔ وہ تمہارے ذہن میں طرح طرح کے خیالات پیدا کرتا رہتا ہے۔تم اس کے فریب میں مت آؤ۔جو وعدہ اللہ دیتا ہے وہی سچ ہے۔

''اے لوگو تحقیق وعدہ اللہ کا سچا ہے، پس نہ فریب دے تم کو زندگانی دنیا کی۔اور نہ فریب دے تم کو ساتھ اللہ کے فریب دینے والا'' (فاطر،۵)

Marfat.com

تمہیں غلط راستے پر ڈالنے والا تمہارا دشمن ہے۔تم بھی اسے اپنا دشمن سمجھو۔

''تحقیق شیطان واسطے تمہارے دشمن ہے پس پکڑو اس کو دشمن سوائے اس کے نہیں کہ پکارتا ہے گروہ اپنے کو تا کہ ہوویں رہنے والے دوزخ کے سے''(فاطر،۶)

شیطان تمہیں بہکاتا ہے کہ یہی دنیا کی زندگی سب کچھ ہے اس کے آگے کچھ نہیں۔ بھلا مر کر کوئی کیسے زندہ ہوسکتا ہے۔اس لئے حساب کتاب کا خوف دل سے نکالو اور دنیا میں جو چاہو کرو یہاں طاقت ہی سب سے بڑا ضابطۂ اخلاق ہے۔مگر وہ جھوٹ کہتا ہے۔تم دیکھتے ہو کہ ہم پانی سے کیسے مردہ زمین کو زندگی دیتے ہیں،اسی طرح تمہیں بھی زندہ کر دیں گے۔

''اور اللہ وہ ذات ہے کہ بھیجتا ہے باؤں کو پس اٹھاتی ہیں بادلوں کو پس ہانک لاتے ہیں ہم اسکو طرف شہر مردے کی پس زندہ کیا ہم نے ساتھ اس کے زمین کو پیچھے موت اس کی کے اسی طرح قبروں سے نکلنا ہے(فاطر،۹)

شیطان تمہیں برائی کے لئے ظلم وتشدد بے ایمانی اور ناانصافی کا جو راستہ دکھاتا ہے وہ غلط ہے،اس کی سخت سزا ہے،اللہ ہی جس کو چاہے عزت دیتا ہے،اور اس کا راستہ پاکیزہ کلمات اور نیک عمل ہیں۔

''جو شخص کہ چاہتا ہے عزت پس واسطے اللہ کے ہے عزت ساری طرف اسی کی چڑھتے ہیں کلمات پاکیزہ اور عمل نیک بلند کرتا ہے اس کو اور جو لوگ کہ مکر کرتے ہیں برائیوں کے واسطے ان کے عذاب ہے سخت اور مکر ان کا وہ ہی ہلاک ہوویگا(فاطر،۱۰)

اگر تم کو یہ باتیں سمجھ نہیں آتیں تو ذرا اپنی پیدائش پر غور کرو تو تمہیں حقیقت اور اپنی اوقات سمجھ آجائے گی۔اور یہ غرور وتکبر چھوڑ دو گے۔

''اور اللہ نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر نطفے سے پھر کیے واسطے تمہارے

Marfat.com

جوڑے اور نہیں اٹھاتی کوئی عورت اور نہیں جنتی مگر ساتھ علم اس کے کے اور نہیں عمر دیا جاتا کوئی عمر دیا گیا اور نہ کم کیا جاتا ہے عمر اس کی سے مگر بیچ کتاب کے لکھا ہوا ہے تحقیق یہ اوپر اللہ کے آسان ہے‘‘ (فاطر،۱۱)

اس نے نیک و بد اور اچھائی اور برائی میں فرق کرنے کے لئے میٹھے اور کھاری پانی کے دو دریا بنائے، ایسے ہی برے بھلے کا فرق ہے۔

’’اور نہیں برابر ہوتے دو دریا یہ جو ہے شیریں پیاس کھونے والا آسانی سے گذرنے والا ہے گلے میں پانی اس کا اور یہ کھاری ہے کڑوا اور ہر ایک سے کھاتے ہو تم گوشت تازہ اور نکالتے ہو گہنا کہ پہنتے ہو اس کو اور دیکھتا ہے تو کشتیاں بیچ اس کے کہ پھاڑتی ہیں پانی کو تو کہ ڈھونڈو فضل اس کے سے اور تو کہ تم شکر کرو‘‘ (فاطر،۱۲)

اگر ابھی بات سمجھ نہیں آئی اور تو یہ سمجھتا ہے کہ تیرے علم، تیری چالاکی، تیری محنت سے ہی یہ سب کچھ ہو رہا ہے، تو ذرا سوچ کہ کیا تو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر سکتا ہے؟ تو جو یہ کرتا ہے اسی کی بادشاہی ہے۔

داخل کرتا ہے رات کو بیچ دن کے اور داخل کرتا ہے دن کو بیچ رات کے اور مسخر کیا ہے سورج کو اور چاند کو ہر ایک چلتے ہیں وقت مقرر تک یہی ہے اللہ پروردگار تمہارا واسطے اسی کے ہے بادشاہی اور جس کو پکارتے ہو تم سوائے اس کے نہیں مالک ایک چھلکے کھجور کی گٹھلی کے (فاطر،۱۳)

تو اللہ کی نشانیوں کو دیکھ اور اس نظام کائینات کو سمجھنے کوشش کر، اس لئے کہ غلط اور درست دونوں ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ ان کے نتائج ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ جاننے والے اور نہ جاننے والے کے اعمال اور سعی میں بہت فرق ہوتا ہے۔ دونوں کے اعمال کے نتائج ایک سے نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالی قرآن پاک میں مثالوں سے سمجھاتا ہے کہ

Marfat.com

''اور نہ اندھیرا اور نہ روشنی'' (۲۰) ''اور نہ سایہ اور نہ دھوپ'' (۲۱) ''اور نہیں برابر ہوتے زندے یعنی عالم اور نہ مردے یعنی جاہل تحقیق اللہ سنا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور نہ تو سنانے والا ان شخصوں کو کہ بیچ قبروں کے ہیں'' (فاطر، ۲۲)

یہاں ایک بڑے پتے کی بات ہے، کہ جاہل شخص اپنے جہل کی قبر میں ہے۔ جہالت کے پردوں نے اسے مردوں کے برابر کر دیا ہے۔ اور مردوں کے عمل کی حقیقت سب کو معلوم ہے۔ مردہ دوسروں کے رحم وکرم پر ہوتا ہے۔ اسے زندگی کے اصول بتا بھی دیئے جائیں تو ان سے کیا فائدہ لے سکتا ہے جب تک زندہ نہ ہو جائے۔ مردہ انسان تقدیر کے ہاتھوں میں کھلونا ہے تو شکوہ کیسا۔ اے انسان!

''کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پس نکالے ہم نے ساتھ اس کے میوے کہ مختلف ہیں رنگ ان کے اور پہاڑوں سے ٹکڑے ہیں سفید اور سرخ کہ مختلف ہیں رنگ ان کے اور بھجنگ ہیں کالے'' (فاطر، ۲۷)

''اور لوگوں سے اور جانوروں سے اور چار پایوں سے کہ مختلف ہیں رنگ ان کے اسی طرح سے سوائے اس کے نہیں کہ ڈرتے ہیں اللہ سے بندوں اس کے میں سے عالم تحقیق اللہ غالب ہے بخشنے والا'' (۲۸)

اگر تمہارے دل میں خوف خدا نہیں تو سمجھ لو کہ تم مردہ اور جاہل ہو، کہ جیسے کسی طاقتور شے سے وہی ڈرے گا جو اس کی طاقت کا شعور رکھتا ہے۔ اور وہی اس سے فائدہ بھی لے سکتا ہے۔ بچے اور بیوقوف کسی شے کا ٹھیک تصور نہیں رکھتے اس لیے ان کی محبت اور خوف بھی اسی اعتبار سے ہوتا ہے۔ اللہ اس ساری دنیا کی حقیقت کو جانتا ہے۔ وہ سب چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔

''تحقیق اللہ جانتا ہے پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی تحقیق وہ جاننے

Marfat.com

والا ہے سینے والی بات کو (فاطر ۳۸)

اے نبی ﷺ اگر یہ اب بھی نہیں سمجھتے تو،

''کہہ کیا دیکھا تم نے شریکوں اپنوں کو جن کو پکارتے ہو تم سوائے خدا کے دکھلاؤ مجھ کو کیا کچھ پیدا کیا ہے انہوں نے زمین میں سے یا واسطے ان کے ساجھا ہے بیچ آسمانوں کے یا دی ہم نے ان کو کوئی کتاب پس وہ اوپر دلیل ظاہر کے ہیں اس سے بلکہ نہیں وعدہ دیتے ظالم بعضے ان کے بعضوں کو مگر فریب دینا'' (۴۰)

کیا یہ تاریخ پر نظر نہیں کرتے۔ان سے پہلے جو لوگ تھے وہ ان سے زیادہ مضبوط اور طاقتور تھے۔وہ بھی یہی کہتے تھے کہ ان کے اصول ہی زندگی کے صحیح اصول ہیں۔پھر وہ مٹا دیئے گئے۔

''کیا نہیں سیر کی انہوں نے بیچ زمین کے پس دیکھیں کیونکر ہوا آخر کام ان لوگوں کا کہ پہلے ان سے تھے اور تھے بہت سخت ان سے قوت میں اور نہیں ہے اللہ اس لائق کہ عاجز کرے اس کو کوئی چیز بیچ آسمانوں کے اور نہ بیچ زمین کے تحقیق وہ ہے جاننے والا قدرت والا'' (فاطر،۴۴)

اگر ان کے غلط کاموں پر ان کی پکڑ نہیں ہوتی تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ درست راستے پر جا رہے ہیں یہ ڈھیل بھی ہماری ہی مرضی سے ہے۔اگر زمین پر انسان کے اعمال کا حساب کتاب شروع ہو جائے تو ایسا منظر ہو!

''اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو ساتھ اس چیز کے کہ کماتے ہیں نہ چھوڑے اوپر پشت زمین کے کوئی چلنے والا ولیکن ڈھیل دیتا ہے ان کو ایک وقت مقرر تک پس جب آوے گا وقت مقرر ان کا پس تحقیق اللہ ہے ساتھ بندوں اپنے کے دیکھنے والا (۴۵)

ان سب باتوں کے بعد جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان فطرت اور

Marfat.com

قدرت کے پوشیدہ قوانین سے ناواقف ہے۔اس نے زندگی کے لئے جو اصول بنائے ہیں در اصل وہی اس کی تباہی اور بربادی کا باعث ہیں۔وہی اس کی ناکامی کا سبب ہیں۔سابقہ امم اسی لئے تباہ ہوئیں کہ وہ غلط کو درست سمجھ کر عمل کرتی رہیں۔یہی وجہ ہے کہ انسان تابع فطرت اور تابع تقدیر ہو کر رہ گیا ہے۔

عام انسان کے ذہن میں تقدیر کا تصور بھی ادھورا ہوتا ہے۔اس کے نزدیک تقدیر سے مراد دنیا میں خوش بختی یا بد بختی ہے۔اگر حالات ذرا خرابی کی طرف جانے لگیں تو کہا جاتا ہے کہ تقدیر روٹھ گئی۔اور ذرا سنورنے لگیں تو کہتے ہیں کہ تقدیر مہربان ہو گئی۔گویا ان کے خیال میں اچھی تقدیر یہ ہے کہ دنیا میں انسان خوشحال ہو۔اور بد بختی یہ ہے کہ دنیاوی مال ومتاع ہاتھ سے نکل جائے۔اسی سوچ کو سامنے رکھ کر ہم تقدیر پر بات کریں گے کہ یہ کیسے بدلتی ہے؟اس سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کیا تقدیر بدلتی ہے؟

ایک حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ جب انسان اللہ سے کسی شے کے لئے دعا کرتا ہے تو اگر تو وہ اس کی تقدیر میں ہوتی ہے تو اللہ تعالی اسے عطا فرما دیتا ہے،دوسری صورت میں اللہ اسے آخرت کے لئے جمع کر لیتا ہے۔اس کا مطلب ہوا دعا سے دنیاوی حالات میں تبدیلی ہے۔ذیل کی احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا،مصیبت کی سختی،بد بختی کے آنے،بری تقدیر اور دشمنوں کے تمسخر سے اللہ کی پناہ مانگا کرو۔(الحدیث،صحیح بخاری)

اللہ کی پناہ مانگنے سے مراد ہے کہ اللہ ان سے محفوظ رکھے گا۔دوسری صورت میں ان کا سامنا ہوگا۔ایک اور حدیث دیکھئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ آج رات میں اپنی نوے بیویوں میں سے ہر ایک کے پاس جاؤں

Marfat.com

گا اور ہر ایک شہسوار جنے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ان کے ایک ساتھی نے کہا کہ اگر اللہ نے چاہا۔لیکن انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا۔چنانچہ وہ سب بیویوں کے پاس گئے۔لیکن ان میں سے ایک کے سوا کوئی حاملہ نہ ہوئی۔اور اس نے بھی نامکمل بچہ جنا۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہتے تو ان کے شہسوار بچے پیدا ہو کر سارے راہ خدا میں جہاد کرتے۔(الحدیث،صحیح بخاری)

اگر حضرت سلیمانؑ انشاء اللہ کہتے تو ان کی سب بیویاں حاملہ ہو جاتیں،اور بیٹے جنتیں۔اس کا مطلب ہوا کہ ہماری تقدیر ایک سٹاک کی صورت ہے۔اس میں سے مطلوبہ شے لینے کا ایک طریقہ اور ایک سعی ہے،اگر انسان درست سعی کرے تو اسے مطلوبہ شے عطا کر دی جاتی ہے۔ورنہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔جیسے موسیٰؑ کی قوم کی تقدیر میں ایک شہر کا فتح ہونا تھا۔مگر فتح کے لئے جس سعی کی ضرورت تھی یا فتح کے معاوضہ کے طور پر جو کوشش رکھی گئی،وہ انہوں نے نہیں کی،اس لئے چالیس سال تک کے لئے اس سے محروم کر دیئے گئے۔اس کے علاوہ ایسے واقعات بھی ہیں کہ ایک شے تقدیر میں نہیں،مگر دعا سے وہ عطا ہوئی۔جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔

ایک عورت نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ وہ اللہ سے پتہ کریں کہ میری قسمت میں اولاد ہے یا نہیں۔حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا،"اے موسیٰ! اس عورت کی قسمت میں اولاد نہیں"۔آپؑ نے اس عورت کو جا کر اللہ کا یہ فرمان سنا دیا۔کچھ سالوں کے بعد اچانک ایک دن حضرت موسیٰؑ کی ملاقات اس عورت سے ہوئی۔اس کے ساتھ کئی بچے تھے۔اس نے کہا"اے موسیٰؑ! آپ تو کہتے تھے کہ میری تقدیر میں اولاد نہیں۔دیکھئے یہ سب میرے بچے ہیں"۔آپؑ بہت پریشان ہوئے،اور جب اللہ سے ملنے گئے تو پوچھا کہ یہ کیا بھید ہے؟ آپ نے تو کہا تھا کہ اس کے مقدر

Marfat.com

میں کوئی اولاد نہیں ۔پھر وہ بچے کہاں سے آ گئے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے موسیٰ! ہم تیری اس بات کا جواب دیں گے ۔مگر پہلے کسی انسان کا گوشت لاؤ''۔حضرت موسیٰ وعدہ کر کے واپس آ گئے ،اور وعدے کے مطابق انسانی گوشت کی تلاش شروع کر دی مگر گوشت کہیں سے نہ ملا۔ایک شخص بھی اپنا گوشت دینے پر راضی نہ ہوا۔اسی پریشانی میں آپؑ جنگل کی طرف نکل گئے ۔وہاں ایک درویش پھٹے پرانے کپڑے پہنے اپنے حال میں مست بیٹھا تھا۔اس نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو پوچھا۔''اے موسیٰ! کیا بات ہے؟ آپ پریشان لگتے ہیں''؟ جب اس نے ضد کی تو حضرت موسیٰ نے سارا واقعہ کہہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کا گوشت مانگا ہے۔اور کوئی بھی گوشت دینے کے لیے تیار نہیں ۔اس درویش نے کہا۔''بس اتنی سی بات ہے''۔اور پوچھا کہ کس جگہ کا گوشت مانگا ہے؟ حضرت موسیٰ فرمایا کہ'' یہ تو میں نے نہیں پوچھا اب جاؤں گا تو پوچھ کر آؤں گا''۔اس نے کہا،''موسیٰ! آپ پوچھنے جائیں گے پھر پوچھ کر واپس آئیں گے۔یہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ایسا کیجئے ہر حصہ کا گوشت لے جایئے ۔جو اسے پسند ہوگا اسے رکھ لے گا۔''موسیٰ کو یہ مشورہ پسند آیا۔اور اس مردِ درویش نے اپنے جسم کا سارا گوشت اتار کر حضرت موسیٰ کے حوالے کر دیا۔حضرت موسیٰ گوشت لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا'' اے موسیٰ! یہ گوشت کس نے دیا''؟ جواب میں حضرت موسیٰ نے اس مردِ درویش کا سارا قصہ سنا دیا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔''اے موسیٰ! تو بھی تو انسان تھا۔تجھے اپنا گوشت دینے کا خیال کیوں نہ آیا''؟ اس پر موسیٰؑ شرمندہ ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ہم سے اسی شخص نے اس عورت کو اولاد دینے کی سفارش کی تھی۔اب تو ہی بتا! ہم اس کی بات کیسے ٹال سکتے تھے؟

اس واقعہ میں ایک بڑا لطیف نکتہ ہے کہ اگر کوئی ایسی شے کا مطالبہ کرے جو

Marfat.com

تقدیر میں نہ ہو تو اسے اس کا بھاری معاوضہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ جیسے کہ اس مردِ درویش کے جسم کا سارا گوشت اس دعا کا معاوضہ ہوا۔ اسی طرح ایک بزرگ کا قصہ ہے۔ ایک بزرگ کے پاس ایک عورت آئی اور ان سے کہا کہ اللہ سے دعا کریں کہ میرے ہاں اولاد ہو۔ ان بزرگ نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور کہا کہ تیری قسمت میں اولاد نہیں۔ وہ عورت بضد ہوئی کہ آپ میرے لیے اللہ سے دعا کریں۔ اسی اثنا میں بزرگ کا اکلوتا بیٹا جو چھوٹی عمر کا تھا ادھر آ نکلا۔ اس نے بھی باپ سے اس عورت کی سفارش کی۔ باپ نے سمجھانے کی کوشش کی مگر اس نے کہا، ابا حضور یہ عورت اتنی آس لے کر آئی ہے اسے مایوس نہ لوٹایئے۔ بزرگ نے کہا۔ جب ہم نہیں سمجھتے تھے تو ضد کرلیا کرتے تھے۔ اب نظام کو جانتے ہوئے کیسے بات کریں۔ بچے نے زیادہ ضد کی تو اس بزرگ نے اپنے بچے کو گود میں اٹھایا اور ہاتھوں پر بلند کرتے ہوئے دعا کی اے اللہ! میرے بیٹے کے بدلے اس عورت کو بیٹا دے دے۔ اور پھر درویش کا بچہ مرگیا اور اس عورت کو اللہ نے بیٹا دے دیا۔ گویا ظاہر ہوا تقدیر میں جو شے نہیں اس کو حاصل کرنے لیے اس کی قیمت چکانا پڑتی ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہے جو شے تقدیر میں ہے اسے حاصل کرنے کے لیے بھی ایک معاوضہ اور ادائیگی کا طریقہ کار ہے جیسے غزوہ بدر سے پہلے اللہ میاں نے فرمایا کہ تجارتی قافلہ اور قریش کے جنگی لشکر میں سے کسی ایک پر فتح مسلمانوں کا مقدر کردی گئی ہے۔ اب یہ ان کی خواہش پر ہے کہ وہ دونوں میں سے کس کو پسند کرتے ہیں۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانوں! تم چاہتے تھے کہ بن شوکت والا ہی ہو یعنی تجارتی قافلے کو لوٹنا تمہیں آسان لگ رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کفار کی کمر توڑنا چاہتا تھا۔ اس لیے آپؐ نے اللہ کی عین رضا کے مطابق مسلح گروہ سے مقابلے کو پسند کیا۔ فتح مقدر کردی گئی تھی مگر اس کے لیے مقابلہ کرنا لازم ٹھہرا۔

Marfat.com

ساری دنیا انسان کا مقدر ہے:۔

اگر یوں دیکھا جائے جیسا کہ بزرگ کہتے ہیں کہ انسان کائنات کا خلاصہ ہے۔اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان مٹی کا خلاصہ ہے تو ہر انسان کی قسمت میں پوری دنیا ہے۔ اس میں سے وہ کیا لینے کا اہل ہے یہ الگ بات ہے۔ یہ اس کے نقاط کے جذب و اخراج کی صلاحیت پر منحصر ہے۔ اسی وصول کو لوگ تقدیر کہتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی صلاحیتوں کے مطابق اس کا مقدر لکھتا ہے۔ روحانی مقام و مرتبہ جیسے نبوت و پیغمبری اور رسالت کا اس بدنی جذب و اخراج سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت ہے جسے وہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ کے نزدیک دنیا وی کامیابی اور ناکامی کی کوئی اہمیت نہیں۔ البتہ جو قوت اور اختیار دنیا میں انسان کے پاس ہے اس کے استعمال کا حساب کتاب ضرور ہوگا۔

آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں مختلف ضرورتوں کے تحت دعائیں مانگی ہیں اور امت کو بھی دعا کی تلقین کی ہے بلکہ دعا کو عبادت کا مغز کہا ہے۔اور دعا کسی مشکل کے دور کرنے کے لیے اور حالات کو بہتر کرنے کے لیے مانگی جاتی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ تقدیر بدلتی ہے۔ صحیح بخاری جلد سوم میں سورتوں کی فضیلت کے باب میں مختلف سورتوں کی صفات اور فضائل بیان کی ہیں۔اور سورہ فاتحہ کے بارے میں ایک واقعہ بھی کہ اس سے سانپ کا زہر زائل ہوگیا۔اور آیت الکرسی کے بارے میں یہ بیان جب تم سونے لگو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو تو صبح تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت تمہارے ساتھ رہے گی۔ سورتوں کی فضیلت کا بیان بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے ذکر سے اللہ کی مدد کے ساتھ مشکلات پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

تقدیر برحق ہے۔اس کی حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔مگر جو کچھ اس نے

Marfat.com

بندوں پر ظاہر کیا اس کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا کی حقیقت کیا ہے اور اس میں انسان کا مقام کب کب، کیا کیا ہے؟

اسرارِ الٰہی اور ان کے حجاب:۔

اے طالبِ حق (اللہ تمہیں قوت دے) جان لو کہ میں نے اس عالم کو (اولیاء اللہ کے حق میں) اسرارِ الٰہی کا محل اور موجودات کو اس کی امانتوں کی جگہ اور مخلوقات کو اس کے لطیف بھیدوں کا مقام پایا ہے اور جواہر و اعراض و عناصر و اجرام فلکی و اجسام ارضی اور طبائع مخلوقات سب ان اسرارِ الٰہی کا حجاب ہیں اور توحیدِ الٰہی کے مقام میں ان میں سے ہر ایک کا اثبات شرک ہے پس خداوند تعالیٰ نے اس عالم کو محلِ حجاب میں رکھا ہے یہاں تک کہ ہر ایک کی طبیعت نے اپنے عالم میں اس کے حکم سے تسلی پائی ہے اور اپنے وجود (ظلی) کی وجہ سے توحیدِ الٰہی سے پردہ میں رہ گئی ہے اور تمام روحیں اس عالم میں اس وجود کی آمیزش کی وجہ سے بے نیاز ہوگئی ہیں اور باوجود نزدیک ہونے کے اپنی خلاصی کے مقام سے دور رہ گئی ہیں چنانچہ اسرار الٰہی عقول بشری کے حق میں مخفی ہوگئی اور انسان غفلت کے سایہ میں رہ کر اپنے وجود کی وجہ سے حجاب میں ہو گیا ہے اور اپنے محل میں حجابِ ظلماتی کی وجہ سے عیب دار بن گیا ہے چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے قسم ہے زمانہ کی بلاشبہ انسان گھاٹے میں ہے۔اور نیز فرمایا بلا شبہ انسان بڑا ظالم اور جاہل ہے''۔اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ''اللہ تعالیٰ نے خَلقت کو اندھیرے میں پیدا فرمایا پھر اس پر اپنا پرتو ڈال کر اسے روشن کیا''پس یہ حجاب ظلماتی عالم ناسوت میں اس کی طبیعت کی وجہ سے جو اس سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی عقل کی وجہ سے جو اس میں تصرف کرتی ہے خود اس کا مزاج واقع ہوا ہے اسی لئے اس نے جہالت پر اکتفا کرلیا ہے اور حق سے اپنے لئے اسی حجاب کو دل و جان سے خرید لیا ہے لہٰذا وہ کشف کے جمال

Marfat.com

سے بے خبر رہا اور سرِّ الٰہی کی بو سونگھی نہ احدیت کے جمال کو دیکھا اور نہ ہی توحید کا مزا چکھا ہے اور عناصر کی ترکیب کی وجہ سے مشاہدہ حق کی تحقیق سے باز رہا ہے اور حرص دنیوی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت سے منہ موڑ لیا ہے اور خواہشِ حیوانی نے ربانی زندگی کے بغیر نفس ناطقہ کو اس قدر مغلوب کر دیا ہے کہ اس کی جملہ حرکات اور جستجو فقط حیوانیت قرار پا گئی حتیٰ کہ کھانے سونے اور شہواتِ نفسانی کی متابعت کے سوا اور کچھ نہیں جانتا حالانکہ اللہ عزّ وجل نے اپنے دوستوں کو ان سب باتوں سے اجتناب کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے ''انہیں چھوڑ دیجئے کہ وہ کھائیں اور اسبابِ حیات سے فائدہ اٹھائیں اور دنیا کی یہ آرزو انہیں غافل کر دے پس عنقریب ان کو سب حقیقت معلوم ہو جائے گی'' اس لئے کہ ان کی طبیعت کے غصہ نے سرِّ الٰہی کو ان پر پوشیدہ کر دیا اور ان کے حصہ میں توجہ توفیقِ الٰہی کی بجائے رسوائی و محرومی آ گئی حتیٰ کہ وہ سب نفسِ امارہ کے تابع ہو گئے جو سب سے بڑا حجاب، برائی اور شرارت کا منبع ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''بلا شبہ نفسِ امارہ برائی کا حکم دینے والا ہے'' (اقتباس از کشف المحجوب)

حضرت داتا گنج بخش نے ان سطور میں بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ یہ کائنات اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا بھید ہے اور انسان اللہ کے قریب ہو کر ہی اس کے بھید جان سکتا ہے۔ نفسانی خواہشات اور دنیاوی رنگینیوں کے پردے نے اس سے جمالِ حق کو چھپا دیا ہے۔ اللہ سے دوری نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ وہ جو اس بھید کو جانتے ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ایک عام انسان جو زندگی گزار رہا ہے وہ اس کی تمام صلاحیتوں کے ساتھ بھرپور زندگی نہیں۔ انسان میں مادی جسمانی قوتوں کے علاوہ بھی ایک ایسا جوہر ہے جس سے آشنا ہو کر اس کی حیثیت کچھ اور ہو جاتی ہے۔ وہ خلیفۃ الارض بن جاتا ہے اور اسی کے لیے زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے

Marfat.com

مسخر کیا گیا ہے۔مگر یہ مقامِ خلافت حاصل کرنا اتنا آسان نہیں۔مگر انسان جس راستے پر چلتا ہے اللہ اس کے لئے اسے آسان کر دیتا ہے۔

شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''درویشی مصیبت کا دریا ہے اور اس کی تمام مصیبتیں عزت ہیں اور عزت فقر ہی کا حصہ ہے۔اس لئے کہ وہ عین بلا میں مبتلا ہوتا ہے اس کو غیر کی کیا خبر۔یہاں تک کہ جب وہ بلا سے ہٹ کر بلا میں میں ڈالنے والے (ذاتِ حق) کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس وقت اس کی مصیبت اس کے لئے عزت بن جاتی ہے اور کی ساری عزت اس کی محبت سب مشاہدہ بن جاتی ہے یہاں تک کہ طالب کا دماغ خیال کے غلبہ سے دیدار کا محل ہو جاتا ہے کہ بغیر کان کے سنتا ہے''

(کشف المحجوب)

مقامِ خلافت پر انسان بغیر کان کے سنتا ہے بغیر آنکھ کے دیکھتا ہے بغیر زبان کے بولتا ہے بغیر ہاتھ کے کام کرتا ہے اور بغیر پاؤں کے چلتا ہے۔وہ صرف سوچتا ہے اور ہو جاتا ہے۔اس لیے کہ اس نے خود کو ذاتِ حق میں فنا کر دیا اور ذاتِ حق ہی اس کے افعال کی فاعل ہے۔یہاں انسان کا وجود محض ایک پردہ ہے۔اس پردے میں روح یا امرِ ربی فرمانروا ہے۔اب جب انسان کے جسم پر امرِ ربی کا غلبہ ہے تو تقدیر اس کے ہاتھ میں کھلونا ہے۔وہ جو کہتا ہے وہی ہوتا ہے۔اور جب انسان اس مقام سے نیچے ہوتا ہے تو وہ تقدیر کے ہاتھ میں کھلونا ہے۔تقدیر اسے جیسے چاہے نچاتی ہے۔

''جب امر ربی یعنی روح تنِ خاکی میں پھونکی جاتی ہے تو عقل وفہم و تمیز و ادراک و ہوش وحواس مثل ملائکہ اس کے سجدہ کو سر جھکاتے اور اطاعت بجا لاتے ہیں لیکن ہوائے شہوانی اور لذات وخواہشات نفسانی بالکل نافرمان اور آدم کے شیطان ہیں اس کو بے نیازی کے نعیم مقیم سے نکال کر حاجت مندی اور حرص وہوا کی زمین پر لا ڈالتا

Marfat.com

ہے ہر چند کہ روح و عقل و نفس ہر ایک بجائے خود جدا ہے۔ لیکن ذاتِ انسان سے کوئی خارج نہیں کیا اگر کہا جائے کہ خود انسان ہی روح ہے، عقل ہے، نفس ہے، تو درحقیقت درست ہے اور اگر کہا جائے کہ صرف روح یا صرف عقل یا صرف نفس تو انسان نہیں یہ بھی سچ ہے۔ انسان کہتا ہے کہ میری روح ہے میری عقل ہے میرا نفس ہے پس وہ کون ہے جس کی طرف یہ سب مضاف ہیں اگر بغور سوچو تو وہ خود ہی مضاف ہے اور خود ہی مضاف الیہ پھر خود اس کا کہیں پتہ نہیں روح بھی ہے عقل بھی ہے نفس بھی ہے"۔

(اقتباس از تعلیم الغوثیہ)

مکان احسن اور مکانِ اسفل:۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے مکانِ احسن میں پیدا کیا۔ یہاں فرشتوں نے اسے سجدہ کیا۔ پھر مکانِ اسفل سافلین میں ڈال دیا۔ ایسا اس نے کیوں کیا؟ یہ اس کی اپنی حکمت ہے۔ مگر اس مقام پر انسان کی حیثیت بالکل بدل گئی۔ اب وہ حاکم سے محکوم بن گیا، فطرت اور اس کے مظاہر کا محکوم۔ اور فطرت کے خودکار نظام کی مشینری میں اس کی حیثیت بھی ایک پرزے کی طرح ہوگئی۔ یہاں سے جب وہ مکانِ احسن کی طرف سفر کرتا ہے تو اس پر مادی نظام کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگتی ہے اور آخر وہ دائرہ محکومیت سے نکل کر دائرہ حاکمیت میں داخل ہوجاتا ہے اور پھر عناصرِ فطرت یا قرآنِ حکیم کے قول کے مطابق جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے اس کے لیے مسخر کر دیا جاتا ہے۔ اور مزاج فطرت اس کے اشارے کا منتظر ہوتا ہے۔ یہ مقام عام انسان کو بہت ہی مشکل بلکہ ناممکن نظر آتا ہے کہ اس کے لیے محنت سخت ہے۔ مصائب و بلا کے دریاؤں سے گزر کر یہاں تک پہنچا جاتا ہے۔ مگر یہ بلائیں اللہ کی طرف بندہ کو رجوع کا راستہ دیتی

Marfat.com

ہیں۔ اسے توجہ، انہماک، عاجزی اور عشق کی لذتوں سے آشنا کرتی ہیں اس لیے کہ ان کے بغیر بات نہیں بنتی۔ انسان کی فطرت ہے کہ عیش و آرام میں اکثر خدا کو بھول جاتا ہے اور مشکل میں اسے پکارتا ہے۔ یہی راز مشکلات و مصائب کا ہے۔ مگر جب وہ اپنی اصل منزل یعنی اللہ کی رضا کو پالیتا ہے تو پھر مخلوق اسے راضی کرنے کی فکر کرتی ہے۔ کیونکہ اس مقام پر اس کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی اور اس کی خوشی اللہ کی خوشی ہوتی ہے۔ وہ مقربِ بارگاہِ الٰہی ہو کر جنت کا حق دار ٹھہرتا ہے اور اہلِ جنت کے لیے یہ بشارت ہے کہ انہیں بغیر محنت کے جو وہ چاہیں گے ملے گا۔ پھر جب تک وہ دنیا میں ہیں انہیں یہ رعایت یہاں بھی حاصل ہوتی ہے کہ وہ جو خواہش کرتے ہیں وہ بات پوری ہو جاتی ہے۔ یہ الگ بات کہ وہ خواہشوں کے غلام نہیں رہتے۔ خدائی صفات بیدار بھی تبھی ہوتی ہیں جب انسان خواہشوں کے اس جال کو توڑ پھوڑ کر ان سے آزاد ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا وہ ہے جو کسی خواہش کا محتاج نہیں اور خدائی قوتوں کے حاصل کرنے کا راز یہ ہے کہ انسان خواہشوں کی غلامی سے آزاد ہو۔ یہ باتیں اہلِ دل و نگاہ کے لیے ہیں۔ عام آدمی تقدیر بدلنے کا کوئی ایسا نسخہ جاننا چاہتا ہے جہاں یہ سب محنت و مشقت اور پابندی نہ ہوں اور بات بھی بن جائے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ نظامِ فطرت میں رہتے ہوئے انسان کس طرح یہ مقصد حاصل کر سکتا ہے؟ قرآن حکیم اس سلسلے میں ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے؟ قرآن حکیم میں عوام و خواص سب کے لیے جینے کے ضابطے ہیں۔ اچھے برے منکر و مسلمان سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ اور وہ سب کو پالنے والا ہے۔ سب کی ہمت اور بساط اس کی نظر میں ہے۔ اس کی شانِ رحمانی سب کو ڈھانپے ہوئے ہے۔ جہاں اس نے مقربینِ بارگاہ ہونے کے اصول دیے ہیں وہیں دنیا کی لذتوں پر مرنے والوں کو بھی کامیابی کے راستے

Marfat.com

بتائے ہیں۔تا کہ وہ اپنے حصے کے مزے یہاں لوٹ لیں۔اور آخرت میں ان کا کوئی حق نہ رہے۔

ترقی کا قانون:۔

ترقی کا قانون یا سفر کا قانون یہ ہے کہ جب ہمیں کہیں جانا ہوتو ہم اس مقام کا تصور کرتے ہیں۔اور جہاں قیام ہو وہ جگہ چھوڑ کر سفر پر روانہ ہوجاتے ہیں۔یہی قانون زندگی میں ترقی کے لیے ہے۔پہلے اس مرتبہ و مقام کا تصور کریں جہاں پہنچنا ہے پھر موجودہ حیثیت کی نفی کریں کہ جو میں ہوں وہ میرا مقام نہیں ہے بلکہ مجھے اس سے آگے جانا ہے۔اوراس یقین کو پختہ کرلیں۔یہ لا الہ الا اللہ کا قانون ہے۔اصلی معبود تک پہنچنے کے لیے پہلے اس کا تصور کرنا پڑتا ہے پھر باطل معبود کی نفی کرنا پڑتی ہے۔اور پھر اصل تک پہنچنے کے لیے مطلوبہ محنت۔گویا مقامِ مطلوب کا تصور،اس تک پہنچنے کی طلب، باطل معبودوں کی نفی اور خلوص کے ساتھ کوشش۔یہ مدارج ہیں منزل مقصود تک پہنچنے کے۔یہاں ایک اور عجیب قانون کام کرتا ہے کہ شروع میں اسباب و وسائل ناکافی بھی ہوں تو جب ہم دائرۂ سعی و عمل میں داخل ہوتے ہیں تو راستہ اور اسباب خود بخود پیدا ہونے لگتے ہیں۔اگر مزاحمتی قوتیں زیادہ اور مضبوط ہوں تو رکنے کی بجائے ہمت اور صبر سے کام میں لگے رہو۔صبر کا قانون قرآن کا قانون ہے اور صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔اور جس کے ساتھ اللہ کی ذات ہواس کے لیے ناکامی نہیں ہوسکتی۔ حالات کی بہتری کو لوگ قسمت کا بدل جانا کہتے ہیں۔حالانکہ اچھے برے حالات پہلے ہی سے کہیں کتاب میں درج ہیں جہاں کائنات کا سارا ریکارڈ موجود ہے ہم صرف ایک نقطے سے کہیں پہلے سے موجود دوسرے نقطے تک سفر کرتے ہیں۔اس سب کچھ میں اللہ کی تائید وحمایت شامل ہوتی ہے۔جب تک اللہ تعالیٰ کسی فیصلے کی منظوری نہیں دیتا کوئی

Marfat.com

کوشش بارآور نہیں ہو سکتی ۔اور اللہ تعالیٰ عموماً اپنے بنائے ہوئے قوانین کا لحاظ کرتے ہوئے ہی فیصلہ کرتا ہے۔لیکن اگر وہ ان کے خلاف کرنا چاہے تو اسے کوئی نہیں روک سکتا۔دعا کا مقام اسی لئے بڑا ہے اس میں ڈائریکٹ اللہ سے مدد مانگی جاتی اور جب اللہ کی مدد مل گئی تو پھر سب ٹھیک ہو گیا۔

پستی سے بلندی کی طرف سفر کی دو جہتیں ہیں۔ایک مادیت سے روحانیت کی طرف جو خود شناسی اور خدا شناسی کا سفر ہے۔اور انسان کی پیدائش کا اصلی مقصد بھی۔دوسرا مادیت سے مادیت کی طرف ۔یہ دنیاوی مال و اسباب اور جاہ وحکومت کا سفر ہے۔اللہ کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں اور آخرت میں ایسے شخص کا کوئی حصہ نہیں ۔اس میں روحانی بلندی کا امکان کم ہی ہوتا ہے۔مگر خدا شناسی کے سفر میں اللہ تعالیٰ دین و دنیا دونوں کی نعمتوں سے نواز سکتا ہے۔اپنی تمام مادی ترقی کے باوجود انسان مقام خلافت تک نہیں پہنچ سکتا جہاں عناصر کائنات اس کے غلام ہوتے ہیں۔اس سفر میں وہ ان سے قوانین فطرت کے تحت مدد لے سکتا ہے جو ان کا مزاج اور جو ان کی فطرت ہے۔جبکہ مقامِ خلافت میں اسے ان کی فطرت کو تبدیل کرنے کا اختیار بھی ہوتا ہے۔روحانیت سے الگ مادی زندگی آدم کے مٹی کے اس پتلے کی مثال ہے جسے شیطان حقارت سے الٹ پلٹ کر کے ٹھکراتا رہا۔اور روح داخل ہونے کے بعد فرشتوں نے جو کائنات میں برتر قوت کی علامت ہیں ،اس کے آگے سر جھکا دیا۔اسی طرح دنیا میں جب تک انسان بدنی زندگی گزارتا ہے تو وہ عناصرِ فطرت کا محکوم و تابع ہو کر رہتا ہے۔یا تو ان سے چھپتا ہے یا ان سے صلح کرتا ہے یا پھر ان کا کوئی راز جان کر اپنے فائدے پر آمادہ کرتا ہے۔مگر یہ تمام محنت اور مشقت کا کام ہے۔روحانی دائرے میں داخل ہونے کے بعد اس کی حیثیت حاکم کی ہوتی ہے اور عناصرِ فطرت اس کے مزاج کا خیال رکھتے

Marfat.com

ہیں۔روحانی زندگی کے بعد جنت کے مزے اور آرام ہیں جیسے آدم کو اس کے جسم میں روح داخل کرنے کے بعد جنت میں بھیجا گیا جہاں وہ ہر غم سے بے نیاز تھا۔اسی طرح دنیا میں انسان جب روحانی دائرے میں داخل ہو کر روح سے رابطہ کرتا ہے تو وہ بے خوف ہو جاتا ہے کہ روح اللہ کا امر ہے اور روح سے رابطہ اللہ سے رابطہ ہے۔اللہ ایسے لوگوں کو دوست بنا لیتا ہے جیسا کہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ اللہ کے دوستوں کو کوئی غم نہیں۔ ایک اعتبار سے دنیاوی زندگی اوپر کی زندگی ہی کی دہرائی ہے۔

تفسیرِ عمل:۔

اہلِ طریقت انسان کو کائنات کا خلاصہ کہتے ہیں۔سائنس کے نزدیک بھی اس کی پیدائش زمین سے ہے۔قرآن اس کو مٹی کا خلاصہ کہتا ہے۔سائنس انسان کے جسم میں کئی مادی عناصر کو تسلیم کرتی ہے۔اور مزید کے امکان پر تحقیق جاری ہے۔ان سب کے خیال کے مطابق انسان کے وجود میں کائنات کی ہر شے موجود ہے۔سائنس کی نا مکمل تحقیق جب مکمل ہوگی ،اُسے بھی یہی اعلان کرنا پڑے گا کہ کائنات کی ہر شے انسان کے اندر موجود ہے۔کس شکل ،کس صورت میں موجود ہے؟ یہ ایک غور کرنے کی بات ہے۔اس کو سائنسی زبان میں مادہ کی اصل توانائی کے نظریہ کے پیشِ نظر یوں کہیں گے کہ ہر شے کا روشنی کی شکل میں ایک وجود ہے۔اس کا جسم انسانی شکل کا ہوتا ہے۔کائناتی عناصر روشنی کے وجود میں جب اکٹھے ہوئے تو انسان بن گیا۔اور اس نے ٹھوس شکل اختیار کرلی۔دوسرے الفاظ میں یہ عناصر نقاط کی صورت میں انسان کے جسم میں موجود ہیں۔ہر نقطہ کا ایک مزاج ،ایک کیفیت ہوتی ہے۔اور جذب و اخراج کے قانون کے تحت اپنے اردگرد توانائی کے اس سمندر سے جس کا اعلان قرآن کریم ،اللہ ہی زمین و

Marfat.com

آسمان کا نور ہے، کہہ کر کرتا ہے،قوت حاصل کرتا ہے۔گلاب کا بیج رنگ وخوشبو اور پھلوں کے درخت رس اور ذائقہ جذب کرتے ہیں۔

اگر انسان کومختلف المزاج نقاط کا مجموعہ کہا جائے اور کائناتی سمندر کومختلف قوتوں کا سمندر فرض کرلیا جائے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اللہ ہی زمین وآسمان کا نور ہے یعنی اس کا نور ہر شے کومحیط ہے اوراسی کی ذات میں تمام قوتیں موجود ہیں،تو کائناتی نظام کے اتار چڑھاؤ اور تغیر وتبدل کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ انسان کا جسم نقات کا مجموعہ ہے۔ ہرنقطہ ایک نقطۂ جذب ہے۔ان میں جونقطہ صیقل ہوتا ہے وہ اپنے مزاج کی روشنیاں جذب کرتا ہے اور دوسرے نقاط سے زیادہ طاقت ور ہوجاتا ہے پھر انسان پراس کی حکومت ہوجاتی ہے اوراپنی مرضی اور خواہش کے مطابق انسانی سوچوں کوتبدیل کرکے اسے عمل پر مجبور کرتا ہے۔ یہ قرآن کے اس قانون کے عین مطابق ہے کہ انسان جس راہ کواختیار کرتا ہے اللہ اسے اسی طرف بڑھاتا جاتا ہے۔اسی لئے دنیا کا حریص کبھی مطمئن نہیں ہوتا۔اس میں عجیب بات یہ ہے کہ یہ نقاط انسان کی سوچ سے ہی صیقل ہوتے ہیں۔اور جب وہ صیقل ہوکر مضبوط ہوجاتے ہیں تو انسان کی سوچ پر غلبہ پا لیتے ہیں۔اور انسان اسی دائرے میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوتا ہے جس میں وہ مضبوط نقطہ چاہتا ہے۔ بلکہ اسی کو اصلِ زندگی سمجھنے لگتا ہے۔اب روشن نقاط کی بڑھی ہوئی روشنیوں کے مطابق ہی ظاہری زندگی میں حالات وواقعات جنم لیتے ہیں۔جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ہر شے اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔بڑھے ہوئے نقاط میں جو صفات اور جو فطرت موجود ہے اسی طرح کی چیزیں اس سے رجوع کریں گی اور اسی کے مطابق حالات میں تغیر وتبدل ہوگا۔رزق ،دولت،صحت،عزت وحکومت ان سب کے نقاط ہمارے جسم میں موجود ہیں ۔قرآن کا یہ قانون کہ اللہ کی رحمت سے مایوس مت

Marfat.com

ہو اور اللہ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوتے ہیں ،اسی روشنی میں ہے۔اور زبردست قانون ہے انسان کی بھلائی کے لیے ۔جیسا کہ حضرت امام جعفر صادقؒ کا قول ہے کہ غم زدہ رہنے والے کے لیے بھلائی نہیں۔اس لیے کہ نقطۂ غم بیدار ہو کر طاقت کے کائناتی سمندر سے غم کی لہریں ہی جذب کرے گا۔اور غم کے جو اثرات انسان کے ذہن اور جسم پر ہوتے ہیں وہ سب جانتے ہیں۔اسی طرح مایوس رہنے والے لوگوں میں مایوسی کا نقطہ بیدار ہوتا ہے اور مایوسی کی لہریں جذب کر کے باقی سب نقاط پر چھا جاتا ہے اور جذب و اخراج کے قانون کے تحت اپنے اردگرد کے ماحول کو بھی مایوسی میں بدل دیتا ہے اور دوست احباب کو بھی اسی مایوسی کا شکار بنا دیتا ہے ۔دوسرے لفظوں میں ان پر کامیابی کے دروازے مستقل طور پر بند کر دیتا ہے۔

ہر کام اور عمل کے لئے ایک طریقہ اور ایک ساعت مقرر ہے۔اپنی بے خبری کے سبب یہیں سے انسان مار کھاتا ہے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کب کیا اور کیسے کرنا ہے بقول اقبال۔

یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقتِ قیام آیا

تمام شریعت اسلامی طاقت اور خبر لینے کی اسی صلاحیت کو بیدار کرنے کا نام ہے ۔عام لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے محروم نہیں رکھا۔چھٹی حس کے نام پر ایک نقطہ ہر شخص کے اندر موجود ہے۔جن کا یہ نقطہ روشن ہوتا ہے وہ آنے والے وقت کی ٹھیک ٹھیک خبر لے لیتے ہیں۔

اور اللہ ہی اپنے بھیدوں کو سب سے بہتر جاننے والا ہے۔ہمارا سمجھنا اور سمجھانا ایک کمزور انسان کا عمل ہے۔بات کو ہم جس قدر سمجھ سکے ہم نے سمجھانے کی کوشش کی۔اگر کہیں بات کا حق ادا نہیں ہوا تو اللہ معاف فرمائے درست سمجھ کی توفیق دے۔آمین

Marfat.com

طرز سفر

زندگی ایک سفر ہے۔اس میں تنوع' رنگا رنگی اعمال اور نتائج کی کیفیت طرزِ سفر سے ہے۔طرز سفر ہی کسی فرد،قوم یا نوع کا مقام و مرتبہ متعین کرتا ہے۔کوئی اپنی جگہ پر جم کر کھڑا ہے کوئی رینگتا ہے،کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے،کوئی دو پاؤں پر اور کوئی فضاؤں میں اڑتا ہے۔جو جمود کا شکار ہے،وہ جلدی شکار ہو جاتا ہے۔جو بلند فضاؤں میں اڑتا ہے،اسے یہ دنیا اپنے زیرِ قدم دکھائی دیتی ہے۔جو رینگتا ہے اس کے مسلے جانے کا زیادہ امکان ہے۔جو کھڑے ہو کر چلتا ہے،اسکا حال اور ہے۔ایک شخص جو گوشۂ تنہائی میں سب سے الگ تھلگ زندگی گزارتا ہے اس کا حال اور ہے' جو میدانِ کارزار میں ہے اس کے لیے زندگی کا مزاج اور ہے۔وقت کی مسافت سبھی کو طے کرنا پڑتی ہے۔زمانے کے سرد گرم،کم یا زیادہ سبھی کو متاثر کرتے ہیں۔جو کوئی بھی زندگی کی بساط پر آ پڑا وہ محوِ سفر ضرور ہے محسوس یا غیر محسوس۔راستے کی اونچ نیچ اور منزلوں سے بے خبر کہ یہ سب کچھ مستقبل کے پردے میں چھپا ہوا ہے۔

کسی کی تقدیر کا اندازہ اس کے طرز سفر سے لگایا جا سکتا ہے۔پلٹ کر جھپٹنے والے کی دنیا اور ہوتی ہے۔اس کی رگوں میں گردش کرنے والے خون کا دباؤ اور گرمی اس کی تقدیر لکھتی ہے۔زمین کے اندر سر چھپا کر زندہ رہنے والے حشرات اور کیڑے مکوڑوں کی دنیا اور ہوتی ہے۔ان کی فکر و نظر کی وسعت ان کی سعی و عمل کی حدود متعین کرتی ہے۔انہی حدود میں جو کچھ ہے اسی میں سے ان کی تقدیر کا خاکہ بنے گا۔بزدل اور بہادر اقوام کے راستے الگ اور منزلیں الگ ہوتی ہیں۔وسائل بعد کی بات ہے۔آپ ﷺ کی ذات اقدس سے پہلے بھی عرب وہی تھے۔مکہ وہی تھا مدینہ وہی

Marfat.com

تھا۔اوس وخزرج اور یہودی قبائل بھی وہی تھے ۔جب آپ ﷺ نے ان کی سوچ کو ایک نئی ،زندہ اور متحرک روح دی تو تاریخ عالم نے دیکھا کہ قیصروکسری کی عظیم سلطنتیں ان کی ٹھوکروں میں تھیں ۔بات کو سمجھانے کے لئے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ تقدیر لکھنے والا ہماری تقدیر لکھنے کے لئے ہماری طرز فکر ونظراور اس سے بننے والے طرزِ سفر کو نگاہ میں رکھتا ہے ۔اسی کے مطابق وہ انسان کو مزید بھی نوازتا ہے ۔جیسا قرآن میں ہے کہ اگرتم عزم و ہمت سے دشمن کا مقابلہ کرو گے تو ایک کو دس پر اور سو کوایک ہزار پر فتح ہو جائے گی ۔اوراس کے بعد ہے کہ اب تمہاری ہمت کمزور ہوگئی ہے اس لئے ایک کو دو پر فتح دی جائے گی ۔یعنی دوگنا دشمن پر فتح حاصل ہوگی۔اس سے ظاہر ہوا کہ تقدیر کسی اصول اور قانون کے تحت لکھی جاتی ہے۔اور اللہ ایسا عالم ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔اس کے لئے ماضی ،حال اور مستقبل میں کوئی فاصلہ نہیں ۔اسی بنیاد پر وہ فرشتے سے کہتا ہے کہ اس کی قسمت لکھ دو ۔اور یہ قسمت اس وقت لکھ دی جاتی ہے جب انسان ابھی ایک بوند کی شکل میں ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے ۔

ایک بھید:۔

باتیں تو چھپی ہوئی نہیں ،ہم ہی نہیں جان پاتے ،اگرچہ یہ سچ ہے کہ پورے بھید تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے ،مگر اس نے انسان کی ضرورت کے بھید اس پر کھول بھی دیئے ہیں ۔تھوڑا غور کرنے اور تھوڑا سمجھنے کی ضرورت ہے ۔قرآن کا فیصلہ ہے کہ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے نفسوں کے اندر جو ہے اس کو نہ بدلے۔قرآن میں نفس بہت جگہ جان کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔اس سے اگر ہم یہ مطلب لیں کہ یہاں نفس میں تبدیلی سے مراد سعی وعمل کی تبدیلی ہے ،یا اس سے پہلے فکر ونظر میں تبدیلی ہے تو اس کو غلط نہیں کہا جا سکتا ،مگر فکر ونظر کا تعلق دل دماغ سے ہوتا

Marfat.com

ہے ،اور سعی و عمل کا جسم کی حرکت سے ہوتا ہے جب کہ یہاں بات ہے نفس میں تبدیلی کی ۔نفس یا جان میں یہ تبدیلی کیا ہے؟اس پر سوچنے کی ضرورت ہے ۔انسان کی تخلیق سورج کی گیسوں سے ہے یا اللہ کے نور سے ۔گیسیں بھی اللہ ہی کا نور ہیں ۔جیسا کہ اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ اللہ ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اس نے ظاہر ہونا چاہا اور اس انداز میں ظاہر ہو گیا جو ہم دیکھ رہے ہیں ۔اس کی تائید قرآن کی اس خبر سے ہوتی ہے کہ اللہ ہی زمین و آسمان کا نور ہے ۔یہ نور ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے' ہر شے کی رگ و پے میں سرایت ہے ۔کئی جگہ فرمایا کہ اللہ نے اپنی روح انسان میں داخل کر دی ۔یہ داخل کرنا روح کو کاٹ کر اس کا کوئی ٹکڑا انسان کے اندر رکھنا نہیں ہو سکتا ۔بلکہ جیسے سورج کی گرمی کائینات کی اشیا میں سرایت ہے ،اسی طرح اللہ کی روح ہر انسان کے اندر سرایت ہے ۔اس کی ضرورت کیا تھی ؟اور اس کے اظہار اہمیت کیا ہے ؟کسی کو کوئی شے دینے کا مطلب اسے اس کے استعمال کا اختیار دینا ہے ،اگر یہ نہیں تو بھیک لینے والے کو بھیک لینے کا کیا فائدہ ۔ادھار یا قرض لینے والے کو قرض یا ادھار لینے کا کیا فائدہ ۔اور دینے والے کو احسان جتانے کا کیا حق ۔روح جو امر ربی ہے ،اور امر ربی کی خوبی یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہو جا ،پس وہ ہو جاتی ہے ۔

صاحبِ روح :۔

اللہ نور ہے ،اور اس سے جو شے بھی ہے وہ بھی یقیناً نور ہی ہونی چاہیئے ۔اللہ کا نور ایسا ہے کہ اس کے جلال و جمال کو برداشت کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں مگر اس کا اپنا نور جلال و جمال ہی ۔اور وہ نور، روح یا امر کی صورت انسان کے وجود میں ہے ۔بلکہ اللہ خود انسان کی شہ رگ سے قریب ہے ۔اور مومن کے قلب میں سما جاتا

Marfat.com

ہے،تو یہ سوچنا پڑے گا کہ انسان کی اپنی حقیقت کیا ہے۔یہ کھنکتی مٹی کہاں سے آئی اور اس کی حقیقت کیا ہے؟جو جمال و جلالِ الٰہی کو اپنی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب برداشت کئے ہوئے ہے۔اور جل کر راکھ نہیں ہو جاتی۔جب کہ طور جیسا پہاڑ اس کی تجلی کی ذراسی جھلک سے جل کر سرمہ بن جاتا ہے۔اور حضرت موسیٰؑ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔اور وہ انسان کا کون سا مقام ہے جہاں وہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلے سے اس جلوے کو دیکھتا ہے۔اور آنکھ نہ کم دیکھتی ہے اور نہ زیادہ، بلکہ بالکل ٹھیک دیکھتی ہے۔درست ہوش وحواس کے ساتھ۔یہ روح سے رابطہ یا نفس میں تبدیلی کا فرق ہے۔اگر اس کو درست فرض کر لیں،تو بات یوں بنی کہ نفس میں تبدیلی سے انسان کی کیفیت اور صلاحیت میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔اور اسی سے انسان کے مقام اور اختیار میں فرق پیدا ہوتا ہے۔اسی سے طرز فکر ونظر اور طرز سفر بنتی ہے۔اور اسی کی بنیاد پر تقدیر لکھی جاتی ہے۔اسی کے اوپر نیچے ہونے سے انسان تقدیر کے ہاتھوں میں کھلونا ہے۔اسی کے کم وبیش سے اسفل اور احسن کی پہچان اور جبر واختیار ہے۔گویا مسئلہ ہے جان میں تبدیلی کا۔جان کا جھکاؤ بدن کی طرف اور جان کا جھکاؤ روح کی طرف۔یہ دو مختلف سمتیں ہیں۔

نفس یا جان:۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ جان کیا ہے اور جان میں یہ تبدیلی کیا ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔جسم اور روح سے تو ہم بے شبہ آشنا ہیں۔جسم کو ہم دیکھ رہے ہیں اور روح کا ذکر قرآن میں صاف اور واضح ہے کہ یہ اللہ کی روح یا اللہ کا امر ہے۔جان کا ذکر بھی بار بار قرآن میں آیا ہے کہ جو غلط کام کرتا ہے وہ اپنی جان کو نقصان پہنچاتا ہے۔جان میں تبدیلی سے حالات میں تبدیلی ہے۔اجتماعی بھی اور انفرادی بھی۔یہ جان

Marfat.com

کیا ہے؟ بات کو سمجھنے کے لئے ہم فرض کرتے ہیں کہ جسم اور روح کے ملنے سے ایک شے وجود میں آتی ہے، وہ جان ہے۔ اسے ہم بیداری یا شعورذات کا نام دے لیتے ہیں۔ وہ دو رخوں پر ہے۔ ایک رخ جسم کی طرف دوسرا رخ روح کی طرف۔ جب اس کا جھکاؤ جسم کی طرف ہوتا ہے تو وہ اسفل میں کیڑوں مکوڑوں کے برابر ہے اور تقدیر کے ہاتھوں میں کھلونا ہے۔ اور جب اس کا رخ روح کی طرف ہوتا ہے تو اس کی اڑان فرشتوں سے بھی آگے ہے۔ جسم سے رابطے پر اس کا حال ایسا کیوں ہے؟ اور روح سے رابطے پر اس کی عظمت ایسی کیوں ہے؟ جسم کا تعلق مردہ زمین سے ہے۔ اس مردہ سے تعلق کی بنا پر اس کی کیفیت گونگے، بہرے، اندھے اور مردے کی ہے' اس کی بقا اور نمو کا تعلق زمیں سے پیدا ہونے والی مردہ اشیاء سے ہے۔ روح یا اللہ کا امر بارش کی طرح ہے۔ جیسے پانی سے مردہ زمین کو زندگی ملتی ہے اسی طرح روح سے جان کو زندگی کی ملتی ہے۔ اور اسی زندگی کی طرف اللہ کے رسول ﷺ مومنوں کو بلاتے ہیں۔ یہ زندہ ہونا کیا ہے؟ سائنس کا علم جو مادی دنیا میں آج کے دور کا سب سے معتبر علم ہے۔ اس کے مطابق مادہ کی حقیقت آواز، توانائی یا لہریں ہیں۔ یا یہ محض کسی کا خیال ہے۔ صوفیا کے نزدیک اس دنیا کی اصل اللہ کا نور ہے۔ ہر شے اسی کا ایک روپ ہے۔ ہر روپ میں مختلف روشنیاں ہیں۔ انہی کے اعتبار سے ان کا مقام و مرتبہ ہے۔ اسی کے مطابق ہر نوع کا ایک طرز سفر ہے۔ اور دنیا کی بساط پر اس کا مقام متعین ہے۔ گویا روشنیوں ہی سے تقدیر کی تحریر ہے۔ انسان میں پوری کائنات کی روشنیاں ہیں۔ گویا انسان میں ہر طرز فکر و نظر اور طرز سفر کی روشنیاں موجود ہیں۔ جس قسم کی روشنیاں اس کی جان میں بڑھ جاتی ہیں، اسی قسم کے حالات اس کا مقدر ہو جاتے ہیں۔ یہ روشنیاں کیسے کم زیادہ کی جاتی ہیں؟ یا کیسے کم زیادہ ہوتی ہیں؟ اچھے کاموں سے مثبت روشنیاں بڑھتی

Marfat.com

ہیں۔ برے کاموں سے منفی روشنیاں، اس کے علاوہ ذکر اور سوچ سے بھی ان میں تبدیلی ہوتی ہے۔ سوچ کے مثبت انداز سے مثبت اور منفی انداز سے منفی۔ اس میں قرآن کا فیصلہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔ گویا، خوف اور گھبراہٹ سے ایسی روشنیاں پیدا ہوتی ہیں جو ہمارے لئے نقصان دہ ہیں۔ اور اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرنے سے مثبت روشنیاں قوت میں آتی ہیں۔ غلط کاموں سے جان کو نقصان ہوتا ہے حالت اور وہ کمزور ہوتی ہے۔ اچھے کاموں سے جان کو قوت ملتی ہے اور وہ مادی نظام سے برتر و بالا ہو کر اس پر حاکم بن جاتی ہے۔ اسی مقام کے لئے ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے وہ انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا۔

ایک لاعلمی:۔

جو وجود بھی زندگی کی آغوش میں ہے، اسے اپنی حیثیت کے مطابق اپنی بقا کا شعور بھی ضرور ہے۔ مگر کائینات کے اس منظر میں تغیر و تبدل کا اختیار حضرتِ انسان کے سوا کسی دوسرے کو شاید نہیں' باقی تمام مخلوق اشیائے کائینات کو ان کی فطری حالت میں اپنی ضرورت کے لیے استعمال کرتیں ہیں۔ ان میں جمع تفریق سے کسی نئی شے کو وجود نہیں دیتیں' مگر انسان کو اس کا علم اور اختیار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے آسمانوں سے ہدایات کا سلسلہ بھی اسی کے لئے ہے، باقی سب کے لئے ان کے کام سمجھا دیئے اور راستے متعین کر دیئے گئے اور وہ پابندی سے اپنا کام کر رہے ہیں۔ انسان کے سوا شاید کوئی دوسرا دنیا میں تبدیلی کا خواہش مند بھی نہیں۔ اس دنیا کو بنانے اور بگاڑنے میں سب سے زیادہ حصہ بھی انسان ہی کا ہے۔ جتنی حکمتوں اور قوتوں کا یہ مالک ہے، اتنا ہی بے چین اور پریشان بھی ہے۔ اس کی یہی خوبی اسے ہر لحہ متحرک و مصروف رکھتی ہے۔ اور اسی سے کائینات کی ہماہمی اور رنگا رنگی ہے۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ ابھی تک کی

Marfat.com

اپنی کارکردگی پہ مسرور تو ہو سکتا ہے مگر مطمئن نہیں۔ اس لئے کہ آج تک وہ اپنی تمام تر ترقی کے باوجود یہ نہیں جان سکا کہ انسان مر کیوں جاتا ہے؟ اور اسے مرنے سے بچایا کیسے جا سکتا ہے؟ وہ یہ نہیں جان سکا کہ دو فرد ایک ہی کام کو ایک ہی طرح کرتے ہیں ان میں ایک ناکام اور دوسرا کامیاب کیوں ہو جاتا ہے؟ وہ یہ نہیں جان سکا کہ یقینی کامیابی کیسے ممکن ہے۔ وہ یہ نہیں جان سکا کہ بگڑے حالات کو سدھارنے کا فیل نہ ہونے والا قانون کیا ہے۔ انسان اپنی ناکامیوں کے لئے تقدیر کو دوش دیتا ہے۔ مگر وہ ابھی تک تقدیر کی حقیقت کو نہیں پا سکا۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے سوالات اسے پریشان کئے ہوئے ہیں۔ اور اس کی وجہ ہے اس کا محض اپنے دماغ اور عقل پر بھرسہ کرنا۔ وہ جس نے یہ سب کچھ بنایا ہے، اگر انسان اس سے رجوع کرے تو اسے ان سے بھی زیادہ اہم اور پیچیدہ سوالوں کا جواب مل سکتا ہے۔ اس سے رجوع کرنے کا ذریعہ قرآن ہے۔ قرآن کی عظمت و حقیقت جاننے کے لیے قرآن ہی سے رجوع کرتے ہیں

''برکت والا ہے جس نے اتارا قرآن اوپر بندے اپنے کے تو کہ ہووے واسطے ڈرانے والا وہ جو واسطے اس کے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور نہ پکڑی اولاد۔ نہیں ہے واسطے اسکے شریک بیچ بادشاہی کے'' (الفرقان)

''یہ ہیں آیتیں کتاب بیان کرنے والے کی'' (الشعراء)

''یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور کتاب روشن کی ہدایت ہے اور خوشخبری ایمان والے کو'' (النمل)

''یہ آیتیں ہیں کتاب بیان کرنے والے کی'' (القصص)

''یہ آیتیں ہیں کتاب حکمت والی کی راہ دکھانا اور مہربانی واسطے نیکی کرنے والوں کے'' (لقمان)

Marfat.com

''اتارنا اس کتاب کا نہیں بیچ شک اس کے کہ پروردگار عالموں کی طرف سے ہے (السجدۃ)
''قسم ہے قرآن محکم کی تحقیق تو البتہ بھیجے ہوئے سے ہے اوپر راہ سیدھی کے اتارا ہے خدا غالب مہربان نے'' (یٰسٓ)
''اتارنا اس کتاب کا اللہ عزت والے حکمت والے کی طرف سے ہے'' (الزمر)
''اتارنا کتاب کا اللہ غالب جاننے والے کی طرف سے'' (المومن)
''اتاری ہوئی ہے بخشنے والے مہربان کی طرف سے'' (حٰمٓ السجدۃ)
''اسی طرح وحی کرتا ہے طرف تیری اور طرف ان لوگوں کے کہ پہلے تجھ سے تھے اللہ غالب حکمت والا واسطے اس کے ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے اور جو کچھ بیچ زمین کے ہے اور وہی ہے بلند قدر بڑا'' (الشوریٰ)
''قسم ہے کتاب بیان کرنے والے کی تحقیق کیا ہے ہم نے اس کو قرآن عربی تو کہ تم سمجھو اور تحقیق وہ بیچ لوح محفوظ کے نزدیک ہمارے بلند قدر حکمت بھرا ہے'' (الزخرف)
''تحقیق اتارا ہم نے اس قرآن کو بیچ رات برکت والی کے تحقیق ہم ہیں ڈرانے والے بیچ اس کے فیصل کیا جاتا ہے ہر کام حکمت والا'' (الدخان)
''اتارنا کتاب کا اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے'' (الجاثیۃ)
''اتارنا کتاب کا ہے اللہ عزت والے حکمت والے کی طرف سے (الحقاف)
قسم ہے قرآن بزرگ کی'' (ق)
''قسم طور کی اور کتاب لکھی ہوئی کی بیچ جھلی کھلی ہوئی کے اور بیت المعمور کی (الطور)
رحمٰن نے سکھایا قرآن'' (الرحمٰن)
''وہ ایسا ہے کہ ''پاکی بیان کرتا ہے واسطے اللہ کے جو کچھ بیچ آسمانوں کے ہے اور بیچ زمین کے ہے اور وہ ہے غالب حکمت والا۔ واسطے اس کے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔ وہ ہے سب سے پہلے اور سب سے پیچھے اور سب سے ظاہر اور سب سے چھپا ہوا اور وہ سب کچھ جانتا ہے وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو'' (الحدید)
ان کے علاوہ اور بہت سی آیات قرآن مجید کی حیثیت کے بارے میں ہیں۔

Marfat.com

ایک کھلی قوت:۔

نزول قرآن کا ذکراور ساتھ ہی اس کے نازل کرنے والے کا تذکرہ، وہ بھی عظمت و بڑائی کی صفات کے ساتھ ۔یہ بے وجہ تو نہیں ہوسکتا ۔یہ عظمتِ قرآن کا احساس دلانا ہے ۔تمام تر صفات اور قوتیں اللہ کے لئے ہیں ۔اس نے جو شے اپنے بندوں کو دی ہے اس اعلان کے ساتھ کہ یہ ڈرانے والی ہے' خوش خبری دینے والی ہے' حکمت والی ہے 'عظمت والی ہے' راہ دکھانے والی ہے' شفا ہے' رحمت ہے' روح ہے اور روح امر ہے۔اور امرِ ربی کی قوت کا اندازہ کس ذی ہوش و بصیرت کو نہیں کہ اسے ٹالا نہیں جا سکتا ۔کون سا کام ہے جو اس سے باہر ہے ۔کون سی مشکل ہے جو اس کے لئے بھاری ہے ۔کیا ہے جو اس سے نہیں ہوسکتا ۔جو شے کرامت والی ہے' اس سے کرم اور کرامت تو ظاہر ہوگی ۔اس کے بعد بھی کوئی یہ کہے کہ قرآن لفظوں میں لپٹی ہوئی محض ایک قانون کی کتاب ہے ۔تو وہ سورۃ الحشر کی آیت ۲۱، پرغور کرے۔''اگر اتارتے ہم اس قرآن کو اوپر پہاڑ کے البتہ دیکھتا تو اس کو دب جانے والا پھٹ جانے والا ڈر خدا کے سے اور یہ مثالیں بیان کرتے ہیں ہم ان کو واسطے لوگوں کے تو کہ وہ فکر کریں ۔'' یہ قرآن کی قوت و عظمت کا کھلا بیان ہے۔ اس عظیم قوت کے استعمال کا طریقہ بھی قرآن ہی میں موجود ہے۔

رابطے کا قانون:۔

مختلف اشیا سے رابطہ مختلف ہوتا ہے۔ بلندی پر اور طرح چڑھا جاتا ہے ۔نچائی کی طرف جاتے ہوئے جسم کو اور طرح سمیٹنا پڑتا ہے ۔اونچے نیچے راستے کا چلن اور ہوتا ہے اور ہموار میدان میں اور طرح چلا جاتا ہے ۔دنیا حرکت سے اکٹھی کی جاتی ہے ۔اور روح

Marfat.com

سے تعلق اور طرح پیدا ہوتا ہے۔قرآن کی حقیقت پانے کے لئے ان باتوں سے پرہیز لازم ہے جو کافروں میں پائی جاتی ہیں۔مثلاً جانوروں کی طرح کھانا۔راتوں کو پڑ کر سو رہنا۔دنیا میں گم رہنا۔توجہ کا نہ جمنا۔عبادت کے وقت یک سوئی کا نہ ہونا۔ان کے علاوہ اور کئی قانون ہیں جنہیں قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔کہ ان سے پرہیز لازم ہے۔مثبت قوانین میں ،سب سے پہلے یقین کرنا کہ جو میں نہیں دیکھ رہا وہ ہے۔یومنون با لغیب۔اس کے بعد بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق سعی کرنا۔قرآن برکت والی رات میں نازل ہوا۔اس سے ظاہر ہوا کہ رات کی خاموشی کا اس سے گہرا تعلق ہے۔ذہن میں اللہ کے سوا کوئی اور خیال نہ ہو۔کم کھانا ،کم سونا اور فضول گوئی سے پرہیز۔تہجد کا ذکر قرآن میں ہے۔اور کئی طرح سے ہے۔ایک جگہ ہے کہ جو اللہ والے ہیں ان کی کروٹیں راتوں کو بچھونوں سے الگ ہو جاتی ہیں۔یہ وقت نفس کو کچلنے کے لئے بہتر ہے۔نماز میں توجہ، ارتکاز ،سکوت ،خاموشی اور سب سے بڑھ کر خلوص بنیادی اہمیت رکھتے ہیں ۔یہ تصور کہ اللہ ہی زمین و آسمان کا نور ہے۔انسان کو اللہ کے بہت ہی قریب کر دیتا ہے۔بلکہ رگ و پے میں سرایت کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔یہیں سے وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جب اللہ رنگ ''صبغۃ اللہ'' کا احساس پیدا ہوتا ہے۔اور بات بن جاتی ہے۔اس مقام پر وہ زبان سے جو کہہ دے گا اللہ اسے پورا کر دے گا۔پھر نہ فطرت کا قانون اسے روکے گا اور نہ تقدیر اس پر جبر کرے گی۔جو وہ کہہ دے گا وہی تقدیر ہے۔اللہ کے نیک بندوں سے جو روایات اور کرامات منسوب ہیں ان کی حقیقت بھی سمجھ میں آئے گی اور معجزات پر بھی یقین آئے گا۔اور قرآن میں بیان کئے گئے عجیب وغریب اور حیرت انگیز لگنے والے واقعات کی توضیح کے لئے الٹی سیدھی دلیلیں نہیں گھڑنی پڑیں گی۔پھر قرآن کی عظمت اور ایک ایک حرف کی قوت کی حقیقت بھی کھلے گی۔اور یہ بھی معلوم ہو

Marfat.com

جائے گا کہ تین سو تیرہ نہتوں نے کیسے ایک ہزار مسلح افراد کو شکست دے دی۔ حضرت عمر نے کیسے پہاڑ والوں کو مدینہ میں بیٹھ کر گھات لگائے ہوئے دشمن سے آگاہ کر دیا۔ تخت بلقیس کیسے اڑ کر آ گیا۔ مٹی کے پرندے ہوا میں کیسے اڑتے ہیں۔ مردہ کیسے زندہ ہوتا ہے۔ واقعہ معراج کی حقیقت کیا ہے اور آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔ اللہ کا نور کتنی قوت اور عظمت کا حامل ہے۔ انسان کی حقیقت کیا ہے اور اپنی پہچان سے خدا کی پہچان کیسے ہوتی ہے۔ یہ مقام احسن تقویم کی باتیں ہیں۔ مقام اسفل سافلین میں انکا سمجھ آنا ذرا نہیں بلکہ کافی مشکل ہے۔ ایسے ہی جیسے قدیم زمانے کے لوگوں سے راکٹ ایٹم اور میزائل کی بات کی جائے تو وہ اسے نہیں مانیں گے۔

اصل چیز طرزِ فکر ہے۔ طرزِ فکر سے طرزِ سفر ہے۔ طرزِ سفر سے معاملات، مقامات حصول و ضیاع اور سود و زیاں ہے۔ طرز فکر، علم اور تجربے سے تشکیل ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو مادی نظام ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں انہیں اس سوچ کے لئے زیادہ قصور وار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ پیدا ہوتے ہی ہر انسان اسی نظام کے تحت اپنی ضروریات زندگی پوری کرتا ہے۔ بھوک مٹانے کے لئے کھانا کھاتا ہے۔ پیاس بجھانے کے لئے پانی پیتا ہے۔ زندگی کے وسائل حاصل کرنے کے لئے محنت مزدوری کرتا ہے۔ اس لئے وہ اسی نظام کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ اس کے لئے حرکت و عمل کا قانون ہی زندگی کا قانون ہے۔ سکوت، سکون اور روشنیوں کے جذب کے قانون کو وہ اتنی آسانی سے نہیں سمجھ سکتا۔ اس صورت میں خاص کر کہ یہ قانون مادی قانون کے بالکل خلاف ہے۔ مگر بغیر کسی معقول وجہ کے کسی شے کو رد کرنا بھی نا درست ہے۔ زمانہ نزول کے منکرین اللہ کی کتابوں کو جادو کہتے رہے، اس کا مطلب ہے، اس کلام سے کوئی ایسے کام ضرور ہوئے جو نظام فطرت کے خلاف تھے۔ جیسے تخت بلقیس کا اڑ کر آنا۔ کافروں کا اسے جادو کہنا اس کی قوت کا اقرار تو ہے۔ جب لفظ ایک طاقت ہے تو لفظ اللہ کی قوت کا اندازہ کون کر سکے گا کہ اس کا تعلق ذات اللہ سے ہے۔ اور اسم محمد ﷺ کی پوری قوت کو کون جانے گا۔

Marfat.com

قانونِ زندگی

مصنف: سکندر سہراب میو' ایم۔اے

فطرت اور قدرت کے ایسے سربستہ اور ظاہر قوانین جو انسانی زندگی کو کامیابیوں سے ہمکنار کرتے ہیں۔مگر عام انسان ان سے واقف نہ ہونے کی بنا پر اکثر کامیابی کے قریب پہنچ کرنا کام ہو جاتا ہے۔

انسان ایک طلسم

مصنف: سکندر سہراب میو۔ایم۔اے

انسان جو کچھ بظاہر دکھائی دیتا ہے' اس کے علاوہ بھی اس کی ایک حیثیت ہے۔اور وہ حیثیت ایسی ہے کہ فطرت اس کے اشارے کی منتظر ہوتی ہے۔جو یہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔یہ قوت اس میں کہاں پوشیدہ ہے اور اسے کام میں کیسے لایا جا سکتا ہے۔اس کتاب میں اس راز سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ایک بہتر اور کامیاب زندگی گزارنے کے لئے اس کا مطالعہ ضرور کیجئے۔

ملنے کا پتہ:

دفتر ماہنامہ عشبہ: سہراب منزل ۱۲: مکی سٹریٹ ۳: بالمقابل فائر بریگیڈ نزد چوک یتیم خانہ بند روڈ، لاہور: ٹیلیفون: 7555066

Marfat.com

جب میڈیکل سائنس ہار جائے   روحانی سائنس روگ مٹائے

لوحِ عجیب

جوڑوں اور ہر قسم کے دردوں سے فوری نجات جادو، آسیب، جن، بھوت، سایہ، بے خوابی، خوف' کا عجیب وغریب اور حیرت انگیز علاج شوگر اور بلڈ پریشر سے نجات

لوح جمال: روشنیوں کے ذریعہ چہرے کی خوبصورتی میں اضافہ کیجئے

لوح حافظہ: طلبا کے لئے ایک نادر تحفہ، جس سے قوت حافظہ تیز ہوتی ہے

لوح نمو: روشنیوں کے ذریعے قد بڑھانے کا عجیب وغریب عمل

موٹاپا کا آسان علاج: ڈائٹنگ اور ورزش کے بغیر موٹاپا کم ہو جاتا ہے

لوحِ شباب: روشنیوں کے ذریعے جوان رہنے کا حیرت انگیز عمل

عامل: سکندر سہراب میو، ایم اے

ملاقات کے لئے پہلے فون پر رابطہ کیجئے

ملنے کا پتہ: سہراب منزل 12 ' گلی سٹریٹ 3 ' بالمقابل فائر بریگیڈ' نزد یتیم خانہ چوک' بند روڈ' لاہور

فون نمبر: 7555066

Marfat.com

سکندر سہراب میو کی مطبوعات

۱۔ ''ماہنامہ عشبہ'' میں قسط وار شائع ہونے والا مقبول اور دلچسپ سلسلہ' بچوں کا ناول: راج کنول کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے

۲۔ آغو جرنیل: بچوں کا ایک مقبول ناول' چھوٹے آغو کی جرأت اور ذہانت نے پورے قبیلے کو دشمن کی غلامی سے آزاد کرایا

۳۔ جانِ رحمت: دلکش اور مترنم نعتوں کا خوبصورت مجموعہ قیمت: 45روپے

۴۔ انگشت بدنداں: کائنات کے حقائق پر ایسی کتاب جو انسان کو اسکی پوشیدہ قوتوں کی خبر دیتی ہے جن کے استعمال سے انسان زندگی میں بہت فائدہ اٹھا سکتا ہے قیمت: 21روپے

۵۔ میری منجل پار لگا دے: میواتی زبان میں خوبصورت شعری مجموعہ جس میں دلکش لوک گیت' غزلیں اور نظمیں شامل ہیں قیمت: 60روپے

۶۔ اردو کے چار شعری مجموعے' بوئے آوارہ' الاؤ' مہکے گھاؤ اور چٹختے پتھر' ان سب کے نئے ایڈیشن بہت جلد آرہے ہیں

۷۔ عامل کی ڈائری۔ عامل سہراب میو کے وہ مشاہدات جو انہوں نے تسخیر جنات، ہمزاد اور موکلات کے دوران کیئے' تاریخ وار درج۔ بہت دلچسپ اور حیرت انگیز۔ ماہنامہ عشبہ میں سلسلہ وار شائع ہو چکے ہیں۔ اب کتابی شکل میں شائع کیئے جا رہے ہیں

Marfat.com

امر سیریز

ایک دلچسپ سلسلہ جس میں ناول کے کرداروں کے ذریعہ فطرت اور قدرت کے ایسے پوشیدہ اور ظاہر قوانین بیان کئے گئے ہیں جو زندگی میں کامیابی کا راستہ کھولتے ہیں اور ناکامی اور مایوسی کے اندھیروں میں حوصلہ دے کر انسان کو منزل تک پہنچاتے ہیں۔ سکندر سہراب میو ایم۔اے کے قلم سے بچوں اور بڑوں کیلئے یکساں دلچسپ اور مفید تحریر۔اس کا مطالعہ آپ کو انفرادیت اور کامیابی کی منزل کا راستہ دکھاتا ہے۔

ماہنامہ عشبہ لاہور

چیف ایڈیٹر۔ سکندر سہراب میو ایم۔اے

مذہب ،روحانیت ،ماورائی علوم ،علم الاعداد،علم الساعات ،علم جفر،علم نجوم،سائنس،ادب اور ادبی معلوماتی مضامین پر مشتمل ایک منفرد ماہنامہ

جنات،موکلات اور ہمزاد قابو کرنے والے عاملوں کے سچے واقعات۔روحانی مدارج طے کرنے والے سالکین کے تجربات و مشاہدات سے متعلق مضامین ،جن کو پڑھ کر آپ عملی زندگی میں نئے باب کھول سکتے ہیں

ملنے کا پتہ:

سہراب پبلشرز۔دفتر ماہنامہ عشبہ' سہراب منزل 12 مکی سٹریٹ 3 بالمقابل فائر بریگیڈ نزد یتیم خانہ چوک بند روڈ لاہور۔فون نمبر۔7555066

Marfat.com

Marfat.com

قانونِ زندگی

مصنف: سکندر سہراب میو (ایم۔اے)

اس کتاب میں فطرت اور قدرت کے پوشیدہ اور
ظاہر قوانین کی حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔
زندگی میں اعتماد یقین اور حوصلے سے
آگے بڑھنے کے لئے اس کتاب کا
مطالعہ ضرور کیجئے۔

ملنے کا پتہ
سہراب منزل ملکی سٹریٹ نمبر 3 بالمقابل
فائر بریگیڈ نزد یتیم خانہ چوک لاہور۔

Marfat.com